ملفوظات قطب العالم حضرت شیخ مظہر الدین عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

حضرت شیخ مولانا رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فرزندِ ارجمند

حضرت قطبِ عالم شیخ مظہر الدین عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

سیرت فاؤنڈیشن
SEERAT FOUNDATION LAHORE

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔ این سمن آباد • لاہور

۲۰۱۵ء
نصر اقبال قریشی
نے سیرت فاؤنڈیشن
لاہور سے شائع کی

تعداد : پانچ سو
طابع : وہاب ارشد، پرنٹرز۔لاہور
قیمت : ۳۵۰/- روپے

تقسیم کار:۔
المعارف ۰ گنج بخش روڈ ۰ لاہور
فون: ۳۷۲۱۴۶۶۲

فہرست

❁ ❁ ❁

وہ اک نگاہ جو کرتی ہے مست رِندوں کو
غضب یہ ہے کہ کبھی محتسب بھی ہوتی ہے

ہدیہ تبریک

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف

کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج **محمد ارشد قریشی** رحمۃ اللہ علیہ، بانی **تصوف فاؤنڈیشن**، لاہور

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب ان کی یاد سے وابستہ ہے۔

انما المقصود هوا ولا سواه

ترجمہ: تحقیق اللہ مقصود ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔
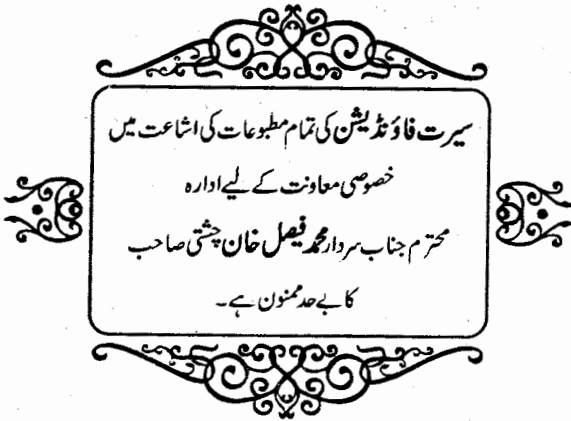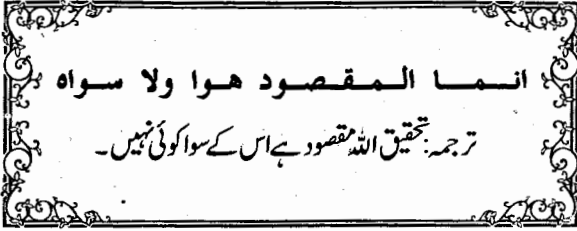
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لئے جو کائنات کا مالک ہے جو ہمیں رزق دیتا ہے، غلطیوں پر معاف کرتا ہے اور عیب پوشی بھی فرماتا ہے۔ بے شک وہ ہم سے بہت محبت کرتا ہے اور اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ درود وسلام خاتم النبیّین، رحمۃ للعالمین ﷺ پر جو وجہ وجودِ کائنات ہیں کہ آپ ﷺ کی ہی رحمت سے زندگی میں آسودگی ہے۔ تمام مقامات، عظمتیں اور فیوض وبرکات آپ ہی کا صدقہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہوا آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ علیہم اجمعین سے اور آپ ﷺ کے اصحابؓ نے بھی رضائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر کے دکھائی۔ اولیائے کرام، صوفیائے عظام بعد کے آنے والے لوگوں میں وہ شخصیات ہوئیں جنہوں نے جناب رسالت مآب ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کے طریقہ پر عمل کیا اور تعلیم کے لئے اسی طریقۂ صحبت پر قائم رہے جو اصحاب صُفّہ میں رائج رہا تھا۔ یہ صحبتیں اپنے اندر بہت فوائد رکھتی ہیں اور اس کا علم اور اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو اس نعمت سے بہرمند ہوئے۔ صوفیائے کرام کا معمول رہا کہ انہوں نے اپنی خانقاہوں میں اپنے شاگردوں اور طالبان حق کے ساتھ حلقہ کیے رکھا۔ انتہائی غیر محسوس طریقے سے بغیر کسی نصاب کو پیش کیے تمام آنے والوں کی تربیت کی۔ نہایت خوش بخت اور سعادت مند تھے وہ حضرات جنہوں نے اپنے مشائخ کی محفلوں اور حلقۂ تربیت سے حاصل ہونے والے علم کو محفوظ کیا۔ فوائد الفواد، لطائف قدوسیہ، ذکر خیر وغیرہ کتابیں اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ بزرگوں کے تذکرے بھی خوب ہوتے ہیں لیکن ملفوظات کی

خوبی یہ ہے کہ اس کا لکھنے والا خود اس محفل کا حصہ ہوا کرتا ہے اور اس ماحول سے خوب واقف بھی۔ کہی ہوئی بات کو مختلف انداز میں سمجھنے کا جو احتمال تذکروں میں ہو سکتا ہے، ملفوظات اس سے عموماً محفوظ رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب لطائف قدّوسیہ حضرت قطب العالم حضرت عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں جو آپ کے خلیفہ اور صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے۔ لطائف قدّوسیہ فارسی میں تحریر کی گئی تھی جو اس وقت کی مروجہ زبان تھی۔ پہلی مرتبہ سیرت فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام لطائف قدّوسیہ کا اُردو ترجمہ پاکستان میں شائع ہو رہا ہے۔ اس نادر و نایاب نسخہ کی علمی ثقاہت اور مسلمہ تاریخی حیثیت کے پیش نظر میری خواہش تھی کہ میں اس پر کچھ لکھوں تا کہ اس نسخہ کی ثقاہت اور تاریخی حیثیت مسلّمہ رہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے تذکروں میں اور عموماً جن مؤرخین نے ہندوستان کے صوفیاء سے متعلق لکھا انہوں نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات یعنی لطائف قدّوسیہ کے حوالے سے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا۔ ان حضرات میں خلیق احمد نظامی صاحب، شیخ محمد اکرم قدوسی، کپتان واحد بخش سیال اور پروفیسر اقبال مجددی شامل ہیں۔ چند سال قبل جب لطائف قدّوسیہ کی تلاش شروع کی تو ایک آدھ جگہ اس کتاب کے فارسی نسخے کی اطلاعات ملیں لیکن کوشش کے باوجود فارسی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بعد ازاں حیدر آباد دکن میں حضرت شاہ خاموش صابری حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت علی اکبر نظام الدین حسینی صابری مدظلہ العالی سے ذکر ہوا تو انہوں نے بتایا کہ لطائف قدّوسیہ کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے اور ردولی میں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے مل سکتا ہے۔ چند ماہ گزرے تو یہ خوشخبری ملی کہ سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب شاہ عمار احمد صاحب عرف نیّر میاں صاحب مدظلہ العالی نے دو نسخے حیدر آباد دکن ارسال کیے ہیں ان میں ایک نسخہ حیدر آباد دکن میں صابری خانقاہ کے لئے تھا اور دوسرا اس

خاکسار کے لئے۔ حضرت علی اکبر نظام الدین چشتی صابری مدظلہ العالی نے شفقت فرمائی اور ایک نسخہ بذریعہ ڈاک ہمیں ارسال کر دیا۔ لطائف قدّوسیہ کا یہ ترجمہ حضرت شاہ قریش احمد صابری نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سابق سجادہ نشین گنگوہ شریف کے خلیفہ جناب احسان احمد صابری صاحب کی محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ مزید برآں کہ مترجم خود اسی خانوادۂ تصوف سے وابستہ بھی تھے اور گنگوہ کے حالات اور بود و باش سے واقف بھی۔ اسی لیے لطائف قدّوسیہ کے اس ترجمہ میں مترجم، قاری اور مؤلف کے درمیان حائل نظر نہیں آتے اور یہ ہی کسی ترجمہ کی خوبی ہوتی ہے۔ اسلام آباد میں ہمارے ایک دوست عمر فاروق قدوسی صاحب کو جب اس نسخہ کا معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور اس کی طباعت میں دلچسپی ظاہر کی۔ اُن کے والد غالب قدوسی صاحب نے طباعت کے انتظامات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ محترم عمر فاروق قدوسی صاحب کے دادا افتخار احمد قدوسی ولد محبوب الحسن قدوسی رحمۃ اللہ نے پاکستان بننے پر گنگوہ سے پاکستان ہجرت کی تھی۔ وہ گنگوہ میں حضرت ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ کی خانقاہ کے منتظم تھے۔ مختصراً یہ کہ برادرم عمر فاروق قدوسی صاحب نے ڈاکٹر عابد سیال، نمل یونیورسٹی اسلام آباد کی خدمات لیں اور لطائف قدّوسیہ کو کمپوز کروا کر ان ہی کے زیر نگرانی پروف ریڈنگ بھی کروائی کہ اس کتاب میں موجود اُردو اور فارسی متن کی صحت اور درستگی کا قائم رکھنا ایک ذمہ داری تھی جو حتی الامکان ادا کی گئی۔

اسی سال یعنی ۲۰۱۴ء میں نیّر میاں صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ردولی شریف پاکستان تشریف لائے۔ ہمیں ملاقات کا موقع ملا، اس ملاقات میں خاکسار، پروفیسر حبیب اللہ چشتی، عمر فاروق قدوسی صاحب، حافظ بدرالدین چشتی صابری سجادہ نشین حضرت حافظ قمرالدین چشتی صابری رحمۃ اللہ میرٹھی ثمہ راولپنڈی اور حافظ محمد حسن صابری صاحب موجود تھے۔ اس ملاقات میں نیر میاں صاحب کو لطائف قدّوسیہ کا کمپوز شدہ مسودہ دکھایا گیا جس کو انہوں نے ملاحظہ فرماتے ہوئے اسے پاکستان میں طبع کرنے کی باقاعدہ اجازت عطا فرمائی

اور لطائف قدّوسیہ کے کمپوز شدہ نسخے پر اپنے دستخط سے بھی نوازا۔

ہماری یہ تمام کوششیں بار آور نہ ہوتیں اگر محترم نصر اقبال قریشی صاحب ہمارے مددگار نہ ہوتے۔ ''المعارف'' ایک معروف ادارہ ہے اور سیرت فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام تصوف پر مشاہیر کی کتب طبع کرتا ہے۔ محترم قریشی صاحب نے کمال محبت فرماتے ہوئے لطائف قدّوسیہ کو طبع کرنے پر رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آپ کی مخلصانہ کاوشوں کو قبول فرمائے۔

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لطائف قدّوسیہ میں مختصر حالات حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے شامل کر دیئے جائیں تا کہ قاری آپ کی ذات سے متعارف بھی ہو جائے اور تاریخ کے طالب علم زمانہ کا درست تعین بھی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اس سعیٔ میں شامل تمام اصحاب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے بہرہ مند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احقر

سید عثمان وجاہت صابری عفی عنہ

راولپنڈی

مختصراحوال

حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے سب سے معروف بزرگ ہیں۔آپ نے ظاہری بیعت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ عبدالحق مخدوم رحمۃ اللہ سے کی۔آپ کو روحانی فیضان شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ سے تھا۔حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کی توجہ آپ پر ہر لحہ رہتی تھی۔آپ رحمۃ اللہ ہی کے اشارے پر حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ نے شیخ محمدؒ سے بیعت کی۔حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا نسب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے جاملتا ہے۔آپ کے والد کا نام شیخ اسماعیلؒ اور دادا کا نام شیخ صفی الدینؒ حنفی تھا جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے آپ کی کتاب ''انوارالعیون'' حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ کے ملفوظات آپؒ کے صاحبزادے شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ نے لطائف قدوسیہ کے نام سے جمع کئے ہیں۔آپؒ کے مکتوبات کا اُردو ترجمہ پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔آپؒ نے عمر کا بیشتر حصہ ردولی اور شاہ آباد میں گزارا آخری چودہ سال گنگوہ میں گزارے۔وقت وصال آپ کی عمر تقریباً ۸۴ سال تھی۔آپ نے ۱۵۳۷ء میں گنگوہ ضلع سہارنپور میں وصال فرمایا آپ کا مزار پُرانوار وہیں پر مرجع خلائق ہے۔آپؒ سلطان بہلول لودھی سے نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کے زمانے تک مسند ارشاد پر مامور رہے،سلاطین وقت نے آپ سے فیض پایا۔آپؒ کے بے شمار خلفاء ہیں آپ سے پہلے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو اتنی شہرت نہ ملی

تھی۔آپ کو حضور صابر پاک رحمۃ اللہ کا مزار مبارک تعمیر کرنے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔
حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ کو تمام سلاسل میں خلافت حاصل تھی۔آپؒ کے خلفاء میں سب سے مشہور اور نامور حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ ہیں۔حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ نے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ اور شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ کو پیش کر دوں گا۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے والد شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ کے مرید تھے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ کی اجازت اپنے والد شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ سے ملی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ تحسین

کل رات برادرِ بزرگ پیرزادہ غالب اسلام قدوسی کا فون آیا اور معلوم ہوا کہ ہمارے جدامجد سے متعلق سب سے اہم کتاب لاہور سے طبع ہورہی ہے۔ انہی کے حکم پر اظہارخیال پر آمادہ ہوا۔

مجھ جیسے ہیچ مدان کا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کے بارے میں کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے اور روحانی نسبت کے موجود ہوتے ہوئے بھی میں تہی داماں ہوں۔ یہ روحانی نسبت بھی ایک اثاثہ ہے جو کہ عزیز از جان بھی ہے اور اس بے ثبات دنیا میں ایک تعارف کا وسیلہ بھی۔ اس نسبت کی برکت سے ایک مرتبہ پیر نصیرالدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ (گولڑہ شریف) ایک مرتبہ گھر تشریف لائے اور کئی گھنٹے کی طویل نشست میں انہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے عقیدت کے ساتھ ساتھ شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے فرمودات اور ان کا فارسی کلام سنایا۔ پیر نصیرالدین رحمۃ اللہ کی علمی قابلیت، فارسی اور اردو پر ان کی دسترس سے جہاں میں بے حد متاثر ہوا وہاں اپنی کم علمی کا احساس بھی ہوا۔ ایک دنیا جو حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کی تعلیمات سے فیض اٹھاتی ہے اور ہم جو کہ وارث ہیں کتنے بے بہرہ ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے والدِ محترم کا نام نامی شیخ اسماعیل اور آپ کے دادا کا نام شیخ صفی الدین تھا۔ آپ کا سلسلہء نسب حضرت امام ابوحنیفہؒ سے جاملتا ہے۔ آپ کے خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جو غزنی سے ہندوستان تشریف لائے وہ شیخ نظام الدینؒ تھے۔ جو ہلاکو کے فتنے کے بعد ساتویں صدی ہجری میں اپنے صاحبزادے شیخ نصیرالدینؒ کے ساتھ علاؤالدین خلجی کے عہدِ حکومت میں دہلی پہنچے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ اور ان ہی جیسے بزرگوں کے طفیل برصغیر پاک و ہند جہالت کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی تعلیمات سے منور ہوا۔

یہ فقرہ جو زبان زدِ عام ہے کہ

اولیاء کا ہے فیضان ۔ پاکستان پاکستان

اور حضرت قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان کہ پاکستان تو اس وقت بن گیا تھا جب برصغیر پاک و ہند میں پہلا شخص مسلمان ہوا تھا، حقیقت پر مبنی ہیں۔ ان بزرگانِ دین کے حالات زندگی پڑھ کر اور ان کی جدوجہد کا تصور کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خطبات کے پانچویں خطبہ میں اسلامی ثقافت کی روح کے عنوان سے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ رحمہ کی روحانی اور علمی جلالتِ شان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کے اس قول کہ:

''محمد مصطفیٰ ﷺ درقاب قوسین اوادنیٰ رفت وباز گردید واللہ ما بازنگردیم''۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

یہ مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے الفاظ ہیں جن کی نظیر تصوف کے سارے ذخیرہِ ادب میں مشکل سے ہی ملے گی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا ایک واقعہ پڑھا کہ شہنشاہ ہند ظہیر الدین بابر افغانستان سے دہلی جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد دہلی پہنچ کر شہنشاہ بابر نے ایک بہت بڑی جاگیر جو کہ کئی ہزار مربع پر مشتمل تھی کے کاغذاتِ ملکیت اپنے شاہی ہرکاروں کے ذریعے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں بطور عقیدت بھجوائے۔ شیخ عبدالقدوسؒ جو کہ اپنے حجرے میں آرام فرما رہے تھے۔ ان کے پاس ان کے بڑے صاحبزادے شیخ احمدؒ یہ کاغذات لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں مطلع کیا کہ یہ

نذرانہ شہنشاہ ہند نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ حضرت شیخؒ نے اپنے فرزند کو ننگے پاؤں دیکھ کر پوچھا کہ جب شاہی ہرکارے آپ تک پہنچے تو آپ کیا کر رہے تھے۔ شیخ احمدؒ نے بڑے ادب سے جواب دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے استفسار کیا کہ کیا آپ کی نماز مکمل ہوگئی تو شیخ احمد نے جواب دیا کہ فرض ادا کر لیے اور سنتیں باقی ہیں۔ شیخ عبدلقدوس گنگوہیؒ نے اس جاگیر کے کاغذات ان سے لے کر پھاڑ دیے کہ جب اس جاگیر کے کاغذات آنے سے آپ کی سنتیں قضا ہوگئیں اگر جاگیر آگئی تو کیا ہوگا؟ اورمعذرت کے ساتھ شاہی ہرکاروں کو واپس بھیج دیا۔ شیخ عبدالقدوسؒ کے اس واقعہ نے ساری زندگی مجھے متاثر کیا اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کی اس سنت پر عمل پیرا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور طباعت میں معاون تمام اصحاب کو برکتوں سے نوازے۔

پیرزادہ راحت مسعود قدوسی

راولپنڈی

فطوبیٰ لمن له حب الشیخ بالکمال

ترجمہ: مبارک ہے وہ آدمی جس کے دل میں شیخ کی محبت
بدرجۂ کمال ہے۔

فطوبیٰ لمن صحبت علی الکمال و ترق علي الکمال

ترجمہ: پس خوشخبری ہے اس کے لیے جسے صحبت شیخ حاصل
ہے اور راہ حق میں ترقی کر رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اس ذاتِ احد کی حمد کے بعد جس کی احدیت کا سمندر اس کی وحدت کا بطون (حامل ہے) اور جس کی واحدیت کا سمندر موجب کثرت ہے اور جس کی حکمتِ ازلی سے ہر دو سمندر باہم ضم ہیں اس انداز سے کہ وحدت کثرت میں جلوہ گر ہے، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (اسی نے دریا رواں کیے جو آپس میں (ظاہراً) ملتے ہیں اور حقیقت میں دونوں کے درمیان حجاب ہے) میں اسی حکمت کا راز پنہاں ہے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے) اس پر مہر تحقیق ہے اور صلوٰۃ احمدی ان دونوں کے مابین برزخ وحدِ فاصل ہے۔ تاکہ بطونِ وحدت (ساس و باطن وحدت) ظہورِ کثرت میں حارج نہ ہو اور ظہورِ کثرت بطون وحدت کی محویت کا باعث نہ بنے۔ اسی لیے ارشاد ہوا کہ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔ یعنی وحدت و کثرت باوجود ملاپ کے اپنی اپنی حیثیت میں ممتاز ہیں اور اسی لیے فرمایا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے)۔ کُل انبیاء و اولیاء پر صلوٰۃ تحیات ہو جو ان سمندروں کی تہہ میں بمثل موتی مونگے اور جواہرات کے تھے جن کو حضورِ حق کی محبت اور عشق کی لہر ان سمندروں کے سواحل پر عالمِ ظہور میں لائی۔ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں) کا حکم اسی ضمن میں ہے۔ اور بے شک فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اسی ثمر پر حجت ہے۔

عرض کرتا ہے فقیر حقیر، درویشوں کے پاؤں کی خاک، دلفگارِ عشق و مستوں کا جلیس و خادم اور فنا فی اللہ عارفوں کی تلچھٹ شوق کرنے والا رکن الدین بے تسکین اپنے والد شیخ المشائخ حضرت قطب الاقطاب سلطان العاشقین، برہان الواصلین، شیخ عبدالقدوس حنفی الچشتی قدس اللہ سرّہٗ العزیز کی خانقاہ کا جاروب کش بمصداق لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُوْلِی الْاَلْبَاب ۔یعنی یہ بالتحقیق مسلّم ہے کہ انبیاء واولیاء کے قصوں میں صاحبِ فہم وبصیرت اور حق الیقین سے آسودہ قلوب کے لیے عبرت ہے اور اس آیت وَکُلاًّ نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ فُؤَادَکَ (اے رسول ﷺ! اور ہم نے سب نبیوں کا واقعہ بیان کیا تا کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے، کہ اپنی باطنی بصیرت سے سمجھتا ہے)۔ اے میرے عزیز اس امر پر بھی آگاہ ہونا چاہیے کہ راہِ حق میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قلبی استقامت کو سابقہ قصص انبیاء سے کیسے مربوط کرتے ہیں اور وہ کیسے سالکوں کے قلوب کی تشفی کا باعث ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے کلمات واحوال اللہ کے لشکروں میں سے لشکر ہیں اور ان کا جذبہ عین جذبۂ حق ہے۔ یعنے مردانِ دین کے احوال اور اہل یقین کے اقوال نفسِ ربّانی و جذبۂ رحمانی ہیں جو مردہ دل کو زندہ، خوابیدہ کو بیدار اور غافل کو سرگرمِ عمل کرتے ہیں۔ سلسلۂ شوق (عشق) کو حرکت میں لا کر، محبت کا شعلہ روشن کر کے، کیفیت بے قراری و بے چینی کو پیدا کر کے عالمِ بیخودی میں سُوئے حق گامزن کرتے ہیں۔ اسی بناء پر میری خواہش تھی کہ بعض احوال کا ذکر جو میں نے اپنے والد پیر دستگیر حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے سنے ہیں اور بعض ان انوار و اسرار کو جو خود میں نے مشاہدہ کیے ہیں سپرد قلم کروں اور ان مقامات واحوال کو جو اس حقیر کی فہم وفراست نے اخذ کیے قلم بند کروں اور اس موضوع پر تتمہ مرتب کروں۔ کیا عجب ہے کہ اس کے مطالعہ سے طالبِ صادق میں جذبۂ الفتِ الٰہی پیدا ہو کر نسیم رحمٰن حرکت میں آئے اور وہ اس راہِ حق میں جان کی بازی لگا کر (محبوب کی خاطر) جہان کو چھان ڈالے۔

گر در آید یک نسیم از سوئے تو
پائے کو باں جاں دہم در کوئے تو

''اگر تمھاری طرف سے بادِ نسیم کا ایک جھونکا آئے تو میں تمھاری گلی میں رقص کرتا ہوا جان دے دوں''

اور اس راہِ طریقت وسلوک کی سختی وتکالیف میں بندگانِ حق کا مجاہدہ وریاضت اس کی تشفی و اولوالعزمی کا باعث بنیں اور وہ کُلٌّ مَیَسُو لِمَا خَلَقَ لَہٗ (اور ہر مخلوق پر آسان کر دیا گیا جو اس کے لیے حکم ہوا) اپنا وظیفہ بنا کر کاروبار (عشق) میں سستی نہ کرے۔ ؎

تن از پے کار آمدہ بے کار مدار
دل از پے یار آمدہ بے یار مدار

''جسم کام کے لیے ہے بنا ہے، سو اسے کام میں لگالو، دل یار کے لیے ہے سو اسے یار کے بغیر نہ رہنے دو''

میرے شیخ حضرت قطبی نے عمر کے آخری ایام میں سکوت اختیار کر لیا تھا۔ متواتر عالم محویت وحیرت میں رہتے تھے۔ ان تمام اوراق کو جو حضرت قطبی کی تصنیف تھے، جمع کرنے کی غرض سے اس حقیر نے حضور قطبی سے اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ بعض ارشادات جو خود میں نے حضور کی زبانی سنے ہیں اور بعض وہ جو میں نے خود معائنہ ومشاہدہ کیے ہیں اور مجھے یاد بھی ہیں، میں ضبطِ تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ فرمایا علم اسی کا نام ہے (یہی حق علم یہی ہے)۔ اس ارشاد سے میری ہمت افزائی ہوئی اور میں نے لکھنا شروع کیا۔

اس میں سے کچھ حکایات حضور شیخ قطبی کی حیات میں ماہ جمادی الاول اور جمادی الآخر ۹۴۴ھ میں تحریر ہوئیں اور باقی آپ کی وفات کے بعد لکھی جاسکیں۔ چونکہ اوراق کا نفسِ مضمون حضرت قدوس کے لطائف وکوائف پر مشتمل ہے، اس لیے اسی نسبت سے میں نے اس کا نام ''لطائف قدوسی'' رکھا اور یہ تحریر حضرت پیر دستگیر کے مناقب پر تکمیل پذیر ہوئی۔

''اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعَدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ'' سعید شکم مادر ہی سے سعید ہوتا ہے۔

خادم الفقراء
شیخ رکن الدین

لطائف درج ذیل ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقربان بارگاہ صمدی

لطیفہ نمبرا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی اُولٰئِکَ عَنْھَا مُبْعدون یعنی جو لوگ ہمارے حضور سبقت پا چکے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن پر ہمارا خاص احسان ہے۔ یعنی تقاضائے (جن کا ظہور اعیان[1] سابقہ سے ہے) کی رو سے ہم نے اس میں استعداد قابلیت وسعادت ان کمالات کے تحصیل وظہور کی ودیعت کی ہے اور ان کو دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔ یہ وہی مقربان بارگاہ صمدی ہیں جو ہمارے علم ازلی کی بدولت ہجر ودوری سے نجات پا چکے ہیں۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السَّعِیْد مَنْ سَعد فی بطن اُمّہ یعنی سعید شکم مادر ہی سے سعید ہوتا ہے۔ مقبولِ ازلی اور ازلی علم یافتہ کو کوئی ادبار یا نقصان لاحق نہیں ہوتا۔ اس کی دولتِ سعادت (معرفتِ حق) کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔ اس کو کل اسبابِ سعادت میسر ہوتے ہیں۔ اسی لیے کوئی خرابی یا نقصان اس کے کمالات باطنی کی تحصیل میں مانع نہیں ہوتا ہے۔ میسر لما خلق لہ یعنی جس چیز کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی تکمیل کے لیے آسانی اور توفیق بھی فراہم کی گئی ہے۔ اور اے عزیز! بالخصوص وہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ حدیث شریف میں جو بطن امہ آیا ہے اس سے اعیان مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ ہر استعداد جو اعیان ثابتہ یعنی علم باری تعالےٰ میں مقرر ہے، ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امہ سے مراد اعیانِ ثابتہ ہو اور بطن امہ سے مراد مرتبہ شیونات ذاتیہ ہو

ا۔ وہ علوم وصور جو وحدت ذات میں مستور ہیں۔ اور اعیان ۲ ثابتہ سے بلند درجہ بطون میں ہیں۔ اسماءِ الٰہی کی وہ صورتیں جو علم باری تعالیٰ میں ہیں۔ کلی صورت کو ماہیت وحقائق اور جزوی صورت کو صوفیائے کرام نے ہویت کا نام دیا ہے۔ (یا مرتبہ علم سبحانہٗ تعالیٰ)

کیونکہ مرتبۂ شیونات ذاتیہ بہ نسبت اعیان ثابتہ کے زیادہ خفی اور بلند ہے اور جو کچھ کہ اعیانِ ثابتہ میں ہے، شیونات کے فیض اقدس کے سبب ہے اور جو کچھ عالمِ وجود میں ہے، وہ بتقاضائے فیضِ مقدس اعیانِ ثابتہ ہے۔ اس لیے اب وہی سعید ہے جس کے لیے اعیانِ ثابتہ کے ہر دو فیض کی مدد سے آثار و کمالات سعادت مقرر ہیں اور تا ابدان ہی انوار و اسرار کمالات کی رو سے خاصانِ حق کا ظہور ہوتا رہے گا۔ حضرت قطب الاقطاب غوث الاسلام والمسلمین وسلطان العاشقین برہان العارفین میرے والد و شیخ و مخدومی و مولائی شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس بن شیخ المشائخ شیخ اسماعیل بن قاضی صفی دانشمند مصنف علوم قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم (جو کہ ازل ہی سے سعید تھے) سے صغر سنی ہی میں آثار و احکام سعادت ظاہر ہوئے بلکہ آپ جب صلب ہی میں تھے تو حضرت کے باکمال ہونے کی خبر دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ منقول ہے کہ آپ کے والد حضرت شیخ اسماعیل اپنے بچپن میں ایک دن دوسرے بچوں کے ہمراہ حضرت مخدوم العالم صاحب کشف و کمالات شیخ احمد عبدالحق کی زیارت کو گئے۔ سب بچے حضرت مخدوم العالم کے دروازہ میں سے ان کی زیارت کر کے واپس ہو جاتے تھے جب حضرت شیخ اسماعیل کی باری آئی اور انھوں نے زیارت کی غرض سے دروازہ میں سے اندر دیکھا تو اِن کو دیکھتے ہی حضرت مخدوم العالم نے شیخ کو اپنے پاس بلایا اور اپنے سامنے بٹھا کر ان کی پشت کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اس بچہ کی پشت میں ہمیں ایک ایسا بیٹا نظر آتا ہے جو قطب وقت ہوگا اور اس کا باطنی تعلق ہم سے ہوگا۔ ہماری کل باطنی فیض اسی کو پہنچے گی اور ہمارے خلفاء میں ممتاز و ممیز ہوگا۔ الحمد اللہ علیٰ ذلک.

السعید من سعد فی بطن امہ ۔ پیدائش کے بعد صغر سنی ہی سے جب بچوں میں کھیلتے تھے اس کا عزم کیے ہوئے تھے کہ تنہائی اور علیحدگی اختیار کر کے طلب حق کی راہ میں جان و جہان کی بازی لگا دیں گے خواہ اس کے لیے کوہ و بیابانوں کی خاک ہی کیوں نہ چھاننی پڑے اور اسی امر عظیم کی تکمیل کی خاطر آپ ایسے ہی خدا رسیدہ دوست اور مصاحبوں کی مجلس اختیار کرتے تھے اور بالآخر حضرت شیخ قطبی کی تمام توجہ حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق کی

طرف مبذول ہوگئی اور فیض روحی اور پرورش باطنی حضرت مخدوم العالم کی روح مبارک سے منسلک ہوگئی اور حضرت مخدوم العالم کے فیض وارشاد روحی سے متواتر و مدام فیضان جاری ہو گیا اور حضرت کی پرورش اور تکمیل سلوک ہونے لگی۔ اس فیض روحانی کو فیض اُویسی بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روحی فیض نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی پرورش فرمائی۔ بے شک **السعید من سعد فی بطن امه۔**

مکتوب نویسی

لطیفہ نمبر۲: ایک روز حضرت قطبی کے والد شیخ اسماعیل نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ وہ مکتوب مطالعہ کیا کریں۔ چنانچہ و بجز حضرت قطبی سب فرزند لکھنے پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ جب حضرت شیخ اسماعیل اپنی سی کوشش کر چکے تو ایک دن حضرت قطبی نے کہا کہ مکتوب کے پڑھنے اور لکھنے والے چور اور دغاباز ہوتے ہیں۔ اس پر شیخ اسماعیل نے جواب دیا کہ اے میاں سب چور اور دغاباز نہیں ہوتے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اسماعیل نے ان کو کبھی کوئی حکم نہیں دیا۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے جب غیب سے عطا و بخشش کی تو علم لدنی سے آپ کی مکتوب نویسی انتہائی اعلیٰ ہوگئی۔

چنانچہ حضرت قطبی کے مکتوبات قابلِ مشاہدہ اور دیدنی پر جو حسن تحریر اور خط آپ کو عطا ہوا، وہ دوسروں کو نصیب نہ ہوا۔ چنانچہ مصلحت اور کافیہ جو آپ نے اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا اس کا مشاہدہ اور مطالعہ ہی سے تعلق ہے۔ ہاں سعید ازلی کے لیے **کل میسر لما خلق له۔ السعید من سعد فی بطن امه۔**

نفسِ اَمّارہ کی اصلاح

لطیفہ نمبر۳: بچپن میں حضرت قطبی کی یہ عادت تھی کہ مسجد میں جا کر تمام نمازیوں کی جوتیوں

کو سیدھا کر کے اس قرینے سے رکھ دیا کرتے تھے کہ نمازی بہ آسانی پہن سکے۔ کافی عرصہ اسی عادت میں مصروف گزر گئے۔ جب آپ کے والد حضرت اسماعیل کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا اے عزیز! آدمی کو خود کو اتنا بھی تو گرانا نہیں چاہیے اور یہ بھی عادت شریف تھی کہ مسجد میں اوّل وقت جا کر صف اوّل میں بیٹھ جاتے۔ جوں جوں نمازی آتے یہ سب کو اپنی جگہ دیتے جاتے۔ یہاں تک کہ آخری صف میں سب سے پیچھے پہنچ جاتے۔ حضرت کی ان سب کاموں کو اختیار کرنے کی غرض نفس امّارہ کی درستی اور اپنے نفس کو عاجزی اور خاکساری کا عادی بنانا تھا۔ ہاں السعید من سعد فی بطن امه

اولیاء تحت قبائی لا یعر فهم غیری

لطیفہ نمبر۴: ایک مرتبہ جب قطب الاقطاب نے ماہِ صفر کے ایام میں ملک العلماء مخدوم قاضی صفی کے چچازاد بھائی شیخ فخر الدین کا یہ قصہ سنا کہ انھوں نے پچاس سال تک پانی نہیں پیا تھا تو حضرت قطب الاقطاب نے بھی پانی پینا ترک کر دیا۔ اس زمانہ میں آپ مکتب میں قرآن شریف کی تختی پڑھتے تھے۔ دس بارہ دن تک ایک قطرہ بھی پانی کا آپ کے جسم مبارک میں نہ گیا تو آپ کا جسم زرد پڑ گیا۔ حضرت قطبی کے بڑے بھائی نے اس کی وجہ دریافت کی تو کوئی جواب نہ دیا۔ جانتے تھے کہ راز فاش ہو جائے گا اس لیے خاموشی سے پانی پی لیا۔ بیشک السعید من سعد فی بطن امه۔

قصہ شیخ فخر الدین مذکور کا یوں ہے کہ وہ حضرت کسی کو بھی اپنے حجرہ میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک روز حاکم قصبہ ردولی ان کی ملاقات کے لیے آیا، حضرت مخدوم شیخ قاضی صفی ان کے ہمراہ تھے۔ شیخ فخر الدین نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور اندر ہی سے کہا کہ ''ہمیں فرصت نہیں ہے۔'' الغرض قاضی صفی نے مصروفیت کا سبب دریافت کیا اور بہت پوچھا مگر شیخ فخر الدین نے ظاہر نہ کیا۔ قاضی صفی ان کے بڑے بھائی تھے اور استاد بھی۔

اس لیے ان کا اصرار بڑھتا گیا اور بہ مجبوری ظاہر کر دیا کہ ''پیاس کی حرارت کے غلبہ کی بناء پر دروازہ بند کیا ہوا ہے اور لوگوں سے ملنے سے احتراز ہے۔''

شیخ صفی نے کہا کہ ''پانی تو موجود ہے پھر پی کیوں نہ لیا، ماہِ رمضان تو نہیں ہے۔ جواب دیا کہ ''اس زمانہ سے جب ہم تمہارے ساتھ جونپور میں پڑھتے تھے اس کے بعد تم سے جدا ہونے کے وقت سے اس وقت تک ہم نے پانی نہیں پیا ہے۔ کبھی کبھی پیاس کا اس درجہ غلبہ ہوتا ہے کہ گویا دریا سے منہ لگا کر پانی پینے لگیں گے تو دریا خشک ہو جائے گا، پانی باقی نہ رہے گا۔ امت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہلاک ہو جائے ہم حضرت رسالت پناہ کے روبرو شرمندہ ہوں۔ سب حرارت کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہوں'' اس کے بعد اس مدت کا حساب کیا گیا تو پچاس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ جب ان کا یہ راز فاش ہو گیا تو وہ خلق سے روپوش ہو گئے۔ اولیاء تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔ یعنی اولیاء ایسے لباس میں مستور ہیں کہ انھیں کوئی غیر نہیں پہچانتا۔

علم صرف میں نسخہ بحر الاشعاب کی تصنیف

لطیفہ نمبر ۵: جب حضرت قطبی کتب کے مطالعہ میں مصروف ہوئے تو تمام دن مطالعہ میں گزرتا اور تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ استادوں نے ان کو زیادہ ذہین پایا تو زیادہ لطف وشفقت کرنے لگے۔ علم صرف کے نسخے عالم طفولیت ہی میں پڑھ رہے تھے اور آپ نے اپنے بچپن کے ایام ہی میں علم صرف میں نسخہ بحر الاشعاب تصنیف فرمایا۔ انتہائی جامع سوال وجواب پر مشتمل تھا۔ ان کے اساتذہ نے اس نسخہ کو پڑھ کر فرمایا کہ علم صرف کے لیے تو یہ ایک نسخہ ہی کافی ہے۔ وہ ہندوستان کی شورش کے زمانہ میں ضائع ہو گیا۔ جب نسخہ مصباح قاضی شہاب الدین شروع کیا تو اساتذہ کی تحریر کرتے تھے اور بطور شرح کے باحواشی جمع کر رہے تھے۔ ان تقاریر کا مجموعہ بھی ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد قاضی شہاب الدین کا نسخہ کافیہ

باحواشی شروع کیا۔ اور جب بحث ''میبات'' کا مطالعہ کررہے تھے تو جذبۂ عشق ربانی نے غلبہ کیا اور محبت کی آگ باطن میں بھڑک اٹھی تو نسخۂ مذکور کو لپیٹ کر رکھ دیا اور حصول علم ماسوا اللہ کو ترک کر کے آخرت کے توشہ کی تحصیل میں وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور ہر طرف سے فارغ ہو کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

هجرت الخلق طرانی سوا کا	وایتمت العیال لکی ارا کا
ولو قطعتنی فی الحب اربا	لما من الفواد الیٰ سوا کا

''میں نے تیری خاطر خلق کو چھوڑ دیا اور تیرے دیدار کے لیے اپنے اہل و عیال سے رشتہ منقطع کر لیا۔ تو نے اگر میری محبت کو منقطع کر لیا تب بھی میرے دل میں محبت کے علاوہ کچھ نہیں''۔

کتاب حیرت بندگی

لطیفہ نمبر۶: ایامِ جذب میں ایک روز حضرت قطبی کی ملاقات اپنے استاد حضرت میاں شیخ فتح اللہ (عرف میاں چکنہ دانشمند) سے ہوئی۔ میاں چکنہ کو حضرت کی استعداد اور فیاضی طبع کا علم شروع ہی سے تھا۔ سمجھتے تھے کہ انتہا تک تو کہاں ہوں گے۔ پوچھا ''اب آپ کون سی کتاب پڑھتے ہیں؟'' حضرت قطبی نے جو جوشِ مستی و عشق ربانی میں مسحور تھے۔ جواب دیا۔ ''کتاب حیرت بندگی''۔ میاں چکنہ مذکور کو تعجب ہوا۔ فرمایا: ''میاں تم حضرت شیخ اسماعیل دانشمند کے فرزند ہو، حضرت قاضی صفی دانشمند کے پوتے، شیخ عبدالصمد دانشمند کے بھائی ہو، یہ بات کیوں کہتے ہو؟''

حضرت قطبی بڑا سا چوغہ پہنے ہوئے تھے اور ایک چرمی تکیہ بھی ساتھ تھا۔ میاں چکنہ نے کہا۔ ''یہ لباس بھی مداریوں کا ہے''۔ اس زمانہ میں مداری گمراہ اور ملحد شمار ہوتے تھے۔ حضرت قطبی نے فرمایا۔ ''نہیں یہ مداریوں کا لباس نہیں ہے۔'' حضرت قطبی کی ابتدائے حال میں بوجہ شورش عشق ہر طبقہ کے لوگوں کے ساتھ صحبت تھی۔ چونکہ علم لدنی سے بہرہ ور تھے اس

لیے ہر کوئی آپ کی طرف متوجہ ہوتا تھا اوران کے باطنی احوال کا معترف ہو جاتا تھا۔ حضرت قطبی ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ شرع سے ذرہ برابر بھی تجاوز نہ کرتے تھے۔

ہاں السعید من سعد فی بطن امہ

الخیر لا یؤخر

لطیفہ نمبر ۷: حضرت قطبی نے علم ظاہری اور کتب کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت قطبی کے والد حیات نہ تھے البتہ آپ کی والدہ محترمہ حیات تھیں جو آپ کی تحصیل علم سے بے توجہی پر اتنا رویا کرتی تھیں جیسے کوئی میت کے موقع پر بے تحاشا روتا ہو اور یہ الفاظ زبان مبارک سے بھی فرمایا کرتی تھیں کہ افسوس صد افسوس اگر یہ پڑھتے تو کامل دانشمند ہوتے کیونکہ طبیعت زیرک پائی ہے۔'' آخر کار حضرت قطبی کی والدہ اپنے بھائی قاضی والیان کے پاس گئیں وہ قصبہ ردولی کے حاکم تھے اور تھے بھی صاحب حال و کمال۔ ان سے جا کر شکایت کی کہ تمہارے بھانجا شیخ عبدالقدوس نے غلط راہ اختیار کر لی ہے۔ کتابوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے، تعلیم سے بالکل دلچسپی نہیں ہے۔ ان کو تنبیہ کرو تاکہ تعلیم کو ترک نہ کریں۔ قاضی مذکور نے حضرت قطبی کو بلا کر کہا ''کیوں نہیں پڑھتے ہو۔ میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔'' حضرت قطبی نے جواب دیا۔ ''الخیر لا یوخر'' (خیر میں دیر کیسی)۔ مشیتّ الٰہی سے اسی وقت کچھ مغنیہ (ڈومنیاں) عورتیں پہنچ گئیں اور کچھ کلام گانے لگیں۔ حضرت قطبی پر کیفیت و مستی عشق طاری ہوگئی اور رقص کرنے لگے یہ حالت دیکھ کر قاضی مذکور نے اپنی بہن کو سمجھایا کہ ان صاحبزادے کی حالت ہی کچھ اور ہے کوئی فکر نہ کرو۔ یہ سب بہتر رہیں گے۔ گو حضرت قطبی نے پڑھ کر علم حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ ویرانوں اور تنہائی میں ریاضت و مجاہدات میں عمر گزار دی تھی لیکن چونکہ ازل ہی سے صاحب علم تھے اس لیے علم لدنی کا دروازہ آپ پر اس طرح کھلا ہوا تھا کہ علم ظاہری اور

باطنی اس حد تک حاصل ہو گئے تھے کہ اس زمانہ میں علماء اور اساتذہ آپ کے سامنے دم مارنے کی سکت نہ رکھتے تھے اور بجز اطاعت و تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔

ہاں السعید من سعد فی بطن امه

شغلِ باطن

لطیفہ نمبر ۸: اس زمانہ میں حضرت شیخ خواجگی سدھوری یگانۂ روزگار عابد و زاہد خیال کیے جاتے تھے اور قصبہ سدھور میں رہتے تھے۔ حضرت قطبی ان کے زہد و عبادت سے بہت متاثر تھے۔ جب حضرت قطبی قصبہ سدھور تشریف لے جاتے تو ان سے ضرور ملاقات کرتے تھے۔ ایک دن حضرت قطبی نے ان سے ذکر کیا کہ میں نے تکمیل علم نہیں کی ہے۔ بالخصوص علم اصول تو بالکل نہیں آتا۔ کیا کروں؟ شیخ خواجگی نے فرمایا ''میاں جاؤ۔ شغلِ باطن میں مصروف رہو۔ اس راہ میں تمام اصول، فروع ہیں اور تمام فروع، اصول ہیں۔ کوئی مشکل باقی نہیں رہے گی۔'' اور فی الحقیقت ہوا بھی یہی۔ گو حضرت قطبی نے اساتذہ سے تعلیم حاصل نہ کی تھی تاہم اس حقیر فقیر کو نسخہ شاہی اور حسامی اور علم اصول پڑھایا کرتے تھے اور جب اس فقیر نے نسخہ کشف منار دہلی میں اساتذہ سے پڑھنا شروع کیا تو حضرت قطبی اس فقیر کے سبق کو دیکھ کر اس پر ایسی عجیب و غریب تحقیق فرمایا کرتے تھے کہ علمائے وقت ششدر رہ جاتے تھے۔ مولانا علاء الدین دانشمند ساکن ردولی کو ایک مرتبہ سبق دینے میں مشکل پیش آئی۔ اوّل انھوں نے اپنی اس دشواری کا ذکر میرے چچا شیخ عزیز اللہ دانشمند سے کیا اور پھر قاضی حماد دانشمند کے سامنے یہ مشکل پیش کی، لیکن مشکل حل نہ ہوئی۔ اس کے بعد یہ مسئلہ حضرت قطبی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت نے اسی وقت اس کلام کا مطلب اس خوبی سے بیان کیا کہ مطلق مشکل باقی نہ رہی اور یہ لاینحل مسئلہ حل ہو گیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ میرے بڑے بھائی حضرت حمید الدین کو بھی (جو سہرند میں مولانا

قطب الدین سے شرح منار پڑھتے تھے) دِقّت پیش آئی۔ بھائی صاحب قبلہ نے حضرت قطبی کی خدمت میں اپنی مشکل پیش کی۔ حضرت قطبی نے اس کو بھی فوراً حل کر دیا۔ مزید جب یہ حقیر نسخہ علم کلام میں شرح صحائف پڑھتا تھا، حضرت قطبی نے شرح صحائف کا مطالعہ شروع کر دیا اور اور بفضلِ خدا تمام شرح صحائف پڑھ کر اس کے حاشیہ پر عجیب وغریب تفسیر وتحقیق درج کر دی۔ افسوس کہ یہ نسخہ بھی اس فقیر کے پاس سے مغلوں کے حادثہ میں ضائع ہو گیا۔ گو حضرت قطبی نے ان کتب کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی تاہم ان کو علم لدنی اور فیض الٰہی سے ایسی استعداد حاصل تھی کہ ہر علم وموضوع پر حیران کن بحث وتحقیق فرمایا کرتے تھے۔

حضور نے بہت سی تصانیف کیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائے حال میں عوارف کا نسخہ ہمارے حجرے میں بطور برکت رکھا کرتا تھا۔ اس نسخہ میں ہمیں کوئی خاص دخل نہ تھا۔ آخر کار اس درجہ عروج حاصل ہوا کہ عوارف کی شرح آپ نے عربی میں تحریر کی اور اس پر عجیب وغریب اسرار ورموز تحریر کیے۔ اس لیے یہ نسخہ بہت مشہور ومقبول ہے۔

ہاں السعید من سعد فی بطن امه

ملک یونس دیوانے کی بشارت

لطیفہ نمبر ۹: علماء وفضلاء کے مسکن قصبہ رودلی میں چند صاحب کرامت دیوانے برہنہ رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا حضرت قطبی کی طرف بہت التفات تھا اور وہ حضرتِ قطبی کے صاحب کمال ہونے کی بھی بشارت کرتا تھا۔ منقول ہے کہ ملک یونس بھی ایک ایسا دیوانہ تھا جو برہنہ پھرتا تھا اور اس سے خوارق وکرامات بھی بہت ظاہر ہوتی تھیں۔ جب وہ حضرت قطبی کو دیکھتا تو ''یا زاہد، یا زاہد'' کہہ کر بلاتا اور کہتا کہ اپنے مصلّے کو اونچا کرو جیسا کہ سلطان ابراہیم بن ادہم نے کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم ادہم نے اپنا مصلےٰ ہوا میں بچھایا ہوا

تھا۔ واللہ اعلم۔ اور کبھی کبھی وہ یگانہ دیوانۂ حق آپ کو دیکھتا تو یہ شعر پڑھتا ؎

سید اگر روز نیابی تو زغوغائے قرب!

شب محرم عاشقاں شبباش طلب

"اگر دن کے شوروغل کی وجہ سے تجھے قرب میسر نہیں تو شب میں عاشقانِ شب باش کو تلاش کر"

اس شعر سے اس کا اشارہ اس کلام ربانی کی طرف ہوتا تھا: "اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیلاً o اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلاً o وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً o

کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی) کو پامال کرتے ہیں اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ایک دن اسی دیوانے ملک نے حضرت قطبی کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اگر خدائے تعالیٰ دوزخ اور جنت کو نہ بناتا تو لوگ خدا کی عبادت نہ کرتے۔" حضرت قطبی نے فرمایا "حق سبحانہ تعالیٰ کی ذاتِ باصفات و کمالات عبادت کیے جانے کی مستحق ہے کیونکہ وہ ہمارا الٰہ اور خالق ہے اور ہم بندے ہیں، بندوں پر مولیٰ کی عبادت لازم ہے۔ بہشت خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور دوزخ اس کا عدل ہے۔ اگر وہ فضل کرے تو بہشت میں لے جائے اور عدل کرے تو دوزخ میں ڈالے۔" دیوانہ مذکور یہ سن کر چلا گیا۔ ایک ایسا ہی اور بھی واقعہ ہے کہ ایک روز مذکورہ دیوانہ یونس راہ میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ حضرت قطبی کا بھی اس روز اسی راہ سے گزر ہوا۔ اسے اس حال میں دیکھا تو بچ کر نکل چلے۔ دیوانہ مذکور پیالہ کو شراب سے بھر کر ہاتھ میں لیے ان کی طرف بھاگا اور کہتا جا رہا تھا

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے

بسیار عمر باید تا پختہ شود خامے

''جیسے انسان میں پختگی کے لیے طویل عمر درکار ہے ویسے ہی صوفی کو عارف بننے کے لیے جام معرفت پینا ضروری ہے''

جب حضرت قطبی نے بچ نکلنا دشوار سمجھا تو پیالہ دیوانہ سے لے کر منہ کے قریب لے جا کر انڈیل دیا، تاہم چند قطرے حلق میں بھی چلے گئے۔ حضرت قطبی فرماتے تھے کہ اس میں شراب کا مزہ تھا نہ شراب کی بو۔ آخرالامر ان چند قطروں ہی کا اثر تھا کہ آپ کثیرالاحوال و اسرار ہوئے۔

دریائے عشق موجزن ہونا چاہتا ہے

لطیفہ نمبر۱۰: قصبہ ردولی میں ایک دیوانہ میاں تاجن نامی رہتا تھا۔ اس کی حضرت قطبی سے جب تنہائی میں ملاقات ہوتی تو ہوش وحواس کی باتیں کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ دیوانگی نام کو بھی نہیں ہے۔ اور جب کوئی دوسرا شخص آجاتا تو دیوانہ بن جاتا اور بے ربط باتیں شروع کر دیتا۔ ایک دن حضرت قطبی نے دریافت فرمایا کہ میاں تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا۔ کہنے لگا کہ ایک شب خواجہ خضر علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ ''دریائے عشق موجزن ہونا چاہتا ہے۔'' اس کے بعد سے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ یہ دیوانہ حضرت قطبی کے سامنے ادباً اتنا جھکتا کہ رکوع کی حالت میں ہو جاتا اور ہندی کے یہ الفاظ ''اونکھوری تیری'' کہتا ہوا گزر جاتا۔

پھیکہ نامی دیوانے کی بشارت

لطیفہ نمبر۱۱: پرگنہ ردولی میں ایک اور دیوانہ پھیکا نامی رہتا تھا۔ ایک روز حضرت قطبی کا ایک اور صوفی کی معیت میں اس کے قریب سے گزر ہوا۔ اس نے حضرت قطبی کو باکمال ہونے کی بشارت دی اور اس دوسرے صوفی کا چرمی تکیہ پکڑ کر کھینچا اور دھتکار دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت قطبی مقرب بارگاہِ الٰہی اور صاحب کمال ہوئے اور وہ صوفی راہِ تصوف ترک کر

کے فوج میں پیادہ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ مردانِ خدا کی زخم رسانی سے محفوظ رکھے۔

شیخ العالم احمد عبدالحق سے نسبت اویسی

لطیفہ نمبر۱۲: جب حضرت قطبی پر سودائے عشق اور جذبۂ باطن کا غلبہ ہوا تو سلسلۂ تعلیم ترک دیا۔ قصبہ رودلی سے نکل گئے اور ایک سمت کو روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص حضرت قطبی کے سامنے آیا اور پوچھا ''کہاں جاتے ہو۔'' فرمایا ''طلب خدا میں'' اس شخص نے کہا۔ ''تو پھر شیخ احمد عبدالحق کے در پر پہنچو'' حضرت قطبی واپس ہو گئے اور حضرت قطب عالم شیخ احمد کی خانقاہ میں پہنچے اور دیکھا کہ شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق کے خادم مسعود بک کا دیوان پڑھ رہے ہیں۔ جب انھوں نے حضرت قطبی کو دیکھا تو خاموش ہو گئے اور کتاب کو بند کر دیا۔ جانتے تھے کہ حضرت قطبی کے آباء واجداد مفتیان علمائے شرع ہوئے ہیں اس لیے انھوں نے حضرت قطبی نے روبرو دیوان مسعود بک کا پڑھنا مناسب نہ سمجھا۔ مختصراً یہ کہ جب حضرت قطبی نے فرمایا کہ میں بھی علم توحید کا خواہشمند ہوں۔ اسی کی طلب میں اس آستانے پر حاضر ہوا ہوں۔ تب وہ حضرت قطبی کے جذبۂ عشق سے باخبر ہوکر ان کے ساتھ شیر وشکر ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت قطبی کی تمام تر صحبت ''شیخ پیادہ'' کے ساتھ رہتی تھی۔ البتہ پرورش باطنی حضرت شیخ قطب العالم احمد عبدالحق کرتے تھے۔ گو حیاتِ ظاہری میں آپ کو نہ دیکھ سکے تھے تاہم حیات باطنی سے کامل فیض پا رہے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت قطب العالم احمد عبدالحق آپ کے باطنی معاملات میں مدد و معاون رہتے تھے اور صراط مستقیم پر چلنے کی بہرصورت تلقین کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت قطبی کا معاملات باطنی میں مسلسل ربط قائم رہتا تھا اور حضرت احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے جمال وکمال سے استفادہ کرتے تھے۔

حضرت قطبی فرماتے تھے کہ میں مقبروں، بیابانوں اور حجروں میں تنہا مشغول باطن رہتا تھا اور

آس پاس بھی کوئی نہ ہوتا تھا۔لیکن جب تہجد یا دوسری نمازوں کا وقت آتا تو حضرت قطب عالم شیخ احمد عبدالحق کی ولایت آموجود ہوتی اور حق حق کی آواز سن کر میں بیدار ہو جاتا اور مطلق غفلت نہ رہتی تھی اور میرے ساتھ یہ معاملہ کبھی ختم نہ ہوتا۔

ہاں السعید من سعد فی بطن امه

شیخ محمد کے ہاتھ پر بیعت

لطیفہ نمبر ۱۳: حضرت قطبی کی ارادت کا قصہ یہ ہے کہ حضرت شیخ محمد عارف بن شیخ احمد عبدالحق حضور قطبی کے ہم عمر تھے اسی لیے حضرت قطبی کما حقہ ان کی طرف متوجہ نہ تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی دوسری جگہ بیعت کریں۔ ہر بار حب وہ کسی دوسری جگہ منسلک ہونے کا ارادہ کرتے تو حضرت شیخ قطب العالم احمد عبدالحق کی روح مبارک حارج ہوتی اور کہتی کہ تو ہماری ملک ہے کسی اور جگہ مت جا"۔یعنی تیرا باطنی روحانی حصہ ہمارے یہاں ہے، کہیں اور جا کر بیعت کرنا بے سود ہوگا۔آخرالامر جب اسی طور طوالت و مزاحمت ہوئی تو حضرت قطبی سمجھ گئے کہ فی الواقع میرا حصہ یہیں ہے لیکن عالم ظاہری میں کسی کے ہاتھ پر بیعت تو کرنی ہی چاہیے۔ اس وقت حضرت قطب العالم شیخ عبدالحق زنداں پیر با جسم ظاہری تشریف لائے۔ فرمایا "کیا تجھے اب بھی شبہ ہے، ہمیں مردہ سمجھتا ہے۔ کہیں جانے کی ضرورت ہے، تُو ہماری ملک ہے" اور اسی وقت اپنے پوتے شیخ محمد کے حوالے کر دیا اور حضرت قطبی شیخ محمد ہی سے مرید ہوئے۔ گو حضرت شیخ محمد، حضرت قطبی کے پیر تھے تاہم وہ حضرت قطبی کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

ہاں السعید من سعد فی بطن امه

تانسوزی بر نیاید بوئے عود

لطیفہ نمبر ۱۴: حضرت قطبی نے روضہ قطب قطب المشائخ مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق اوران کی خانقاہ کی جاروب کشی، ایندھن کی فراہمی اور صفائی کی کل خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ چلہ کشی اختیار کر لی تھی۔ جب خورونوش کے بغیر مدت گزر گئی اور اندرونی آگ بھڑک اٹھی تو خون جاری ہو گیا۔ جو سانس خارج ہوتا اس سے جلے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس شعر کی حقیقت کا ذاتی طور پر معائنہ ومشاہدہ کیا ہے۔

تانسوزی بر نیاید بوئے عود
پختہ داند کیں سخن ہر خام نیست

"یہ بات پختہ اور تجربہ کار آدمی جانتا ہے کہ عود کی بُو اس کو جلائے بغیر نہیں آتی۔ اس لیے کہ یہ نا تجربہ کار آدمی کا کام نہیں ہے۔ یعنی تحصیل وعرفان حق کے لیے آتشِ عشق میں سوختہ اور کباب بننا بہت ضروری ہے۔"

آخر کار آپ کے شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ جوان آتشِ عشق سے جل چکا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جان جسم سے نکل جائے گی۔ آگ سر میں سے خارج ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ موسم سرما تھا، برف پڑ رہی تھی۔ چند برتن ٹھنڈے پانی کے سر پر ڈالنے سے سر میں خنکی نہ پیدا ہوتی تھی بلکہ ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جیسے گرم برتن پر پانی ڈالنے سے آواز پیدا ہوتی۔ کافی دیر تک سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنے سے کچھ خنکی پیدا ہوتی تھی۔ اس وقت آپ کو ٹھنڈے پانی اور شربتوں کا استعمال کرایا گیا اور سخت ریاضت سے روکا گا تا کہ آپ ہلاکت سے محفوظ رہیں۔ ہاں اللہ کو چاہنے والوں نے اس کی راہ میں اپنے نفس سے جنگ کی ہے۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے۔

رباعی

تانشود مغز سر زیر پا　　کے برسد کس بدرِ کبریا
ہم برسی نیز اگر احمدی　　سہل شدہ رنجِ تویا مرحبا

"جب تک کھوپڑی سے بھیجا نکل کر پاؤں میں نہ آجائے، اللہ کے در پر نہیں جاسکتا۔
اگر تو احمدی ہے تو تُو بھی پہنچ جائے گا۔ مبارک ہو تیری مشکل آسان ہوگئی"۔

حضرت قطبی کی شادی کا قصہ

لطیفہ نمبر ۱۵: حضرت قطبی کے شادی بیاہ کا قصہ بھی عجیب ہے۔ حضرت قطبی کا بیوی بچوں کے جھنجھٹ میں پڑنے کا بالکل ارادہ نہ تھا۔ پختہ ارادہ کیے ہوئے تھے کہ مجرد زندگی دشت و کوہ و بیابانوں میں گزاریں گے اور مریں گے تو ایسی جگہ کہ کسی کو نام ونشان تک معلوم نہ ہو۔ آپ کی یہ کیفیت تجرید و توحید کے باعث تھی۔

منقول ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم عالمِ تجرید و توحید کی شورش اور غلبہ کے سبب چند بار ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے تاکہ خود کو پہاڑ سے گرا کر پارہ پارہ کرلیں اور بے نام ونشان ہوجائیں لیکن جبریل علیہ السلام آتے تھے اور حفاظت کرتے تھے۔ مختصراً چونکہ شادی اور عیال داری ازل ہی سے مشیت ربی سے آپ کے لیے مقرر تھی اس لیے اس کے آثار بھی ظاہر ہوگئے۔ بندگی شیخ عارف کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی ایک سیدزادے سے بیاہی گئی تھیں مگر یہ شادی ناموافق رہی۔ کہتے ہیں سیدزادہ مذکورہ شراب خور اور فاسق تھا جبکہ صاحبزادی صالحہ و عابدہ تھیں۔ اس ناکام شادی کے بعد سے بندگی اُم کلثوم (لڑکیوں کی والدہ) نے دل میں نیت کرلی تھی کہ دوسری لڑکی کی شادی وہاں کروں گی جہاں کے لیے حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق اجازت دیں۔ پھر حضرت بندگی اُم کلثوم نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قطبی سماع سن رہے ہیں اور حضرت کا پاؤں

شکستہ ہے۔ شیخ احمد عبدالحق موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ام کلثوم اس بچہ کو اپنی گود میں لے لو اور پرورش کرو۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو خود خواب کی تعبیر اس طرح لی کہ پاؤں کی شکستگی سے مراد یہ ہے کہ یہ بچہ درویش کامل ہوگا اور حق کے علاوہ کسی اور کے در پر نہ جائے گا اور شکستہ پاؤں مصلے کی زینت بنے گا۔ گود میں لینے اور پرورش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچی اس کے عقد میں دے دی جائے۔

اس خواب کی بناء پر تحریک رشتہ شروع ہوئی۔ ان دنوں حضرت شیخ محمد (آپ کے پیرومرشد) کے گھر لڑکے کی ولادت ہوئی۔ اس وقت آپ کپڑے دھونے کی غرض ہی سے گئے ہوئے تھے۔ مریم نامی کنیز کو آپ کو بلانے کی غرض سے بھیجا گیا تا کہ آپ آکر بچہ کے کان میں اذان دے دیں۔ اس وقت اس کنیز نے آپ سے شادی بیاہ کرنے کی بات چھیڑ دی۔ ادھر حضرت قطبی کو اس سے حد درجہ بیزاری تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ خلق سے یکسو ہو کر اپنے دوست (اللہ) کے ہو رہیں۔ اپنے شادی بیاہ کی بات تک سننے کو تیار نہ تھے۔ پیر کے گھر میں آئے اور بچہ کے کان میں اذان دی۔ اور اپنے پیر کے حضور میں اپنی شادی نہ کرنے کے متعلق بھی اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ میاں تمہارے اختیار میں کیا ہے؟ حضرت قطبی نے عرض کیا میں آپ کے ہاتھ کا ڈھیلا ہوں آپ سالم رکھیں یا توڑیں آپ کو اختیار ہے۔

شیخ محمد جی نے پھر فرمایا ''اگر مشیت الٰہی ہی میں تمہاری زوجیت منظور ہے تو ایسا موقع کہاں ملے گا کہ یہ ضعیفہ شیخ محمد کی بہن شیخ عارف کی بیٹی اور قطب عالم شیخ عبدالحق کی پوتی ہے۔''

اس پر حضرت قطبی خاموش ہو گئے اور چونکہ نوشتہ ازل تھا اس لیے شادی ہوئی۔ شادی کی رات کو نوشہ کا جوڑا (لباس) حضرت قطبی کے والد کے گھر بھیجا گیا۔ اس وقت بھی حضرت قطبی اپنے پیر کے گھر میں آب کشی اور جاروب کشی اور دیگر امور کی انجام دہی میں مصروف تھے۔ آپ کے والد کے گھر سے چند آدمی آئے اور آپ کو پکڑ لے گئے۔ غسل کرا کر دولھا کا لباس پہنایا۔

خلق خدا میں دھوم مچ گئی کہ دیوانہ کی شادی ہو رہی ہے۔ بے حد خلق خدا جمع ہو گئی۔ نکاح کے بعد آپ کو دلہن کے گھر لے جایا گیا اور ہندوستان کے رواج کے مطابق ''جلوہ'' کی رسم شروع ہوئی۔ ڈومنی نے گانا شروع کیا۔

مکھ کھول دولھا شہ دیکھا لوری
اس گھونگھٹ کی کارن شہ ہانہ مروری

ہندی کے ان اشعار پر حضرت قطبی کو حال و وجد طاری ہو گیا۔ عشق حقیقی کی گرمی بڑھ گئی۔ تختِ عروسی سے گر گئے اور وجد و رقص کرنے لگے۔ شادی کے کپڑے اسی وقت پارہ پارہ کر دیے۔ کسی سوختہ عشق نے کیا خوب کہا ہے!

طاقیم کہ باغیر خدا جفت نہ گردیم
زوجیت و شہوات و ہوا را نشناسیم

''ہم فرد واحد ہیں۔ خدا کے سوا ہمارا کسی سے تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ ہم ہوسِ نفس سے آشنا نہیں ہیں''

اُس وقت لڑکی کی والدہ بندگی ام کلثوم کو خلق برا کہنے لگی کہ اپنی بیٹی کو دیدہ و دانستہ کیوں دیوانے کے سپرد کر دیا۔

حضرت اُم کلثوم نے جواب دیا: ''نوشتۂ ازل یہی تھا۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔''

خود اختیاری فقر و فاقہ

لطیفہ نمبر ۱۶: ابتدائے حال میں حضرت قطبی کو خلق سے بہت بیزاری تھی گو بظاہر عقد ہو گیا تھا مگر سب سے کھنچے رہتے تھے۔ دنیا سے اس حد تک یکسوئی اختیار کر لی تھی کہ آباو اجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی جائیداد کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ فقر و فاقہ کے باوجود یادِ خدا میں محو رہتے تھے۔

میرے بڑے بھائی حمید الدین حضرت قطبی کے سب سے بڑے صاحبزادے ان ایام میں کم سن تھے۔ عالم یہ تھا کہ دو یا تین روز کے بعد کھانا میسر ہوتا تھا۔ جب ان کو بھوک زیادہ ستاتی تو اپنی والدہ سے کھانا مانگتے تھے۔ والدہ فرماتیں کہ اپنے والد سے مانگو۔ میرے بڑے بھائی حضرت قطبی کے سامنے جا کر کہتے ''ابا جی بھوک شدید لگ رہی ہے، برداشت نہیں ہوتی۔'' حضرت اس خیال سے ان کی طرف توجہ نہ کرتے کہ کہیں باپ کی محبت جوش میں نہ آجائے اور بیٹے کے لیے روزی کمانے کی کوشش درِ حق سے نہ ہٹادے یا مشاغل باطنی میں خرابی نہ پیدا ہو جائے۔

بندگی شیخ حمید الدین معصومیت سے بھوک کی شکایت کیے جاتے تو حضرت قطبی جواب دیتے ''بیٹے انشاء اللہ بہشت میں جا کر کھانا کھائیں گے۔'' اس کے بعد بندگی برادر بزرگ پھر والدہ کے پاس آ کر کہتے۔ ''اماں ابا جی نے تو بہشت میں جا کر کھانا کھانے کو کہا ہے۔ کہاں ہے بہشت وہاں کب چلیں گے۔'' اس پر والدہ محترمہ بیٹے کی محبت میں رونے لگتیں اور فرماتیں'' آج اللہ کے حکم سے ہمارے نصیب میں یہی ہے۔ دیکھیں کل کیا ہوتا ہے۔''

راہ وصال دوست کے رائگاں ندید
آنکس کہ دید ہر دو جہاں درمیاں ندید

''اللہ کے کسی بھی طالب نے اس کی راہ کو بے سود نہیں پایا جس نے اللہ کو پایا تو اس وقت جب دونوں جہانوں کو اپنی راہ سے نکال دیا''

حضرت قطبی نے خود کو عزیزوں اور رشتہ داروں سے ایسا کھینچ لیا تھا کہ عزیزوں رشتہ داروں کے یہاں کسی تقریب کے سلسلے میں مٹھائی یا اور کھانے پینے کے چیز تقسیم ہوتی تو حضرت کے گھر نہ آتی۔ جب کسی کو یاد آتا کہ حضرت شیخ کے گھر حصہ نہیں بھیجا گیا ہے تو کہتے کہ ''ہاں بھول گئے ہیں۔'' الغرض حضرت شیخ نے خود کو سب سے لاتعلق کر لیا تھا کہ لواحقین حضرت شیخ کے گھر بھول جاتے ہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

هجرت الخلق طرانی سوا کا　　وایتمت العیال لکی ارا کا

ولو قطعتنی فی الحب اربا　　لما من الفواد الیٰ سوا کا

''میں نے تیری خاطر خلق کو چھوڑ دیا اور تیرے دیدار کے لیے اپنے اہل وعیال سے رشتہ منقطع کرلیا، تو نے اگر میری محبت کو منقطع بھی کر دیا تب بھی میرے دل میں تیری محبت کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا''۔

آنکہ خدمت کرد او مخدوم شد

لطیفہ نمبر ۱۷: حضرت قطبی راہِ حق میں برسوں جان کی بازی لگا کر استادوں کی خدمت کرتے رہے اور خاک چھانتے رہے اور بہت دشواری اور ذلت اٹھا کر صاحب کمال ہوئے۔ یہ نہ سمجھنا کہ راہِ حق کو تن آسانی، نفس پروری، لذت اندوزی اور شہواتِ نفسانی کے باوجود آسانی سے سر کیا جاسکتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے:

جانباز کہ وصل او بدستاں ندہند

شیراز قدحِ شرع بمستاں ندہند

''مراد یہ ہے کہ تن آسانی چاہنے والوں کو وصل خدا نہیں ملتا۔ جس طرح شرع کے پیالے سے مستوں کو دودھ نہیں ملتا۔ اس لیے اپنی جان کی بازی لگا دے اگر وصل خدا مطلوب ہے''

حضرت قطبی فرماتے تھے کہ میں نے عمر پانی بھرنے، جھاڑو دینے، لکڑیاں کاٹنے اور بہت سی دوسری خدمات کرتے بسر کر دی۔ یہاں تک کہ لپائی کی خدمت تمام دن کرنی پڑتی اور اس دوران میرے مربی مجھے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن مرشد کے گھر کے تمام کپڑے سر پر اٹھا کر حوض پر لے جاتا اور دھو کر واپس لاتا۔ اس طرح ہر کام کے لیے حتیٰ کہ استنجا کرنے کے لیے بھی وقت مقرر تھا اور اس تمام اہتمام کا مقصد یہ تھا کہ عدیم

الفرصتی کی وجہ سے غفلت سے بچا رہوں۔ وقت ضائع نہ ہو اور نفس اور شیطان غلبہ نہ پا سکے۔
اور یہ چیز اسی کو نصیب ہوتی ہے جو ازل ہی سے مبارک اور سعید ہو۔

مجاہدۂ نفس

لطیفہ نمبر ۱۸: ایک مرتبہ حضرت قطبی کے پاس پہننے کے لیے کپڑے نہ رہے۔ حضرت کے بڑے بھائی بندگی شیخ عبدالمالک عرف میاں شیخ نے اپنی پشواز پہنا دی جو ریشمی کپڑے کی بنی ہوئی تھی۔ اعلیٰ کپڑا میلا ہو جائے تو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت قطبی کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہو۔ اس لیے اپنے پیر سے اس کے دھونے کی اجازت طلب کی۔ پیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر درخواست کی، کوئی جواب نہ ملا۔

حضرت قطبی فرماتے تھے کہ شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا اور میں نے تیسری مرتبہ پھر درخواست کی جبکہ تقاضائے ادب کی رو سے پیروں اور استادوں سے دو مرتبہ جواب نہ ملنے پر تیسری مرتبہ درخواست نہیں کرنا چاہیے۔ پیر و مرشد سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ ''اس ریشمی لباس نے تجھے خراب کر دیا ہے۔ تیرا نفس موٹا ہو گیا ہے۔ عیش و آرام کا طالب ہے۔'' غرض انھوں نے سخت ملامت کی۔ حضرت قطبی نے اس لباس کو اتار دیا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

حضرت قطبی فرمایا کرتے تھے جو رنج و مشقت اس راہ میں ہم نے اپنے استادوں و راہبرانِ طریقت کے حضور اٹھائی اور پھر اس راہ میں ثابت رہے وہی اگر آج طالبانِ حق کے لیے روا رکھیں تو وہ برداشت نہ کر سکیں گے اور راہ پر قائم نہ رہ سکیں گے اس لیے ان کی ہمت اور طلب کے مطابق دیا جاتا ہے۔''

تجرید و تفرید

لطیفہ نمبر ۱۹: حضرت قطبی کے پاس شروع ہی سے اس فقیر رکن الدین (خاکروب

آستانہ حضرت قطبی) کی ولادت کے وقت تک پہننے کے لیے کپڑے نہ تھے۔آپ کے گلے میں پیوند لگی ہوئی گدڑی رہتی تھی۔ اسی طرح پاجامہ اور ٹوپی بھی پیوندکاری کا مرقع تھی۔ چنانچہ اسی کو پہن کر اپنے معمولات اوراد و وظائف ادا کرتے تھے اور ایک دو ٹانکے لگا کر استعمال کر لیتے تھے۔

حضرت کی عادت شریف یہ تھی کہ کپڑوں کے ٹکڑے، خاک کے ڈھیر نالیوں اور گلیوں سے جمع کر لیتے اور پھر ان کو دھو کر پاک صاف کر کے اور جوڑ کر اپنا کوئی کپڑا خود ہی سی لیا کرتے تھے۔حضور کا خرقہ مبارک اس زمانہ تک موجود ہے۔ **الحمد لله علی ذلک.**

حضرت قطبی کا حضرت شیخ خواجگی سدھوری پر بڑا اعتقاد تھا جو اپنے وقت کے زبردست عابد و زاہد شمار کیے جاتے تھے۔گاہے گاہے ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ چونکہ شیخ خواجگی آپ کو ہمیشہ ہی پیوند دار گدڑی پہنے ہوئے دیکھتے تھے اس لیے ایک روز انھوں نے فرمایا "بعض سالکوں میں ریا اور نفسانیت گدڑی سے بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر انھیں کوئی کپڑے پہننے کو کہے اور گدڑی کے استعمال سے روکے تو ان کو انتہائی شاق گزرتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو ایسا کرنے والوں کو تیغ سے ٹکڑے کر ڈالیں۔اس پر حضرت قطبی کو خیال ہوا کہ اگر کپڑا میسر آ جائے تو لباس بنا کر پہن لیں۔بعض دوستوں اور مریدوں نے مل کر کچھ رقم جمع کی اور دس گز کپڑا آپ کے لباس کے لیے خرید لائے۔ حضرت قطبی نے اس لباس کو پہنا اور جب وہ پھٹ گیا تو پھر وہی گدڑی پہن لی۔ کیونکہ تنگدستی حد درجہ تھی اور دوبارہ کپڑا مہیا نہ ہو سکا تھا۔

بندگی والدہ صاحبہ کے پاس اپنے جہیز کے گلوبند کا چند تولہ سونا رکھا تھا اور وہ بھی حضرت قطبی سے خفیہ رکھا ہوا تھا، اسی خیال سے کہ تنگدستی اور فقر بہت زیادہ ہے اگر یہ سونا استعمال سے بچ رہے تو فرزند حمید الدین کے کارِ خیر میں کام آ جائے گا اور سرخروئی ہو گی۔ ادھر حضرت قطبی کی کیفیت تجرید و تفرید کے باعث ان کے لیے گھر میں سونے کی موجودگی

ناقابلِ برداشت تھی اور انھیں اس سے کراہت تھی۔ ایک روز انھوں نے یہ بات شیخ سدھوری کے روبرو بیان کر دی اور کہا کہ ''تجرید و تفرید'' کا اختیار کرنا تو میرے راستے کی شرط ناگزیر ہے۔ میں چاہتا ہوں اس سونے کو گھر سے دور کر دوں مگر شیخ حمید کی والدہ اس کے لیے تیار نہیں ہوتیں۔''

حضرت شیخ خواجگی سدھوری نے فرمایا ''ہائے ہائے اس خیال کو دل سے نکال دو اور اس ضعیفہ کو ناحق رنجیدہ مت کرو۔ تمہارا اس سونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تجرید و تفرید تمہاری اپنی ذات کے لیے مختص ہے۔ دوسروں سے اس کا کیا تعلق۔ اس سلسلے میں تم ان سے کچھ نہ کہو۔ سبحان اللہ کیا ہمت تھی ان کی اور حضورِ حق سے انھیں کیا توفیق عطا ہوئی تھی۔

ریاضت، مجاہدہ، تقویٰ و طہارت

لطیفہ نمبر ۲۰: حضرت قطبی نے اس درجہ ریاضت و مجاہدہ کیا تھا کہ ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہے اور اس پر یقین کرنا بھی محال ہے۔ آپ کا حجرہ بکثرت سانپ، چوہے، چیونٹیوں اور حشرات الارض کا مسکن تھا اور اکثر سانپ رینگتے ہوئے نظر آتے تھے لیکن کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔

حضرت اپنی عبادت میں کوئی تخفیف نہیں کرتے تھے۔ نہ نماز روزوں میں نہ ذکر و زہد و تقویٰ میں۔ حد درجہ توکل تھا۔ ابتدائے حال میں ہر قسم کی عبادت کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بازار کے عام قصابوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے۔ شبہ کی وجہ سے اس کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک قصاب کے مرید ہو جانے کے بعد جب اس نے نہ صرف یہ کہ احکام ذبح سیکھ لیے بلکہ ان پر عامل بھی ہو گیا، تب کبھی کبھی اس قصاب کے یہاں کا گوشت کھا لیا کرتے تھے۔ آبِ چاہ سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ آبادی سے دور ایک بڑا حوض تھا اس کا پانی استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح ہر لقمۂ خوراک اور کپڑے کے استعمال میں بھی بہت محتاط تھے۔ آفریں ہے بندگانِ خدا اور ان کی دینداری پر۔

چار سو رکعت نوافل دن میں اور چار سو شب میں

لطیفہ نمبر ۲۱: ابتدائے حال میں حضرت قطبی کو اہتمام عبادت کا بہت ذوق تھا۔ فرماتے تھے کہ ادائیگی فرض، سنن، اوراد و وظائف کے علاوہ چار سو رکعت نوافل دن میں اور چار سو شب میں باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ خرقہ مبارک اور پاجامہ کا کپڑا استعمال کثرت کی وجہ سے پارہ پارہ ہو جاتا تھا۔ موسم سرما میں برف پڑتی تھی۔ پاؤں اور پنڈلیاں پھٹ جاتی تھیں۔ اس کے باوجود حضرت بے تکلف نماز کی ادائیگی میں مصروف رہتے تھے۔ جب نفس کو گرمی حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کو تسلی دیتے کہ چند دوگانہ اور ادا کر لیں، پھر آگ تاپیں گے اور اس طرح متواتر عبادت میں مصروف رات گزر جاتی۔ البتہ بعض معتقدین جو اِس حال سے واقف ہو گئے تھے کبھی کبھی برتن میں آگ ڈال کر آپ کے پیچھے رکھ دیتے تھے کہ کچھ تو گرمی پہنچتی رہے۔ بالعموم حضرت عبادت میں ایسے محو ہوتے کہ گرمی سردی کا احساس ہی نہ ہوتا تھا۔

ذکر جہر اور مراقبہ توحید و فنا

لطیفہ نمبر ۲۲: حضرت قطبی ذکرِ جہر بکثرت کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ذکر جہر کرتے ہوئے سالہا سال گزر گئے تھے۔ دستور یہ تھا کہ بعد نمازِ عشاء ذکر جہر شروع ہوتا تھا اور تمام رات اس میں گزر جاتی تھی، یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی تھی۔ اس مسلسل ذکر کی وجہ سے دوستوں اور معتقدین کو حد درجہ تکان ہو جاتی اور ذکر کرنے کی سکت نہ رہتی تھی لیکن حضرت قطبی اپنا معمول پورا کر لیا کرتے تھے۔

حضرت قطبی مراقبہ توحید و فنا بھی مدت دراز تک کرتے رہے۔ حضرت باعتبار مشرب حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق مراقبہ توحید و فنا کا شغل کیا کرتے تھے۔ اور اس میں

مصروفیت کے دوران محویت کا یہ عالم ہوتا کہ اس میں ایک پہر یا اس سے بھی زیادہ وقت گزر جاتا اور حضرت دنیا و مافیہا سے اور خود اپنی ذات تک سے بے خبر رہتے ۔ اور آپ کا سرِ مبارک جھکتے جھکتے رکوع کی حالت کو پہنچ جاتا، تب آپ ہوشیار ہوتے ۔

مستی و بے خودی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ جس راہ سے بھی گزرتے، خلقِ خدا راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتی اور کہتی تھی ''ہٹو ہٹو وہ دیوانہ مست آ رہا ہے، ایسا نہ ہو کوئی سخت جملہ اس کے منہ سے نکل جائے ۔'' چند برس حضرت قطبی کی یہی حالت رہی ۔

غلبۂ سلطانِ ذِکر

لطیفہ نمبر ۲۳: ابتدائے حال میں حضرت قطبی پر سلطانِ ذکر کا بے حد غلبہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے ''ہم سمجھتے تھے کہ شاید ہماری عقل سلب ہو کر جذب وجنون کی حالت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ ساعت بساعت سلطان ذکر متواتر وارد ہوتا تھا اور اس میں سے فرصت نہ ملتی تھی۔''

سلطانِ ذکر، وارداتِ غیبی اور مخصوص حالت کا نام ہے جو حضرت مخدوم کے مسلک سے بالخصوص متعلق ہے۔ اس کے ذاکر چند سالک ہی ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کسی نے اس بارے میں کوئی خبر دی ہے یا نہیں۔ البتہ صاحب رسالہ فتوحات مکیہ، حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اس ضمن میں جو کچھ لکھا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیا جائے گا۔ سلطانِ ذکر کی زبردست ہیبت و دبدبہ ہوتا ہے۔ گویا اس کے وِرد سے انسان سے دنیاوی آلائش پاک و صاف ہو جاتی ہے۔

اذا زلزلت الارض زلزالھا ○ واخرجت الارض اثقالھا ○ وقال الانسان مالھا ○

''جب زمین اپنی سخت جنبش ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور انسان اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے''

یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔اس کا وُرود بیداری وخواب کی درمیانی حالت سے شروع ہوتا ہے اور حواسِ ظاہری کمزور ہو جاتے ہیں۔لیکن جب شغلِ باطن حاوی ہو جائے تو پھر بیداری وخواب میں زیادہ فرق باقی نہیں رہتا اور پھر ساعت بہ ساعت عین بیداری کی حالت میں یہ ذکر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

ابتدا میں اس ذکر سے خوف و ہیبت طاری ہوتی ہے۔لیکن اس کا تواتر ایک انس سا تواتر پیدا کر دیتا ہے اور خوف کم ہوتا ہے اور یہ عالم ہوتا ہے کہ طالبِ حق کو ہر دم اسی کی خواہش اور اس کا اشتیاق رہتا ہے۔اس حالت میں طالبِ حق سے دنیا و مافیہا کا شعور ختم ہو جاتا ہے۔البتہ اپنی ذات کا شعور باقی رہتا ہے اور اس کو احساس ہوتا ہے کہ مجھ پر وُرودِ ذکر اور حال کا غلبہ ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کو خود کا بھی احساس نہیں رہتا اور انتہائی محویت میں غرق ہو جاتا ہے اور اس سے فنا الفنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

سبحان اللہ یہ دولت کسی سعیدِ ازل ہی کو ملتی ہے اور وہ جو کچھ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں وحی کے بارے میں فرمایا ہے کہ **مثل صلصلة الجرس وهوا شد على فيصفم عنى و قد وعيت عنه ما قال واحيانا يتمثل لى الملك رجلا فيكلمنى فاعى ماقال قالت عائشةؓ ولقد رايته ينزل عليه الوحى فى اليوم الشديد البر فيصفم عنه وان جبينه ليتفصد عرفا.**

مطلب یہ ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ پر وحی کس طرح آتی ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''کبھی کبھی مجھ پر وحی گھنٹہ کی آواز کی طرح ہے اور یہ سخت اور دشوار تر نزولِ وحی ہے۔اس کے بعد وہ آواز مجھ سے جدا ہوتی ہے اور میں اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہتا ہوں کہ وہ کیا کلام کرتی ہے۔اسی وقت ایک فرشتہ شکل انسانی میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ فرشتہ مجھ سے کہتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔'' اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''بیشک بالتحقیق

میں نے دیکھا کہ موسم سرما کے ایام میں ان پر وحی کا نزول ہوتا۔ اس کے بعد وحی کا نزول منقطع ہو جاتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگتا۔''

اس حالت میں حرارت باطنی جوش میں آ جاتی ہے اور ظاہری سردی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ عین سردی میں کامل گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور جسم سے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے اور یہ جو رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ''اشد علی'' فرمایا لاریب، درست اور سچ ہے۔

جو کچھ فرمایا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ عین صدق ہے لیکن اہل معاملہ کے علاوہ کوئی اس راز کو کما حقہ نہیں جانتا۔ اس عالم میں جو تکلم ہوا اس کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں وحی نام ہوا اور اولیاء کے حق میں اسے الہام کہتے ہیں۔ الغرض سلطانِ ذکر کی کیفیت کا بیان مشکل ہے کیونکہ اس عالم غیب کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ ورودِ سلطانِ ذکر میں گھنٹے کی سی آواز پیدا ہوتی ہے اور جب زیادہ اونچی اور طاقتور ہوتی ہے تو بجلی کی کڑک بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت آواز پیدا ہوتی ہے۔

اس خیال سے کہ شاید طالب صادق کو شوق پیدا ہو جائے اور وہ اس کی تحقیق میں جدوجہد کر کے اس کا معائنہ و مشاہدہ کر سکے اس کی حقیقت مثال و نظیر سمجھاتا ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک خزاں رسیدہ درخت کو نہایت تند و تیز ہوا کا طوفان نہایت خوفناک آواز سے آ کر گھیر لے اور اس کو بیخ و بن سے ہلا ڈالے۔ حتیٰ کہ اس کی زمین دوز جڑوں کو بھی ہلا کر رکھ دے اس کی شاخوں اور پتوں کو بھی سلامت نہ چھوڑے اور تمام درخت کو دائیں اور بائیں سے جھنجھوڑ ڈالے۔ بس کچھ ایسی ہی حالت ذاکر کے جسم کی بھی ہو جاتی ہے۔

نیز جیسے کہ بجلی اپنی پوری آواز سے کڑکے اور اس کی غضبناک آواز کانوں میں بھر جائے اور خوف وہراس کی یہ کیفیت پیدا ہو جائے گویا کہ زمین و آسمان سر پر گر رہا ہے اور اس حالت میں جسم کانپنے لگے لیکن چونکہ بجلی کی کڑک اور جسم سے باہر ہوتی ہے اس لیے اس سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو سلطانِ ذکر سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بذاتہٖ جسم سے پیدا ہوتا

ہےاور ذاکر کو اس درجہ لرزہ براندام کرتا ہے کہ جسمانی تمام کثافتیں اور آلائش صاف ہو جاتی ہے۔ یا یوں سمجھو کہ کوئی کمزور آدمی ایک عظیم دریا کے طوفان میں گر جائے اور پانی کی روانی کی مہیب آواز اس کے کانوں میں بھر جائے جس سے اسے کچھ بھی نہ سنائی دے اور پانی کی خوفناک موجیں اس کے جسم کو موت سے ہمکنار کریں تو گویا ذاکر جسم میں اسی طرح ذکر پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

رسالہ فتوحات مکیہ کی روایت یوں ہے:

قال الشیخ نجم الدین ابکریٰ ان للذکر وان کان بمجرد اللسان سلطان عظیما ولا کنه یظهر عند الوجود ای عند وجود نفسه و شعور ذاته مع الحواس الظاهر لقوة احتجابه من سلطان الذکر فاذا عری السیارعن عن الوجود بالنوم وبالغیبة عند ضعف الوجود ظهر سلطان الذکر وهو نور یقع علیه من فوق اومن وراء اومن قدام فیتزلزل وینقض ویقول عند ذلک ضرورة لمخافتة لا اله الا اللّٰه ویجد شدةً وقوة عظیمه حتی انه یسجدوا نیب حینئذٍ الی اللّٰه تعالیٰ ویسلم و یؤمن هذا بقدر خدمته للذکر ومواظبته علیه واین بیان ادنیٰ ظهور سلطان ذکر.

شیخ نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں کہ ذکر زبانی کیوں نہ ہو اس کی بڑی طاقت ہے۔ لیکن احساسِ نفس اور شعورِ ذات رکھنے کے وقت اس کا ظہور نہیں ہوتا اس لیے کہ اس وقت یہ شخص سلطان الذکر سے محجوب رہتا ہے۔ پھر جب کوئی شخص شعور اور احساس سے نیند کی سی کیفیت یا غیبوبیت کی وجہ سے خالی ہو جائے تو سلطان الذکر ظاہر ہوتا ہے۔ سلطان الذکر اس نور کو کہتے ہیں جو اوپر یا نیچے یا آگے یا پیچھے سے آتا ہے۔ جس سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور

بدن ٹوٹ جاتا ہے۔ سالک خوفزدہ ہوکر وردلا الہ الا اللہ کرتا ہے اور اپنے اندر عظیم قوت پاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے سربسجود ہو جاتا ہے اور ایمان کی تجدید کرتا ہے۔ اس حالت کا ظہور ذکر پر مداومت کے تناسب سے ہوگا اور یہ ظہور ذکر سلطانی کا ادنیٰ بیان ہے۔"

نمازِ معکوس

لطیفہ نمبر ۲۴: رات ہوتی تو حضرت قطبی کو فرصت ہو جاتی۔ جس طرح لوگ دن میں کام میں مصروف ہو جاتے ہیں حضرت رات آنے پر کارِ حق میں مشغول ہو جاتے۔ غنودگی کی حالت میں بھی حضرت کی مژگاں باہم نہیں ملتی تھیں۔ سالہا سال راتوں کو نماز معکوس ادا کرتے رہے۔ بعد نماز عشاء جو خود کو لٹکاتے تھے تو صبح ہونے پر خود کو کھولتے تھے۔ اسی طرح تمام شب نماز معکوس میں گزر جاتی تھی۔ حضرت قطبی فرماتے تھے کہ ایک رات نماز معکوس میں مشغول تھا کہ سلطان ذکر پیدا ہو گیا۔ ظاہر وجود ختم ہو کر محویت پیدا ہو گئی۔ بجز خود کے کسی چیز کا شعور باقی نہ رہا اور اسی حالت میں یہ اضافہ بھی ہو گیا کہ اپنے شعور سے بڑھ کر فنا در فنا کی حالت پیدا ہو گئی اور عالم بقا نمودار ہوا۔ جب پھر بلندی کی طرف سے لوٹے تو ایک شخص نے ظاہر ہو کر کہا۔ مبارک ہو اس وقت تم واصلِ حق تھے اور پھر وہ غائب ہو گیا۔ اس فقیر رکن الدین نے حضرت قطبی سے دریافت کیا "وہ شخص کون تھا"۔ حضرت قطبی نے جواب نہ دیا۔ خاموش رہے۔ خدا جانے کیا راز تھا۔ الحمد لله علیٰ ذلک.

طریقۂ ادائیگی نوافل

لطیفہ نمبر ۲۵: حضرت قطبی وظیفہ نماز و نوافل اس طرح ادا کیا کرتے تھے کہ قرأۃ میں بعد فاتحہ دوسری سورت ملا کر وظیفہ شغل باطن میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ذکر خفی کے بارہ دم کر کے رکوع میں جاتے تھے۔ تسبیح رکوع کے بعد چند دم ذکر خفی کرتے۔ اسی طرح قومہ، اس کے

بعد ادائیگی تسبیح سجدے میں بھی اسی طرح چند دم ذکر خفی کے کرتے اور اسی طرح تمام نماز نفل میں شغل حق کیا کرتے جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

حضرت قطبی فرماتے تھے کہ بعض راتوں میں اسی طرح دوگانہ نوافل پڑھتا تھا۔ چند دوگانہ نوافل میں تمام رات گزر جاتی۔ سبحان اللہ آفریں ہے اس ہمت پر۔

اہل دنیا سے احتراز

لطیفہ نمبر ۲۶: ابتدائے حال میں حضرت قطبی کو گاہے گاہے جوش و مستی کی کیفیت وارد ہو جاتی تھی تو عالم بے خودی میں مستانہ وار دشت و بیابان کو چل پڑتے تھے لیکن اس حالت کی ہیبت کی وجہ سے کسی میں کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ دو تین روز بعد جب اس حالت سے افاقہ ہوتا تو منت و سماجت کر کے گھر کو لے آتے۔ قاضی محمود تھانیسری جوردولی کا داروغہ تھا، جب ملاقات کی غرض سے آتا تو حضرت قطبی بھاگ کر کسی ویرانے میں چلے جاتے تھے۔

اہل دنیا سے آپ کو سخت احتراز تھا۔ ان سے میل ملاپ کو زہر قاتل سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اہل دنیا سے سخت بد بو آتی ہے، مجبور ہو کر ان سے بھاگتا ہوں۔ ایک دفعہ آپ کسی بیابان میں مقیم تھے، عالم محویت و بے خودی کے سبب مدتوں بغیر خور و نوش وہیں رہے۔ اس عالم میں آپ کو دنیا کی مطلق خبر نہ تھی۔

ہم نے تمہارے گھر کو آگ بھی لگا دی
تم اس کو اب بھی نہیں چھوڑتے

لطیفہ نمبر ۲۷: ایک شب حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں فرمایا: ”ہم نے تمہارے گھر کو بھی آگ لگا دی ہے تم اب بھی اس کو نہیں چھوڑتے۔“ اور پھر خواب ہی میں بھیکن درزی کا گھر دکھا کر فرمایا ”یہاں چلے جاؤ۔“

حضرت قطبی نے بیدار ہو کر آنکھ کھولی تو دیکھا گھر جل رہا ہے۔ اُٹھے، حمائل لی اور گھر کو جلتا چھوڑ کر بھیکن درزی کے ہاں چلے گئے۔ جب گھر کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تو لوگوں کو حضرت قطبی کی جستجو ہوئی۔ بھیکن کے گھر کے ایک حجرہ میں آپ کو مشغول پایا۔ بھیکن خیاط موصوف بھی اس راہ کا محرم تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کو نورِ حق کی تجلی ہوئی تھی جس کی حالت مستی کا اس پر مدتوں اثر رہا تھا۔ اسی وجہ سے وہ لباس کی تراش میں اکثر غلطی کیا کرتا تھا۔ کرتے کی جگہ پاجامہ اور پاجامے کی بجائے کرتہ تراش لیا کرتا تھا۔ شیخ پیادہ نے اس کے لیے یہ ہندی بول کہے تھے۔

کا کرسیا کا کردھا گا   درج جہاد من انتہہ لاگا

اتباعِ شریعت کا حکم

لطیفہ نمبر ۲۸: حضرت قطبی فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائے حال ہم نے اپنے باطن کے معاملے میں خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرئیل آئے اور ایک کتاب ہمارے سامنے رکھ دی۔ ہم دل میں سوچ رہے تھے، حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کسی کے پاس آنا درست نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شیطان ہو، ہمیں دھوکہ دے رہا ہو۔ اسی اثنا میں ہم نے دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہمکلام ہیں۔ اسی حالت میں ہمارے دل میں اس خدشہ کا جواب بھی آ گیا کہ شیطان کی یہ مجال نہیں جو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہو۔ اس وقت ہم نے یہ بھی دیکھا کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام دونوں روانہ ہو گئے۔

ہم نے رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ جبرئیلؑ نے ہمیں

ایک کتاب دی ہے، کیا کریں" حضرت نے فرمایا وہ کتاب میری مطابعت ہے اس کو خود پر لازم رکھو۔ الحمد لِلّٰہ علیٰ ذلک.

اس کی تاثیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ حضرت قطبی شرعِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں اتباع سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم پر سختی سے قائم رہے اور ظاہر و باطن میں ذرہ برابر کمی بیشی نہ کرتے تھے۔ نہ اپنے لیے جائز سمجھتے نہ دوسروں کے لیے۔ اگر کسی سے تجاوز شرعی ہو جاتا تو اس سے سخت بیزاری کا اظہار فرماتے اور اس کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیتے تھے۔ گو کہ حضرت قطبی سب جماعتوں اور گروہ کے اشخاص سے ملتے تھے مگر مخالف دین کسی بات سے ہرگز متاثر نہ ہوتے تھے۔ البتہ دوسروں کو حضرت قطبی کی صحبت کے اثر سے صراطِ مستقیم اختیار کرنے کی توفیق ہو جاتی تھی۔

الحمد للّٰہ علیٰ ذلک حمد الایحصیٰ.

اسلام وایمان کے بغیر صدورِ خوارق اور ورُودِ اسرار گمراہی ہے

لطیفہ نمبر ۲۹: میرے عزیز! جو طبقہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے ان کے لیے حکم ہوا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان محبت کے دعوے داروں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری متابعت کرو، تا کہ اللہ تمہیں دوست بنالے) اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ کی دوستی بندہ کے ساتھ اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔ اس لیے نشانِ ہدایت وسعادت اتباعِ شریعت پر مبنی ہے۔
گو ہے یہ ظاہر لیکن ہے باطن کا عنوان۔ کیا خوب کہا ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا　　تواں رفت جز از پئے مصطفیٰ

"اے سعدی راہِ راست پر چلنا مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر محال ہے"

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت
تا ابد گردی ازیں در گہ نیافت

''ہر وہ شخص کہ محمد ﷺ کی راہ اختیار نہیں کرتا، ابد تک بھٹکتا رہے تو اس بارگاہ تک نہیں پہنچ سکتا''

ہر وہ نور و سرورِ باطن جس کو شریعت کی پناہ حاصل نہ ہو مکر و فریب شیطانی سمجھا جاتا ہے۔ اکثر اہل سلوک بغیر اتباع شریعت اپنی راہ کھو چکے ہیں اور اکثر اہل توحید احکامِ شریعت پر مستحکم ہونے کی وجہ سے گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔

ہر چہ درداعیہ شرع نیست
وسوسہ دیو بود بے نزاع

''یعنی ہر غیر شرعی چیز بالاتفاق وسوسۂ شیطانی ہے''۔

میرے عزیز! کسی کو علم معرفت و وحدت کمال درجہ کا کیوں نہ ہو، اور کتنا ہی صاحب خوارق کیوں نہ ہو، اگر تارکِ شریعت ہے تو مکر و فریب شیطانی سے محفوظ نہیں۔ یعنی سوءِ ادب اور شریعت کی مخالفت کی حالت میں خرقِ عادت اور ظہورِ کرامت مکر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سمجھ دار لوگ خوب واقف ہیں کہ بعض کافر جوگی جن کا اسلام سے دور کا واسطہ نہیں، بڑی خوبی سے علم معرفت و توحید کو بیان کرتے ہیں۔ صاحبِ نفس ہو جاتے ہیں اور باطل خرق عادت (استدراج) دکھاتے ہیں۔

کیا نہیں معلوم کہ فرعون بھی، اس پر خدا کی لعنت ہو، حاملِ استدراج (چھوٹی کرامت و کشف) تھا اور الوہیت کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا ماعلمت لکم من الہ غیری (میں اپنے علاوہ کسی کو تمہارا معبود نہیں سمجھتا) اور کیا معلوم نہیں کہ جب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد یعنی دجّال کو دیکھا تو پوچھا ماذا تری قال اریٰ عرشاً علی الماء (تو نے کیا دیکھا، جواب دیا میں نے عرش کو پانی پر دیکھا) فقال رسول

الـلـه صلـے الله عليه وسلم ترئ عرش ابليس علی البحر (پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ابلیس کا عرش پانی پر دیکھا) اور یہ سب قصہ کتب احادیث میں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام وایمان کے بغیر خوارق کا صدور اور غیبی اسرار کا ورود سب محض گمراہی ہے۔ اس میں آخرت کی فلاح ونجات نہیں البتہ حق سے دوری اور دوزخ کے طبقات مقدر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بغیر ایمان کے وصول توحید ممکن نہیں نعـوذ بـالله منها وكـذالـك ۔ جو مومن احکام شریعت پر نہ چلتا ہو اس سے کیسی ہی کرامات کا ظہور ہوتا ہو وہ گمراہی میں پڑ جانے سے محفوظ نہیں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ معانقہ کیا تو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر لرزہ طاری ہو گیا اور آپ ﷺ زملونی، زملونی (مجھ کو چادر اڑھاؤ) فرماتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو کملی اڑھادی۔ جب قرار وسکون ہوا فرمایا ”لـقـد خشيـت عـلـی نفسـی “(میرے دل میں خوف پیدا ہوا) اس لیے حضرت خدیجہؓ نے فرمایا۔ کـلا و الـله لايحزنک الله ابدًا انک لتصل الرحم تصدق الحديث وتـحـمـل الـكل وتكسى المعدوم و نقر الصيف و تعين على نوايب الحق (اللہ کی قسم اللہ آپ کو کبھی غمناک نہیں کرے گا۔ تحقیق آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ کہتے ہیں اور ہر ایک کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ننگے کو کپڑا پہناتے ہیں۔ مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سچائی کے طریقوں سے رہنمائی کرتے ہیں۔)

حاصلِ سخن یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے بھی باطن کی سلامتی کو ظاہر کی سلامتی پر محمول کیا ہے کیونکہ ظاہر ہی باطن کا عنوان ہے۔ ظاہری سلامتی کے بغیر دین وشریعت کی رو سے باطن کی سلامتی کا امکان نہیں اور اس کی حقیقت بھی غیر معتبر ہے۔ اس لیے کہ ”کـل حـقـيـقـة ردته الشريعة فهی زندقة“ یعنی وہ حقیقت جسے شریعت رد کرتی ہے محض بے دینی ہے۔

ہر وہ نور و سُرور اور حضوری جس کا انحصار غیر مشروع اور ممنوعہ عمل پر ہو وہ ارتکاب شریعت سے معدوم ہو جاتا ہے۔ فی الواقع وہ نور نہیں بلکہ تاریکی ہے۔ وہ سُرور نہیں فساد و شر ہے اور وہ حضوری نہیں فریب ہے۔ شریعت کی تدوین ہی اظہارِ حقیقت کے لیے ہے جس قدر کوئی احکامِ شریعت کی پابندی کرے گا اسی قدر اس پر حقیقت کا واضح انکشاف ہوگا۔ کیا خوب کہا ہے۔

ہر آں نور کہ در شریعت راسخ آید
حقیقت راہِ خود بروی کشاید

''یعنی متبع شریعت پر حقیقت کا راز کھل جاتا ہے''۔

بزرگوں کے ارشاد کے بموجب جب تک عقل و ہوش اور دانائی باقی ہے، احکامِ شرع لازم ہیں۔ اگر کسی کی عقل مفلوج ہو جائے، باطن پر حال کا غلبہ ہو جائے اور ظاہری حالات کا یارا نہ رہے، تو بیشک وہ معذور ہے۔

چنانچہ بعض قلندری سلسلے میں یہ طریق ہے کہ ان کو نماز روزہ ترک کرنے میں بالکل تأمل نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ الشیوخ نے عوارف المعارف میں قلندریہ اور ملامتیہ فرقوں کے درمیان فرق اس طرح بیان کیا ہے۔ ''ملامتی باطنی خلوص و صدق کے باعث اپنے حال کو پوشیدہ رکھنا عزیز رکھتا ہے۔ اپنے نیک عمل کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اور اپنے کسی برے عمل کو چھپاتا نہیں۔ قلندری مشرب میں قلوب کی پاکیزگی اور سُرور باطن کی وجہ سے حضور حق اور محبوب کا دیدار نصیب ہے۔ ان میں باطنی سکر اور مستیٔ حال کا غلبہ مشاہدہ محبوب کے باعث متواتر رہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اعمال ظاہری یعنی نفلی عبادات و آداب میں اور شرعاً جائز چیزوں کے خورونوش میں تکلف نہیں کرتے اور محبوب کی حضوری کے سُرور و لذت پر اکتفاء کرتے ہیں، البتہ فرائض کو ترک نہیں کرتے۔

چنانچہ اس فقیر (شیخ رکن الدین) نے حضرت قطبی سے دریافت کیا تھا کہ شیخ الشیوخ نے عوارف المعارف میں ملامتیہ اور قلندریہ سلسلوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ہم اس پر کیا عقیدہ رکھیں۔ جواب دیا کہ'' جو کچھ شیخ الشیوخ نے فرمایا ہے اسی حقیقت پر اعتقاد رکھنا چاہیے۔'' اس کے بعد حضرت قطبی نے فرمایا ''شیخ الشیوخ نے قلندریہ سلسلے میں شرعی فرائض

کی بجا آوری کے بارے میں تحریر فرمایا ہے اس میں رعایت کی ہے اور بات کی حقیقت کو چھپا گئے ہیں ہم نے قلندری مشرب کے لوگوں کو دیکھا ہے وہ ترک فرائض میں تکلف نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ شیخ بوعلی شاہ قلندر پانی پتی اور خواجہ کرک کرینی قلندروں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ شیخ حسین سرہرپوری ثم جونپوری قلندر خود اعلیٰ عالم دین ہونے کے باوجود فرائض بالکل ترک کیے ہوئے تھے۔

خود میں نے محمد فخر الدین جونپوری سے کہا تھا کہ شیخ حسین سرہرپوری نماز نہیں پڑھتے اس پر شیخ محمد فخر الدین جونپوری نے فرمایا تھا "ہم تو نہیں کہتے کہ حسین نماز نہیں پڑھتے۔ شیخ حسین ترکستانی راہ خدا پر ہیں۔ ان کا راستہ قلندری ہے اور ہمارا تصوف، میرے عزیز قلندریہ مسلک میں فرائض کا ترک کرنا بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے (یعنی فی الحقیقت ایسا نہیں ہے) یا اس وجہ سے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ان کو مرتبہ روحی عطا فرمایا ہے اور ان کو قدرت ہے کہ ایک ہی وقت میں وہ خود کو چند مقام پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ اگر ایک جگہ ایک ہی وقت میں وہ تارک فرائض نظر آئیں تو اسی وقت میں دوسری جگہ انھوں نے فرائض کی ادائیگی کی ہو یا پھر یہ ترک فرائض اسی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ان کے حواس و عقل معمول کے مطابق نہ ہوں (یعنی ان کی عقل غلبہ حال یا وارد و شہود حق کی وجہ سے معمول کے مطابق نہ ہو۔ اور ان پر لاشعوری سی کیفیت وارد ہوگئی ہو اس لیے ایسا شخص احکام شرعی کی بجا آوری کے لیے مکلّف نہیں ہوتا)۔ مثلاً دیوانے جو بعض ظاہری کاموں میں ہوشیار نظر آتے ہیں لیکن صحیح العقل نہ ہونے کی وجہ سے ان پر احکام شرعی کی پابندی نہیں ہے۔

فلا یشکل ما قیل فی المسئلة الاعتقادیة من قوله ولا یبلغ العبد فی الحسبة والقربة من الله تعالیٰ درجة فسقط عند	پس اعتقادیہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں رہا۔ ان کا ارشاد ہے کہ اس انسان کو خدا کے قرب کا ایک درجہ بھی اس وقت تک حاصل نہ ہو سکے

هــذا ان ظــائف ای وظــائف الشــريـعة مـن الـفـرائـض والواجبات والسنن مادام حياً فـي الـدنيـا و مـن يدعى ذلك فهـو زنـدقة والـعـارفـان افضل خـليـقة الـلـه تـعـالىٰ في الدنيا الانبيـاء والـرسـل ولـم تيـقبـل عـنهـم مثل هـذا قال الله تعالىٰ عـن عيسىٰ عليه السلام اومافى بالصلوٰة والزكوٰة وما دمت حيا فاذالم تسقط عنهم فمن دونهم اولىٰ كذا فى عقيدة الحناح

گا جس سے شرعی احکام یعنی فرائض و واجبات اور سنن ترک ہو رہے ہوں جب تک وہ دنیا میں زندہ ہے۔ جو شخص ان کو ترک کردے یا چھوڑ دے وہ زندیق ہے۔ دنیا میں اللہ کے خلیفہ اور نائب انبیاء اور رسل گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک سے ایسا نقل نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا قول کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، جب تک میں زندہ ہوں۔ جب انبیاء علیہ السلام سے احکامِ شرعیہ ساقط نہیں ہوتے تو ان کے علاوہ کون شخص ہوسکتا ہے جو ان سے افضل ہو۔ ایسا ہی الحناح کا عقیدہ ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ سے تکلیفات دور ہو جاتی ہیں تو اس سے مراد ان کے حق میں کلفت دور ہونے سے ہے نہ کہ اصل شرعی احکامات کی پابندی ختم ہونے سے۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت میں تکلیف یا کلفت محسوس نہیں کرتے، دلی اور جسمانی راحتوں کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

آتش بزنم بسوزم ایں مذہب وکیش
عشقت بنہم بجائے مذہب در پیش

لطیفہ نمبر ۳۰: شیخ حسین قلندر سرہرپوری سید نجم الدین کے مرید تھے اور سید نجم الدین شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید سید خضر کہیر وہاری کے خلیفہ سید خضر مصاحب تھے۔ شیخ

عبدالعزیز مکی کے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے علمدار تھے۔ سنا ہے کہ شیخ نجم الدین نے پانچ سو سال عمر پائی تھی اور سید خضر کی سات سو سال عمر ہوئی ہے۔ شیخ حسین مذکور جونپور کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ عالم تھے اور ایک بڑا کتب خانہ بھی ان کی ملکیت تھا لیکن ان کا طور و مشرب قلندرانہ اور ابدالانہ تھا۔ کپڑا صرف ستر عورت کی حد تک پہنتے تھے۔ بظاہر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ ابتدائے حال میں حضرت قطبی کبھی کبھی ان کے پاس جایا کرتے تھے لیکن اپنی انتہائی مستی کے سبب کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔

شیخ حسین کی یہ عادت تھی کہ آنے والوں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگا دیا کرتے تھے اور اپنے باطن کا حال نہ کھلنے دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت قطبی سے پوچھا ''ردولی کے اطراف میں لال تربوز دستیاب ہوں گے۔'' حضرت قطبی نے بالکل جواب نہ دیا۔ اس کے بعد دریافت کیا ''سلطان بہلول اور سلطان حسین کے بارہ میں جو ایک دوسرے کے خلاف دریا پر صف بستہ ہیں کیا خبر ہے۔'' اس سوال پر حضرت قطبی میں برداشت کی تاب نہ رہی، سختی سے جواب دیا۔ ''اے شیخ آپ کے پاس جو آتا ہے یہ قصے کہانیاں سننے نہیں آتا جس کو ایسی باتیں سننا مقصود ہوں تو بازار چلا جائے وہاں اس نوع کی بے شمار باتیں سننے میں آئیں گی۔'' اس کے بعد شیخ حسین بہت انکساری اور خلوص سے پیش آئے اور متوجہ ہو کر فرمایا۔ ''فرمایئے آپ کیا کہتے ہیں۔'' حضرت قطبی نے اس شعر کے معنی دریافت کیے۔

آتش بزنم بسوزم ایں مذہب و کیش

عشقت بنہم بجائے مذہب درپیش

شیخ حسین نے حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمایا ''دوستو تمہیں یہ بات میسر نہیں یہ ان حضرت ہی کا حصہ ہے کیونکہ یہ تجرید و تفرید کے حامل ہیں اور خرقہ پوش ہیں۔'' اس کے بعد شیخ حسین نے حضرت قطبی کی طرف رخ کیا اور فرمایا ''یہ بیت عین القضاۃ کی تصنیف ہے اور ان کی تصنیفات میں سے چوبیسواں مکتوب میرے پیش نظر بھی ہے جو ایک بڑے

صندوق کے اندر ایک چھوٹے سے صندوقچہ میں ہے۔عین القضاۃ اس میں لکھتے ہیں میری باتوں سے دو قسم کا مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔ایک درست، دوسرا غلط۔درست مطلب وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو جنیدؒ اور شبلیؒ کے ہم پلہ ہو اور غلط مطلب یہ سب علماء ظاہر سمجھتے ہیں۔ایسے ہی اگر میں چاہوں کہ دانشمندوں جیسے معنی بیان کروں تو دانشمند میں ہوں نہیں اور جس کو انھوں نے غلط کہا ہے اس کا بیان ہی کیا کرنا۔" الغرض شیخ حسین قلندرؒ نے اجتناب کیا اور کوئی مطلب نہ بیان کیا اور اس گفتگو پر وہ مجلس ختم ہوگئی۔

اب حقیر فقیر اپنے پیر کے صدقۂ تصرف سے معنیٰ بیان کرتا ہے ذرا ہوش سے سنو۔

"جب سالک کو مذہب کی رو سے وجود میں دو رنگی نظر آئے جو (عرفان) وحدت کے لیے حجاب ہے اور یہ حجاب نہ اٹھے تو وہ ظاہری اسلام کو حقیقت سے متصادم پاتا ہے (یعنی سالک کا مذہب باطن محبوب کی واحدیت یعنی وحدت الوجود ہے جبکہ مذہب ظاہر ذات حق اور غیر ذاتِ حق پر مبنی ہے۔اسی لیے ظاہری مذاہب کی رو سے سالک کا مذہب باطن شرک ہے اور اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہوئے، اب اس سالک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس شرک سے نکلا جائے اور اسی مقصد کے لیے وہ دامن عشق (محبوب) کو پکڑ لیتا ہے۔دل میں عشق کی آگ ماسوائے محبوب کے ہر چیز کو خاکستر کر دیتی ہے۔اسی لیے کہا گیا ہے کہ جب تک عشق کی آگ غیر حق کو جلا نہ ڈالے اور صرف ایک رنگ وحدت نہ ملا دے حقیقی اسلام کا حال ظاہر نہیں ہوتا۔بے شک اسی حالت کے تقاضے سے کہتا ہے۔

آتش بزنم بسوزم ایں مذہب و کیش
عشقت بنہم بجائے مذہب درپیش

بیان کرتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے۔پتھر سے تعمیر خانہ کعبہ دیکھا اور کہا اس جیسے تو اور بہت گھر دیکھے ہیں۔حج نہ کیا، واپس آ گئے۔دوسرے سال پھر گئے تو خانہ کعبہ تو نظر نہ آیا البتہ وہی صاحب خانہ نظر آیا۔فرمایا کہ ہاں یہ حج (طواف) کے لائق ہے۔ایک یہ رنگ وحدت ہے اور دوئی و شرک ختم ہوگیا ہے۔

شیخ حسین سرہرپوری قلندر کی خدمت میں حاضری

لطیفہ نمبر۱۳۱: شیخ حسین سرہرپوری نماز نہیں پڑھتے تھے۔ایک دن حضرت قطبی ظہر کی نماز کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھے۔نماز ظہر قضا ہوگئی۔شیخ حسین نے اشارۃً اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہا۔''اے عزیز!اگر کسی کی آستین ناپاک ہوجائے جب تک اس کو پاک نہ کرلے اس کی نماز درست نہ ہوگی۔''

اسی وقت یہ بھی فرمایا ایسے مردان حق بیں ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے جو کہ ہمیشہ طہارت میں مشغول رہتے ہیں،جب طہارت سے فارغ ہوتے ہیں تو نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس طہارت اور نماز سے مراد حقیقی طہارت اور نماز ہے۔ یعنی غیر سے منقطع ہوکر محض اللہ سے واصل ہونا مقصود ہے۔اسی لیے کہا ہے الوضو انفصال و الصلوٰۃ اتصال فمن لم ینفصل عن الغیر لم یتصل بالحق

''وضو منقطع ہوتا ہے اور نماز ملاتی ہے پس جو شخص غیر حق سے جدا نہیں ہوا وہ حق کے ساتھ مل نہ سکا''

حضرت قطبی نے شیخ محمد (جو قطب العالم شیخ فرید مسعود اجودھنی کے پوتے عالم وقت اور شہر جونپور میں استاد تھے) سے کہا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے تھے۔شیخ محمد نے جواب دیا ہم نہیں کہتے کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔شیخ حسین ایک برگستانی ہیں جو راہِ خدا میں ہیں لیکن ہمارا راستہ تصوف ہے اور ان کا قلندریہ۔البتہ بخیل آدمی ہیں،ہمیں بلاتے ہیں اور جب ہم جاتے ہیں تو فیض یاب نہیں کرتے۔

الظاہر والباطن اللہ کو باطن کہیں تو وہ ظاہر بھی ہے

لطیفہ نمبر ۳۲: ایک روز حضرت قطبی نے شیخ محمد فخر مذکور سے ایک عجب مشکل امر حل کرنے کی استدعا کی کہ ''الظاهر و الباطن '' دونوں اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ''باطن'' کہیں تو وہ ظاہر بھی ہے لیکن کن معنوں میں وہ ظاہر ہے۔ یعنی اسم باطن کا اطلاق تو حق سبحانہ تعالیٰ پر ان معنیٰ میں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو ہم اپنی حس کی قوت سے نہیں سمجھ سکتے اس لیے کہ وہ ہم سے عالم غیب میں ہے مگر اسم ظاہر کا اطلاق کن معنی میں کیا جائے؟

شیخ محمد کچھ دیر غور کرتے رہے پھر فرمایا ''اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی قدرت اور صنعت سے تو ظاہر ہے مگر اپنی ذات سے ظاہر نہیں ہے اور یہ شریعت اور علمائے ظاہر کا بیان ہے اور اس اعتبار سے اسم ظاہر مجازی اور سببی ہوا نہ کہ حقیقی۔ کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں)۔ دوسرے معنی کے لیے فرمایا کہ وہ ہم سے کسی نے بیان نہیں کیے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے قول پر انحصار کر کے فرمایا۔ شیخ شرف الدین احمد نے اپنی تصانیف میں کشف پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے اجمالی اور کلی حیثیت سے چار عالم ہیں اول ''عالم ناسوت'' یہ ظاہری دنیا ہے جو مشاہدہ میں ہے اور کشف ہے۔ یہ ہی اجسام اور جسدوں کی دنیا ہے۔

دوم ''عالم ملکوت'' ہے کہ غیب میں لطیف ہے اور ارواح کا مسکن ہے۔ سوم ''عالم جبروت'' ہے۔ چہارم ''عالم لاہوت'' ہے اور یہ عالم درجہ غیب، غیب، غیب اور لطیف، لطیف، لطیف یعنی اللطف اللطائف ہے، وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عالم ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

''ناسوت'' کے ذرہ ذرہ پر ''ملکوت'' چھایا ہوا ہے، اور پھر ''ناسوت'' اور ''ملکوت''

دونوں کے ذرہ ذرہ پر ''جبروت'' چھایا ہوا ہے اور پھر ناسوت، ملکوت، جبروت تینوں کے ذرہ ذرہ پر ''لاہوت'' محیط ہے۔ اس مفہوم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات پر محیط ہے اور جو لطیف تر ہے وہی محیط تر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''الا انـہ بـکـل شـی محیط'' (اللہ ہر چیز پر محیط ہے) حضرت قطبی نے دریافت کیا ''کونسا احاطہ؟ آیا احـاطـہ الـمـاء الترائب ام غیر ھذہ'' یعنی کیا پانی کا مٹی پر محیط ہونا مراد ہے یا اس کے علاوہ؟

اس پر شیخ محمد نے فرمایا ''پانی مٹی کو احاطہ کئے ہوئے ہو۔ نعوذ باللہ۔ یہ تو شرک ہے اس میں دوئی ہے اس لیے کہ پانی اور خاک دونوں ذاتی طور پر مختلف ہیں اور عارفوں کے نزدیک دوئی شرک ہے۔''

اس کے بعد شیخ محمد نے اس کی مثال اور نظیر سے تشریح کی، کیونکہ جب عام بیان سے کسی امر کی وضاحت نہ ہو سکے تو پھر اس کو مثال اور بات کو بات سے کڑی ملا کر اشارات ہی میں واضح کیا جا سکتا ہے۔ ''یعنی سورج کی گرمی کے ظاہر اور باطن میں سبز رنگ محیط ہے اور وہی آفتاب کی گرمی سے سبز نقطہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے کہ لون الماء ون انانہ (کہ پانی اپنے برتن کی شکل اختیار کر لیتا ہے)

اشارہ اس پر ہے **کذلک الوجود المطلق محیط لکل شیی محیط اشارۃ الیٰ ھذا فالاختلاف فی مرتبۃ الظاھر لا فی مرتبہ الوجود المطق فلیس الا ھـو ولـہ الـکـبـریاء فی السمٰوت والارض وھو العزیز الحلیم** (یعنی اسی طرح مطلق وجود ہر چیز کو محیط ہے بمنزلہ وجود مطلق کے پس نہیں ہے مگر ''وہ''، اسی کے لیے بڑائی آسمانوں اور زمین کی اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ گھر کے صحن میں جو سبزہ ہے کوتاہ نظر صرف اس سبزہ ہی کو دیکھتا ہے جبکہ وسیع النظر دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ سبزہ کا وجود آفتاب کی گرمی سے ہے۔

یہیں تک سوال و جواب پر وہ نشست ختم ہوگئی۔

اب ہمارے زمانہ میں حضور قطب العالم نے فرمایا ہے ''ہمیں یاد نہیں آتا کہ اس وقت شیخ محمد کی اس نظیر کو بیان کرنے سے کیا چیز مراد تھی اور ہم کیا سمجھتے تھے۔''

افسوس ہزار افسوس کہ اس فقیر نے بھی حضرت کی حیات میں اس مسئلہ پر کچھ دریافت نہ کیا۔ یا حسرتے علی مافرت فی جنب اللہ (ہائے افسوس میرے خدا کے قریب ہو کر جدا رہنے پر) اب مذکور بیان و مثال کی وضاحت اس فقیر کی حقیر عقل میں دو طرح سے آتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک یہ کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ آفتاب نور کی گرمی کے بغیر سبزہ پیدا نہیں ہوتا۔ آفتاب کو رنگ ریز عالم سمجھ لینا بھی غلط ہوگا۔ دنیا میں ہر رنگ آفتاب کی روشنی اور گرمی کے سبب ہے اس لیے سبزہ میں سبز رنگ عین تجلی نور آفتاب ہے اور اس پر نور آفتاب چھایا ہوا ہے جس کسی کو وسیع النظری اور بالیدگی فہم حاصل ہوگی، اس بات کو خوب سمجھ لے گا۔

دوسری تشریح یہ ہو سکتی ہے کہ سبزہ نور کی مثال سے مراد عمیق النظری ہو سکتی ہے۔ یعنی ہماری آنکھ کی ظاہری بینائی میں آفتاب روشنی کا ظہور شرط ہے۔ بغیر آفتاب کے نور کے کسی چیز کا نظر آنا ممکن نہیں اور جب آفتاب کا نور چیزوں پر محیط ہو جاتا ہے تب اشیا نظر آتی ہیں۔ اول جو چیز نظر آتی ہے یہی آفتاب کا نور ہے اور پھر اسی سے رنگ و اشکال اور چیزوں کی دوسری صورتیں نظر آتی ہیں۔ اور یہی اندازِ فکر فراخی شعور ہے۔ لیکن اس بسیط طور فکر میں غفلت اور بے توجہی حائل ہے۔ اور اگر خوش قسمتی سے توجہ نور کی حقیقت جاننے کی طرف مائل بھی ہو جائے تو اس حقیقت فہمی کی صلاحیت الا ماشاء اللہ۔ شیخ محمد فخر کا مقصد بھی اسی وسیع النظری اور ادراک بسیط ہی سے ہے۔ جو گہری فکر و نظر سے کام لے گا سمجھ جائے گا کہ سبزہ اور کل اشیا پر نور آفتاب محیط ہے۔ اس طرح کہ نور آفتاب ظاہر ہے اور کل اشیا مظہر ہیں۔ گویا ظہور و مظہر دونوں نور کی صفات ہیں۔

اسی طرح ذہنی و خارجی، ظاہر و باطن، نمایاں و پوشیدہ، کل موجودات پر وجود حقیقی (ذات باری تعالیٰ) محیط ہے اور وہی مطلق وجود وہستی ہے۔ وجود مطلق کے سوا صرف عدم ہے اور عدم محض سے کوئی چیز بھی وجود پذیر نہیں ہو سکتی (یعنی عدم محض سے موجودات کے وجود میں آنے کا امکان نہیں اور یہ تصرف صرف وجود حقیقی و مطلق کو ہے اور ماسوا اس کے لاشئ ولا وجود ہے، بے شک وہی موجود ہے اور وہی مشہود ہے۔ خواجہ نظامی فرماتے ہیں:

زیر نشیں علمت کائنات   ما بہ تو قائم جو تو قائم بذات

''سائے میں تیرے علم کے ہے وجود کائنات گویا قائم ہیں تجھ سے اور تو خود قائم بذات''۔

اس لیے بات صاف ہوگئی کہ موجودات کا ظہور کسی ہیئت وحالت میں کیوں نہ ہو، اس کے لیے وجودِ حقیقی شرط ہے، بے شک ہر وہ چیز جو محسوسات، نظر اور تمیز میں آتی ہو، پہلے اس کی ہستی و وجود حقیقی شرط ہے۔ پہلے اس کی ہستی و وجود کا احساس پیدا ہوتا ہے اس کے بعد اس کی شکلیں صورتیں ذہن میں آتی ہیں لیکن ظہور کا عام ہو جانا ہی حقیقت و ماہیت فہمی کے لیے پردہ بن گیا ہے (یعنی کثیر الوجود موجودات کے سبب فکر و نظر اس کی اصلیت پر کم متعطف ہوتی ہے)

چوں آفتاب در رخ ہر ذرہ ظاہرم
از غایتِ ظہور عیانم پدید نیست

''میں سورج کی طرح ہر ذرے کے رخ سے ظاہر ہوں، ظہور کی فروانی کی وجہ سے میں عیاں نہیں''۔

قالت الصوفية خفي لشدة ظهوره یعنی صوفیاء حضرات کی فکر کے بموجب اس کا اظہار شدت ہی اس کے خفی ہونے کا باعث ہے۔ ہستی مطلق عارفوں کے نزدیک عین ذات ہے، وہ لا متناہی اور لامحدود نور ہے۔ وہ پوشیدہ بھی نہیں خود بخود ظاہر ہے اور موجودات

کا مظہر ہے۔ اللہ نور السموات والارض (اللہ ہی زمین وآسمان کا نور ہے) سے اسی نور کی طرف اشارہ ہے اور اسی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ وھو الظاھر و الباطن وھو بکل شی محیط (وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی کل چیزوں (موجودات) پر محیط ہے) لیکن اس کی حقیقت کو سمجھنا کمالِ معرفت اور نور باطن کے بغیر ممکن نہیں۔

اب صوفیاء کا یہ خیال کہ خفی لشدة ظھورہ (یعنی میں کثرتِ ظہور سے ہوں پسِ حجاب) اس صورت کے سوا نہیں کہ ظہور دلیل ہے خفا کے عدم وجود پر نہ کہ خفا کے وجود پر، کیونکہ ظہور اور خفا ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں جبکہ علت و معلول ایک دوسرے سے مربوط ہیں، تو ظہور کے ساتھ خفا کا کیا ربط؟ اور اسی معنیٰ میں ان کے قول کا جواب میرے حقیقی بھائی عالم ربانی، عارفِ سبحانی شیخ المشائخ شیخ احمد مداللہ عمرہ وعرفانہٗ نے دیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ”حق سبحانہٗ کی ذات مطلق ہے اور ظہور مطلق قیود کے ساتھ ہے۔ جب قیود مطلق قیود کے ساتھ ہے۔ جب ظہور مطلق قیود کے ساتھ ہوگا تو مطلق پوشیدہ ہو جائے گا۔ جتنی کہ قیود زیادہ ہوں گی اتنا ہی ظہورِ مطلق پوشیدہ ہو جائے گا۔“

دوسرا جواب انھوں نے یہ دیا کہ ظہور کی شدت غیر کی نفی کرتی ہے۔ جیسا کہ عالمِ شہادت (دنیا) میں دیکھنے میں آتا ہے۔ مثلاً اگر زید مکان میں تنہا ہوگا تو زیادہ نمایاں ہوگا اور جب کوئی دوسرا شخص بھی اس مکان میں موجود ہوگا، دوسرے شخص کے ظاہر ہونے سے زید کی شخصیت نمایاں نہیں رہے گی اور اس کے ظہور کی شدت زائل ہو جائے گی۔ بنا بریں صوفیاء کے اس قول کا مطلب یہ ہوگا۔ خفی علینا لشدة ظھورة فی نفس الامر فافھم فانه دقیق گویا حقیقت کا شدتِ ظہور ہمارے لیے حجاب بن گیا ہے۔ اس کو سمجھو یہ دقیق ہے۔

تیسرا جواب برادرِ محترم شیخ المشائخ شیخ حمید الدین نے دیا۔ ”ان شدة الظھور بنفسھا لیس بعلة للخفاء بل ھی علة بالواسطة فان شدة الظھور حدة

لمعان النور وھی تورث فی العیون کلالة وفتورا فی البصر و ذلک الفتور والکلالة علة للخفاء اذا یصل ادراکھا الیه کالشمس فی الصیف عند الاستوا یصل ادراک العیون الیھا ۔''یعنی شدت کا ظاہر ہونا بنفسہٖ خفا کی علت نہیں ہے بلکہ واسطے کے ساتھ علت ہے کیونکہ شدت کے ظاہر ہونے میں نور کی چمک کی تیزی ہے اور یہ آنکھوں میں فتور اور نقصان پیدا کر دیتی ہے اور یہ فتور اور خرابی علت ہے خفا کے لیے اپنے اثر کے نفوذ کی صورت میں جیسے کہ سورج کی گرمی میں آسمان کے بیچ میں کھڑے ہونے سے آنکھوں کے دیکھنے کی قوت سورج تک نہیں پہنچ سکتی۔

اور یہ فقیر رکن الدین بھی بصدقہ پیرو دستگیر عرض کرتا ہے۔

معناه خفی عیانه عن عیوننا ای لایریٰ مخفیًا لشدة ظھورة لا انه مخفی فی حد ذاته یعنی حق تعالےٰ انتہائے ظہور کے باعث پوشیدہ معلوم ہوتا ہے ورنہ درحقیقت وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ کما ان رمی لشدة حرکة یری ساکنًا لا انه ساکن فی نفسه و کذلک الماء الجاری لشدة جو یانه یریٰ ساکنًا لانه ساکن فی نفسهٖ ولیس مجاری فانھم والله اعلم بالصواب. (یعنی جیسے کہ چکی کا پاٹ شدت حرکت کی وجہ سے ساکن نظر آتا ہے گو کہ فی نفسہٖ وہ ساکن نہیں ہوتا اور اسی طرح جاری پانی تیز روانی کی وجہ سے ساکن نظر آتا ہے حالانکہ فی نفسہٖ وہ ساکن نہیں ہوتا اور جاری ہوتا ہے)

میرے عزیز! اب اس عجیب نکتہ کو سمجھ جو شریعت کا ایک راز ہے، جیسا کہ ایک صاحبِ شریعت نے فرمایا کہ صاحبِ عقل کے لیے یہ صنعت قدرت اس کا ظاہر ہے اور اس ظاہر کا مغز اور روح راز حقیقت ہے۔ ذاتِ حق سبحانہ تعالےٰ جو کہ ہستی مطلق ہے ھو ھو (جوں کا توں یا اسی طرح جیسا کہ تھا) کی حیثیت میں اسماء وصفات سے پاک وصاف اور اعتبار نسب سے مبرا ہے کیونکہ یہ اس کا مرتبہ لاتعین ہے لیکن اس ذات مطلق کا ان امور سے متصف ہونا عالم ظہور کی طرف متوجہ ہونے کا باعث ہے۔ اس لیے وہ ذات وصفات و تجرد سے قطع نظر

اپنی کثرت کی بناء پر مرتبہ بطون (پوشیدگی) میں ہے یعنی کثرت صفائی کے سبب اس کی ذات نظروں سے پنہاں ہوگئی ہے گویا ظاہر میں اس کی صفات پر نظر جاتی ہے اور اس کی ذات نظر سے پوشیدہ رہتی ہے اور اس طرح اس کی صفات اس کی ذات کے لیے حجاب بن گئی ہیں، جس کا لازمہ پوشیدہ رہتا ہے۔ **لا تدرک الابصار وھو یدرک الابصار** (آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے) کا اشارہ اس مرتبہ بطون کی طرف ہے اور اپنی صفات و اسماء سے متصف ہونے کے اعتبار سے مرتبہ ظہور میں ہے۔

ظہور کے مراتب میں اول مرتبہ ''واحدیت'' کا ہے جو کہ حضور حق کا مرتبۂ علم ہے اور جو کچھ شیونات ذاتیہ یعنی وہ اعلیٰ حروف و صور اور اسماء جو ''وحدتِ ذات'' کے لیے درج تھے وہ پہلے اعیانِ ثابتہ کی صورت میں حضرت علم میں ظاہر ہوئے۔ مرتبۂ ظہور مرتبۂ عین (ذات) ہے۔ اعیانِ ثابتہ جو خارجی شکل میں عالم ظہور میں آئے دراصل وہی مرتبۂ صنعت و قدرت ہوا۔

بس یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی کہ صفت بطون بالخصوص ذات کے لیے ہے جو کہ ہستی مطلق ہے اور خود اپنی خاصیت میں باطن ہے۔ بمصداق **الآن کما کان و کما کان الآن** (وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا اور جیسا کہ تھا ویسا ہی اب ہے) اور خارجی اعتبار سے ظاہر نہیں ہے۔ مگر ان تعینات و اعتبارات کی رو سے جو اعیان ثابتہ میں تھے **کما قیل خلق الاشیاء کما شاء** (جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے چیزوں کو جیسے چاہا، پیدا کیا) کے مثل اعیان ثابتہ میں وہی ظاہر ہے جو وحدتِ ذات میں مستور تھا اور وہی شیونات ذاتیہ تھا

آنچہ اندر تتق غیب نہاں بود ہماں
درتو پیداست ولیکن عرف من عرف است

''جس طرح غیب کے پردے میں وہ خود ہی موجود ہے، اسی طرح
میں تجھ میں نمودار ہو کر بھی موجود نہیں''

اس لیے یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ صفتِ ظہور اور صفت صنع و قدرت میں صاحب

شرع صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان بموجب بالصنع و القدرت کا اشارہ اسی نکتہ کی طرف ہے اور یہ بات اسرار کی جان ہے۔ **فافھم فانه دقیق و عمیق لا یغمص فیه الارض بحر الاحدیت و الواحدیته** (پس تو اس کو سمجھ کیونکہ یہ بہت ہی دقیق و عمیق ہے۔ بحر احدیت وواحدیت کی زمین اس سے پوشیدہ نہیں ہے)۔

غمِ آخرت اور خوف خاتمہ

لطیفہ نمبر۳۳: حضرت قطبی ردولی میں مقیم عبادت میں مشغول تھے کہ ایک دن نظام الملک جو حضور کی مجلس میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتا تھا، ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت قطبی غم آخرت اور خوف خاتمہ کا ذکر فرما رہے تھے۔

نظام الملک بولا کہ ایمان اللہ تعالےٰ کی عطا ہے۔ اگر کوئی کنجوس بھی کسی کو کوئی چیز عطا کرے تو واپس نہیں لیتا۔ خدا تعالےٰ جو کریم ہے کیسے اپنی کریمی کے باوصف اپنی عطا کو واپس لے گا اس لیے خوفِ خاتمہ تو نہ ہونا چاہیے۔ حضرت قطبی نے حسبِ حال خود اس کو جواب دیا۔

''اے عزیز یہ تو بتاؤ کہ غمِ آخرت فرض ہے یا نہیں؟'' اس نے کہا ''جی ہاں فرض ہے'' آپ نے فرمایا ''تو پھر رو۔''

حضرت قطبی کے ارشاد کا فوراً اثر ہوا اور وہ زار و قطار رونے لگا اور اس کا سنگدل سینہ جو خوفِ خاتمہ اور غمِ آخرت سے خالی تھا گداز ہو گیا۔ خوف و غمِ آخرت اس پر غالب ہو گیا۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی صحبت بھی کیا کیمیا تاثیر ہے اور اس سرخ گندھک کی مانند ہے جو تانبے کو چھوتے ہی سونا بنا دیتی ہے اور ایسا آبِ حیات ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حیاتِ ابدی مل جائے۔

بروئے شرع اس سوال کا جواب اس طرح ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ اپنی عطا واپس نہیں

لیتا لیکن بندہ از روئے شرع صاحبِ اختیار ہے اور خود اپنے اختیار سے کلماتِ کفر کہہ کر اس عطا کو رد کر دیتا ہے۔ اس فقیر رکن الدین کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہاں ایمان باری تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ خود اس عطا کو واپس نہیں لیتا۔ لیکن نعوذ باللہ اگر کسی کے مقصد ہی میں سلب ایمان منجانب اللہ ہے تو میں اس کو نہیں کہتا بلکہ یہ کہوں گا کہ اس کو ایمان عاریۃً ملا ہے اور عاریۃً ملی ہوئی چیز کی نفی یا تردید ممکن ہے۔ اس لیے خوف خاتمہ لازم ہے مبادا ایمان عاریۃً ہی ملا ہو۔ نعوذ باللہ منہا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

بیرونِ گور لافِ کرامت چہ می زنی!

ایمان اگر بگور بری آں کرامت است

''گور میں پہنچنے سے پہلے کرامت کی کیا شیخی مارتا ہے۔ اگر تو قبر میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ جائے تو وہ تیری کرامت ہوگی''

بیان کرتے ہیں کہ کسی نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ''آج کے دن روئے زمین پر مردِ خدا کون ہے؟'' بایزیدؒ نے فرمایا ''کل جواب دوں گا'' اور جب کل (دوسرا دن) ہوا تو بایزیدؒ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ سائل کو بڑی حیرت ہوئی اور اس نے سوچا کہ میری بات کا جواب تو ملا نہیں اور بایزیدؒ کا وعدہ ایفا نہیں ہوا۔ اس کے بعد وہ سائل ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ جنازے سے آواز آئی۔ ''آج کے دن روئے زمین پر بایزید خدا کا بندہ ہے جو ایمان سلامت لیے جاتا ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ گو بایزید کو از رُوئے کشف اپنی عاقبت معلوم تھی لیکن شریعت کی رُو سے خوف خاتمہ باقی تھا اسی لیے جواب میں تاخیر کی۔ یہاں تک کہ بعد موت جب اپنے با ایمان جانے کا یقین ہو گیا، تب جواب دیا۔

کیا خوب کہا ہے:

اجوں بسیرا سمند مہین یوں بنا سوں کائن

حضرت قطبی گاہے گاہے یہ ہندی دوہا پڑھا کرتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ ہر چند کہ اولیاء اللہ کو اپنی اور دوسروں کی عاقبت کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن خوف خاتمہ باقی ہونے کی وجہ سے بے چینی اور بے اطمینانی باقی رہتی ہے۔

وسوف تریٰ اذا تجلی الغبار   تحتک فرس ام الحمار

وسوف تریٰ و انکشف الغبار   افرس تحت رجلک ام الحمار

"عنقریب جب غبار دور ہو جائے گا تو تُو دیکھے گا کہ تیرے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا"

سجادہ نشینی باجازت روح مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

لطیفہ نمبر ۳۴: حضرت قطبی نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ عمر خلق سے دور کوہ و بیابان میں گذاریں گے۔ لیکن ان مشائخ عظام نے جو اس وقت حیات تھے جامہ ہائے خلافت عطا کیے اور کوشش کی کہ مسندِ خلافت پر بیٹھیں اور خلق سے بیعت لیں۔ پھر ارواح حضرت قطب العالم شیخ احمد عبدالحقؒ، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت شیخ المشائخ شیخ فرید الدین مسعودؒ اور دوسرے مشائخ کی ارواح تشریف لائیں اور کوشش کی کہ پیروں کی مسندِ ہدایت و رشد پر بیٹھیں اور بیعت کریں۔ اس کے بعد رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے سجادہ نشین اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔ اس پر حضرت قطبی مجبور ہو گئے اور سجادہ نشینی اختیار کی اور سلسلۂ بیعت جاری کیا۔ الحمد لله علیٰ ذلک

ہاں السعید من سعد فی بطن امه

کل طبقات کے مشائخ اور خانوادوں سے خلافت اور اجازت بیعت

لطیفہ نمبر ۳۵: حضرت قطبی کو کل طبقات کے مشائخ اور تمام خانوادوں سے بسلسلۂ ذیل خلافت عطا ہوئی تھی:

اوّل خرقۂ خلافت: اپنے پیرومرشد حضرت شیخ المشائخ محمد جیؒ سے، ان کو اپنے والد شیخ عارفؒ سے، ان کو اپنے والد شیخ احمد عبدالحقؒ سے، اور پھر شیخ جلال الدینؒ پانی پتی، شیخ شمس الدین ترکؒ پانی پتی، حضرت شیخ سید علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ، شیخ فرید مسعودؒ اجودھنی، قطب العالم بختیار کا کی اوشیؒ، خواجہ خواجگان حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے اور اسی طرح بسلسلۂ معروف جناب رسالت پناہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک۔

دوئم خرقۂ خلافت: حضرت شیخ الاسلام شیخ درویش بن شیخ اودھیؒ سے، ان کو اپنے والد اور پیر شیخ فتح اللہؒ سے، اور پھر شیخ صدر الدین احمد بن شہابؒ، شیخ نصیر الدین محمود یوسف اودھیؒ، سلطان المشائخ سلطان نظام الدینؒ اولیاء، قطب العالم حضرت شیخ فرید مسعود اجودھنیؒ، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشیؒ، خواجہ خواجگان حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور اسی طرح بسلسلۂ معروف تا بجناب رسالت پناہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

سوم خرقۂ خلافت: شیخ الاسلام شیخ درویش بن قاسم اودھیؒ سے، شیخ الاسلام امیر سید بدھن بہرائچیؒ، سید اجملؒ، شیخ الاسلام مخدوم جہانیانِ جہاں گشت سید جلال بخاریؒ، شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ، شیخ صدر الدینؒ، شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، اسی طرح بسلسلۂ معروف تا جناب رسالت پناہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

والیضاً: حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاریؒ کو چشت میں جامۂ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ اودھی سے، ان کو سلطان المشائخ سلطان نظام الدینؒ اولیاء سے، ان کو قطب العالم شیخ فرید اجودھنیؒ سے، ان کو قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ سے، ان کو حضور خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، اور علیٰ ہذا تا جناب رسالت پناہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

چہارم جامۂ خلافت: شیخ الاسلام حضرت بندگی میاںؒ شیخ بن حکیم اودھیؒ سے اور پھر حضرت پیر شیخ صدر الدینؒ، شیخ علاء الدینؒ، حضرت سید محمد گیسوؒ دراز، حضرت نصیر الدین محمود

اودھیؒ، سلطان المشائخ الاولیا شیخ فرید مسعود اجودھنیؒ، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ، خواجۂ خواجگان حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور اسی طرح بسلسلۂ معروف تا جناب رسالت پناہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

مقبول ازل جس کو حق سبحانہٗ تعالےٰ نے نوازا ہو ہر دو جہاں میں مقبول ہوگا۔

السعید من سعد فی بطن امہ

ردولی سے شاہ آباد کو ہجرت کا قصہ

لطیفہ نمبر ۳۶: حضرت قطبی کے قصبہ ردولی سے ہجرت کر کے شاہ آباد میں تشریف لانے کا قصہ یوں ہے کہ سلطان بہلول اودھی نے عمر خان سروانی کو شہزادہ نظام (جو آخر کار بادشاہ ہوا اور سکندر لودھی نام پایا) کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ خدا کی مرضی کہ مذکور عمر خان، شہزادہ نظام سے شکستہ دل ہو کر شہزادہ باربک شاہ کے پاس جونپور چلا گیا وہاں اس کو کامیابی نہ ہوئی۔ حیران تھا کہاں جائے کیونکہ اب اس کے خیال میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں چلا جاتا۔

اس کے دل میں درویشوں کی پناہ لینے کا خیال آیا۔ قصبۂ ردولی آیا۔ یہاں کے لوگ اس کی ملاقات کو گئے۔ اس نے دریافت کیا ''کیا اس جگہ کوئی درویش یا مجذوب دیوانہ بھی ہے جس سے ملاقات کی جا سکے''۔ لوگوں نے کہا ''ہاں یہاں ایک صاحب کمال سوختہ و دوختۂ عشق، جواں سال عبدالقدوس ہیں جو خدا کی یاد میں مگن ہیں اور کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ دوسرا شخص ملک یونس مجذوب دیوانہ بھی صاحب باطن ہے۔''

عمر مذکور نے کہا ''پہلے درویش صاحب شریعت سے ملاقات کریں گے، اس کے بعد دیوانے مجذوب سے''۔ الغرض حضرت قطبی سے ملاقات کی۔ حضرت کے علم و عمل اور سوزِ عشق کی کیفیت دیکھ کر گرویدہ و معتقد ہو گیا۔ اپنا پٹکا گلے میں ڈال کر آہ وزاری کرتا ہوا قدموں میں گر گیا اور کہا ''اے شیخ مجھے دنیا میں کہیں جگہ نہیں ہے، آپ جگہ دیں۔''

حضرت قطبیؒ نے حالتِ سکر و عشق میں فرمایا۔ ''اگر اللہ کے یہاں ہمارے لیے کوئی جگہ ہے تو تیرے لیے بھی ہو جائے گی۔ فکر نہ کر تیرا کام حسب منشاء ہو جائے گا۔''

عمر خان کا پختہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے کرم سے میرا کام بن گیا کہ یہ درویش تو بالکل میرے مطلب کے مطابق ہیں۔ چلیں اب مجذوب دیوانہ کو بھی دیکھیں۔

اس کے بعد وہ ملک یونس مجذوب کے پاس پہنچا اور دس سکّے بطور نذرانہ پیش کیے۔ دیوانہ بولا ''مجھ غریب کو زیادہ رقم درکار ہے۔ بہت سے کام کرنا ہیں۔'' عمر خان نے دس سکّے اور دیے۔ ملک یونس دیوانہ نے بازار سے مٹھائی منگا کر تقسیم کر دی اور عمر خان کو کرسی پر بٹھایا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس کے دل کو سکون ہوا اور وہاں سے روانہ ہوا۔

ادھر میاں نظام شہزادے نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ اس کو خلعت بھیجی اور اس کو آنے کی قسمیہ تاکید کی۔ پیغام لانے والوں نے عمر خان کی تسلّی و تشفّی کی اور اس کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس کے بعد سلطان بہلول وفات پا گیا اور میاں شہزادہ بادشاہ بنے اور سلطان سکندر لقب اختیار کیا۔

ان دنوں ہندوستان کے اطراف میں (مراد اودھیا اس سے ملحق علاقہ ہے) کافروں کا غلبہ ہو گیا اور پرگنہ ردولی میں کافروں کا عمل دخل ہو گیا۔ اسلامی دستور و شعار کمزور پڑ گیا اور بازار میں سُوٴر کا گوشت فروخت ہونے لگا۔ حضرت قطبی رنجیدہ خاطر پرگنہ سے باہر آ گئے۔ اس وقت سلطان سکندر مکھنہ کے مقام پر فروکش تھا۔ حضرت قطبی کا خادم عمر خان کے پاس گیا اور اس کو وہاں کے حالات سے آگاہ کیا۔

عمر خان کو لالچ پیدا ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ اس بہانے سے حضرت اپنے آباؤ اجداد سے ترک سکونت کر کے میرے پرگنہ شاہ آباد منتقل ہو جائیں گے تو میرے لیے ہزاروں سعادتوں اور بلند بختی کا باعث ہو۔ غرضیکہ عمر خان نے اپنی سی تدبیر کی۔ اور حضرت قطبی مشیتِ الٰہی سے شاہ آباد منتقل ہو کر سکونت پذیر ہو گئے۔ اس وقت میرے بڑے بھائی بندگی

شیخ حمید دس گیارہ برس کے تھے۔ شاہ آباد میں آنے کے ایک سال بعد یہ حقیر فقیر رکن الدین (مصنف لطائف قدوسی) ۵ جمادی الاول ۸۹۷ھ کو پیدا ہوا۔

اس کے بعد کل بھائی شاہ آباد ہی میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۳۷ یا ۳۸ سال تک وہیں مقیم رہے۔ اس کے بعد جب افغانوں کی حکومت ختم ہوگئی تو حضرت محمد بابر مغل بادشاہ ہوئے۔ شاہ آباد ویران و تاراج ہوگیا اور حضرت قطبی بمعہٗ اہل و عیال آ کر گنگوہ میں آباد ہو گئے اور گنگوہ ہی میں وصال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

عزیز من! درویش اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے اور خزانۂ نبوت سے دولت۔ رحمۃ اللعالمین کی میراث ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا وہاں خدا تعالےٰ کی رحمت اور لطف و کرم کا نزول ہو گا۔ ہر جماعت اپنی استعداد کے اعتبار سے راہِ حق پاتی ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللھم شتت رزق علماء امتی'' (اللہ میری امت کے علماء کے رزق کو پھیلا دے) تاکہ اگر کوئی درویشوں اور علماء تک رسائی نہ پا سکے تو ان کے قدم اس کے سر پر ہوں۔

سبحان اللہ! کسی سعید ازلی ہی کو کامل درویشوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔

گمنامی میں رہنے کا اہتمام

لطیفہ نمبر ۳۷: حضرت قطبی گمنامی میں رہنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے اور کرامات و تصرفات کے حامل تھے لیکن ارادتاً کشف و کرامات ظاہر نہ کرتے تھے۔ البتہ ضرورتاً بعض طالبوں میں ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے کبھی کبھی تصرفات کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ یا پھر از خود کوئی کرامت بے ارادہ ظاہر ہو جاتی تھی۔ ایک دن پرگنہ ردولی میں حضرت قطبی ایک دیوار کے نیچے بیٹھے تھے۔ مشیت الٰہی کہ دیوار حضرت قطبی پر گر پڑی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ لیکن حضرت قطبی دیوار کے نیچے سے صحیح و سلامت نکل آئے اور بالکل کوئی گزند نہ پہنچا۔

اسی طرح ایک دفعہ شاہ آباد میں پائخانہ میں چوکی پر بیٹھے ہوئے تھے اور عصا کو بغل

میں لگا کر سہارا لیا ہوا تھا۔ اتفاقاً بائیں جانب سے ایک اونچی دیوار حضرت پر آن گری۔ آپ کی لکڑی کی کھڑاویں، عصا اور چوکی سب چورہ چورہ ہو گئے۔ لیکن آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور بخیریت باہر نکل آئے۔

بندگی والدہ صاحبہ کے کوٹھے کی چھپر بندی

لطیفہ نمبر ۳۸: شاہ آباد میں بندگی والدہ صاحبہ کے کوٹھے کی چھت پر قاعدے قرینے سے چھپر باندھ رہے تھے۔ حضرت اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ آج یہ چھپر نہ ڈالو۔ میرے بڑے بھائی شیخ حمید نے عرض کیا کہ "یہ چھپر بندی اصول و قاعدے کے مطابق ہو رہی ہے۔ یہ چھپر بآسانی اٹھایا جا سکے گا۔"

حضرت قطبی خاموش ہو گئے اور کچھ ظاہر نہ کیا۔ ابھی چھپر آدھا ہی بندھا تھا کہ محمود قوال جو گجرات سے آیا تھا، فوراً ہی حاضر ہو گیا اور گانے لگا۔ حضرت قطبی کو حد درجہ حال و وجد طاری ہوا اور وہ چھپر حضور کے دست مبارک سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور عالم وجد میں حضور نے اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور صحن میں عالم وجد میں رقص فرمانے لگے۔

مومن کی فراست سے بچو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

لطیفہ نمبر ۳۹: اس فقیر کو طلب حق پیدا ہوئی لیکن حضرت قطبی نے کوئی شغل عطا نہ فرمایا ایک دن اس فقیر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ کیوں نہ کچھ اوراد کے شغل میں مصروف ہو جاؤں۔ بغیر حضرت قطبی کی اجازت کتب خانہ سے اوراد کا نسخہ اٹھا لایا اور اس کے مطابق اشراق چاشت کی نمازیں ادا کیں لیکن جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کہا "ابھی اوراد کا شغل نہ کرو، جس وقت ہم کہیں گے اس وقت کرنا۔" اس سے مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور سمجھا کہ نور باطن کی وجہ سے حضور سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

ہے۔البتہ اس کو چھپاتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔اتقوا لفراسته المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰه (مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کبھی اپنی منازل سلوک کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنی بے مائیگی کے خیال میں رہتے تھے۔ جب کوئی سالک خلوت میں سیر کے دوران کسی منزل پر پہنچتا تھا تو فرماتے تھے کہ ہم نے بھی اس منزل کی سیر کی ہے اور اس سالک کو صرف ایک منزل آگے تک کی خبر دیتے اور فرماتے "کوشش کرو تا کہ اس منزل سے اس منزل تک پہنچ جاؤ۔" ہم نے بارہا تجربہ کیا صرف اسی قدر اظہار فرمایا کرتے تھے ورنہ ہمیشہ اپنے باطنی معاملات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

سبحان اللہ کیا صبر وتحمل وطاقت رکھتے تھے۔ بادۂ معرفت کے دریا پی گئے اور ڈکار تک نہ لی۔ البتہ کبھی کبھی سکر اور مستی کے عالم میں شطحیات وخلاف شرع جملے بول جاتے تھے۔ کما ساقی فی مواضعه انشاء الله تعالیٰ (عنقریب انشاءاللہ دوسری جگہ آئے گا)

کڑیاں بھی لمبی ہوگئیں!

لطیفہ نمبر ۴۰: ملک مبارک خضر آبادی (جو کہ حضرت کا مرید تھا) حضرت قطبی کے حجرہ کے لیے پہاڑ سے چروا کر کڑیاں بھیجیں اور ایک مقامی حاکم نے معماروں اور کاریگروں کو مقرر کر دیا تا کہ ان کو جلد از جلد نصب کر دیں۔ اتفاقاً کڑیاں چھوٹی نکلیں۔ کاریگروں نے بہت ناپ تول اور سوچ بچار کی لیکن بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کڑیاں دیواروں پر نہیں رکھی جاسکتیں۔ کہنے لگے اگر اور کڑیاں ہوں تو کام چلے۔ جب خبر حضرت قطبی کو پہنچی تو فرمایا "ہم تو درویش فقیر آدمی ہیں، یہ تو ایک مرید نے بھیج دی ہیں ہم اور کہاں سے پیدا کریں۔" پھر فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ کی قدرت سے لکڑی جنگل میں لمبی ہوتی ہے یہاں بھی اللہ تعالےٰ کی قدرت سے لمبی ہوسکتی ہے۔"

اس کے بعد خود اٹھے اور اپنے عصاء سے ان کی پیمائش کی اور فرمایا ''اٹھالو دیوار پر رکھو۔'' جب معماروں نے ان کو دیوار پر رکھا تو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے لمبی ہوگئیں اور بعض تو اتنی لمبی ہوئیں کہ دیوار سے بھی باہر نکلی ہوئی تھیں۔ وہ کڑیاں شاہ آباد والے حجرہ میں تھیں اور مغلوں کے حملہ میں ضائع ہوگئیں۔

فکر کی بات نہیں بفضل خدا پیر محافظ ہیں

لطیفہ نمبر ۴۱: مولانا جندن جو اس فقیر کے استاد تھے اور نہایت صالح مرید اور صوفی تھے، ایک دن کپڑے دھونے کی غرض سے کندی ندی کی طرف گئے۔ سوچا اس جگہ آدمیوں کی آمد و رفت نہیں ہے وہاں جا کر کپڑے دھولوں گا۔ اچانک اس جگہ ایک حسین جمیل عورت نظر پڑی۔ نفس امارہ اور شیطان دونوں انسان کے دشمن ہیں، ان کے قدم ڈگمگا دیے۔ خیال فاسد پیدا ہوا کہ تنہائی ہے اور کیوں نہ اس سے غیر شرعی فعل کا ارتکاب کیا جائے۔ ناگاہ حضرت پیر دستگیر حضرت قطبی جو مریدوں کے محافظ و حامی ہیں، ہاتھ میں عصا لیے بالائے آب نظر آئے۔ مولانا موصوف نے جب دستگیر قطب وقت کو دیکھا تو گردن جھکا لی، عاقبت پائی، نفس اور شیطان مقہور ہوگئے۔

مولانا موصوف کو انتہائی شرم اور خوف کے سبب پیر دستگیر کے حضور میں آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ الغرض جب حاضر ہوئے تو حضرت قطبی مسکرائے اور فرمایا ''فکر کی بات نہیں بفضلِ خدا پیر محافظ ہیں۔''

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے **ولقد همت به وهم بها لولا ان یریٰ برهان ربه** (اور یقیناً زلیخا نے یوسفؑ کی طرف ارادہ کیا اور یوسفؑ نے بھی زلیخا کا قصد کیا اگر نہ دیکھتے اپنے رب کی دلیل) اس حال پر شاہد ہے۔ سبحان اللہ پیروں کی قدر کوئی کیا جانے۔

کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کرا پیرے نبا شد پیرا و شیطان بود
خواجگی بے پیر بودن کارِ نادان بود

"جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے، بے مرشد ہو کر پیشوا بننا نادانی ہے"۔

الشیطان مع الواحد و من الاثنین بعید سر ھذا یعنی اس میں راز یہ ہے کہ شیطان تنہا کو وسوسہ پیدا کرتا ہے اور دو کی صورت میں دور رہتا ہے۔

ایک شخص نے کہا مجھے موت دکھایئے

لطیفہ نمبر ۴۲: ایک دن ایک شخص حضرت قطبی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت قطبی نے ایک قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ ایک شخص نے کہا مجھے موت دکھایئے۔ حضرت قطبی فرماتے ہیں کہ وہ سات ماہ تک ہمارے پیچھے لگا رہا، ہم نے بہت احتراز کیا مگر اس شخص نے ہمارا پیچھا نہ چھوڑا۔ لاچار ہو کر ہم اس سائل کو اپنے ہمراہ جنگل میں لے گئے جہاں کوئی نہ تھا۔ ہم نے اس سے کہا کہ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے وضو کر کے دو رکعت ادا کی اور پھر اس شخص سے کہا کہ خوفزدہ نہ ہو جانا۔ ناگاہ ایک مہیب صورت نمودار ہوئی۔"

اس شخص نے جو حضرت قطبی کے روبرو بیٹھا ہوا تھا، دریافت کیا "کیا وہ صورت بغیر سر کے تھی یا سردار" یہ سوال سنتے ہی حضرت قطبی خاموش ہو گئے اور آگے کچھ بیان نہ کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ شخص خاموش بیٹھ کر سنتا رہتا کہ رازِ الٰہی کو کس طرح بیان کرتے مگر اس سے صبر نہ ہو سکا اور یہ بات تشنۂ تکمیل رہ گئی۔

پیرِ دستگیر کے شفاعت کے صدقہ صحت نصیب ہوئی

لطیفہ نمبر ۴۳: بھولا جولاہا سہارنپوری مخلص مرید اور نیک مرد تھا۔ اس کو مالیخولیا کا

عارضہ ہوگیا۔ کھانے پینے اور پہننے کا ہوش نہ رہا اور جنون کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس کے عزیزوں نے اس کو رسیوں سے باندھ دیا۔ اسی حالت میں یکا یک اپنے پیر و دستگیر قطب وقت اور شیخ عبدالحق کو دیکھا کہ آئے ہیں اور انھوں نے رسیاں کھول دی ہیں۔ اسی حالت میں دو قلندر بھی ظاہر ہوئے اور کہنے لگے کہ اس کی پیشانی کو داغ لگاتے ہیں۔

حضرت قطبی نے فرمایا کہ میرے مریدوں کے قریب آگ نہیں آتی ہے۔ قلندروں نے کہا کہ اس تکلیف میں تو بہر حال داغ لگایا جاتا ہے۔ تب حضرت قطبی نے فرمایا کہ اچھا اس کے پاؤں میں انگوٹھے کے برابر والی انگلی کے سرے کو داغ دو۔ اسی جگہ انھوں نے داغ لگایا اور اسی حالت میں حضرت نے ایک تعویذ مرحمت فرمایا جو اس نے سر پر باندھ لیا اور خود ہی بہت سی عجیب باتوں کی بھی خبر دی کہ ایسا ہوگا۔ اس کے بعد بھولا مذکور ہوش میں آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسیوں کے بل کھلے ہوئے ہیں اور بیماری دور ہوگئی ہے۔ اور سر میں تعویذ بھی ویسے ہی موجود ہے۔ البتہ اس کی تحریر غیر معروف ہے اور بعض غیب کی باتیں جس طرح خبر دی گئی تھی اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں۔ پاؤں کی انگلی پر بھی داغ اسی طرح موجود تھا۔ اس کے بعد بھولا مذکور کا بھائی راجی پیروں کا شکرانہ بنا کر شاہ آباد لایا۔ حضرت پیر دستگیر اس کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ''الحمد اللہ بھولا کو صحت ہے۔'' راجی نے ٹوپی زمین پر رکھ دی اور کہا۔ ''پیر بادشاہ پیر دستگیر کی حفاظت کے صدقے میں صحت ہوگئی ہے۔''

شیخ بھی منجانب اللہ مُحیِ و مُمیت ہیں

لطیفہ نمبر ۴۴: حضرت پیر دستگیر کے خادم خاص صوفی جعفر کو عجب بیماری لاحق ہوئی تھی۔ اس کو جسم میں آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی، چیختا تھا کہ ''ہائے جلا'' اور اس غضب کی گرمی تھی کہ جو کوئی اس کے قریب جاتا اس کو بھی آگ کی تپش محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے کوئی اس کے نزدیک بھی نہ جا سکتا تھا۔ بیچارہ قریب المرگ ہوگیا تھا۔

آخرالامراس کی خبرحضور پیر دستگیر کو بھی ہوئی۔فرمایا ''برسوں سے ہماری خدمت کرتا ہےاس کے بغیر ہمیں ایک ساعت گزارنا بھی مشکل ہے۔کیا ہےاگراس کوصحت ہوجائے۔'' چنانچہ پانی طلب فرمایااوراس پردم کیاجس کے پیتے ہی وہ عارضہ دورہوگیا۔

اس کے بعد شیخ جعفر نے خواب میں دیکھا کہ دومہیب صورت قلندراس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اوراس کو پکڑ کر لے جانا چاہتے ہیں۔شیخ جعفراپنے پیر دستگیر کی پناہ میں آتا ہے۔حضرت شیخ ان دونوں کوسختی سے جھڑک کرفرماتے ہیں۔''اے بدبختو چلے جاؤ۔ہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کے اس کو لیا ہے۔اب تم کیا چاہتے ہو۔'' اس کے بعدان دونوں اشخاص نے اس کا تعاقب ترک کردیا۔

سبحان اللہ شیخ بھی منجانب اللہ مُحیِ و مُمیت ہیں۔

شراب خور بھورودھوبی ولی اللہ کے درجہ کو پہنچا

لطیفہ نمبر ۴۵: شیخ بھورودھوبی اس غضب کا شراب خورتھا کہ ایک ساعت بھی بغیر شراب کےنہیں رہ سکتا تھا۔اللہ کا اس پرکرم ہوااوروہ پیر کی طلب میں ایک طرف روانہ ہوا۔ راہ میں اس کو ایک آدمی ملا اور کہا کہ ''پیر کی تلاش میں کہاں جاتا ہے؟ تیرے پیر شاہ عبدالقدوس تو شاہ آباد میں ہیں۔''

شیخ بھورواس راہ سے واپس ہوکرشاہ آباد آئے اورحضرت قطبی سے مرید ہوگئے اور عرض کیا ''میرا حال یہ ہے کہ مدام شراب پیتا ہوں'' حضرت قطبی نے اس پر پھونک ماری۔ اس کوتوبہ نصیب ہوئی اوراسی وقت شراب سے نجات مل گئی اوراس نے قطعاً شراب پینا ترک کردی۔اس کے بعد شیخ بھورو نے ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا کیا اورحضرت قطبی سے اجازت طلب کی۔فرمایا ''وہاں نہ جا تیرامقصد یہیں حاصل ہوجائے گا۔''

اس کے بعد حضرت قطبی نے شیخ بھوروکواس فقیر کے سپرد کردیا۔شیخ بھوروپیرومرشد کی

تلقین کے بموجب عبادت میں مشغول ہوگیا اور ولی اللہ کے درجہ کو پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

سرخ آگ بنا ہوا لوہا آگ سے نکلتے ہی سرد ہوگیا

لطیفہ نمبر ۴۶: ایک مکار عورت نے ناحق شیخ بھورو پر امانت میں خیانت کرنے کا دعویٰ دائر کر دیا اور حکم دیوانی پر اس کو قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ ظالم حاکم نے لوہے کی سلاخ کو آگ پر گرم کرنا شروع کیا۔ شیخ بھورو نے اپنے پیر دستگیر کو یاد کیا۔ حضرت قطبی فوراً اس کے پاس قید خانہ میں آموجود ہوئے۔ اور فرمایا فکر نہ کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس سے شیخ بھورو کے دل کو ڈھارس ہوئی کہ شیخ میری مدد کو موجود ہیں۔

جب وہ ظالم لوہے کو سرخ آگ بنا چکا تا کہ شیخ بھورو کو اس سے داغے تو قدرتِ خدا سے وہ لوہا آگ سے باہر نکلتے ہی ایسا سرد ہوگیا گویا آگ میں رکھا ہی نہ گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ ظالم سخت شرمندہ و نادم ہوا اور اپنے اس فعل کو ترک کیا۔

ولایت اودھ پہنچنا

لطیفہ نمبر ۴۷: ولایت ہند کے ایک موضع مہونده میں اللہ کا ایک درویش بہاء الدین نامی اللہ کی یاد میں مشغول تھا۔ ایک دن صبح کے وقت اس کے حجرہ میں چراغ روشن تھا ،حضرت قطبی کے بھانجا سید بدھن کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ دن نکل آیا ہے، روشنی ہو گئی ہے مگر یہ فقیر اب تک سویا ہوا ہے۔ درویش کو بروئے باطن سید بدھن کی اس بدگمانی کی خبر ہوگئی۔ اس پر وہ غضبناک ہوگیا اور چراغ کو ہاتھ میں اٹھا کر زمین پر پٹخنا چاہتا تھا جس سے سید بدھن ہلاک ہو جاتا۔ حضرت قطبی جو اس وقت قصبہ گنگوہ میں مقیم تھے۔ فی الفور ولایت ہند میں وارد ہوئے اور اس درویش سے فرمایا "یہ میرا بیٹا ہے اس کو معاف کر دو۔"

درویش نے کہا ''مردوں کا وار خالی نہیں جاتا کس پر پڑے۔'' اسی وقت پرگنہ رودلی کے چودھری شیخ عمر کی روح حاضر ہوئی۔ اس درویش نے اس کی روح پر دے مارا۔ اس کے بعد اس درویش نے اس واقعہ کا ذکر سید بدھن سے بھی کیا۔ قضائے الٰہی شیخ عمر چند دن بعد مغلوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

سبحان اللہ، اللہ کے دوستوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اولیاء **لا یعرفھم غیری** کی قبا میں مستور ہیں۔ حضرت قطبی گنگوہ میں تھے اور سید بدھن اور وہ درویش اودھ کی ولایت میں تھے۔ ان دونوں مقامات کا فاصلہ تین سو ساٹھ کوس تھا تو اتنے فاصلہ سے حضرت قطبی اپنے بھانجا کی مدد اور اس درویش سے سفارش کے لیے وہاں پہنچے۔

شب قدر کے نور کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکو گے

لطیفہ نمبر ۴۸: شب قدر میں میرے معظم بھائی شیخ احمد اور شیخ علی شب بیداری کرنا چاہتے تا کہ شب قدر کو دیکھ سکیں۔

حضرت قطبی کو نور باطن سے ان کا ارادہ معلوم ہو گیا اور ان کو کہلا بھیجا کہ شب بیداری نہ کرنا۔ تم بچے ہو۔ شب قدر کے نور کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکو گے۔

فتوح باطنی کا عمل

لطیفہ نمبر ۴۹: ملک محمد صوفی پندرہ رجب کو فتوح باطنی کے عمل کے مطابق بعد اشراق پچاس رکعت نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہوا۔ کاہلی نفس کے سبب بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا ارادہ کیا۔ حضرت قطبی اپنے حجرہ میں سر پر قبا ڈالے ہوئے تھے۔ نورِ باطن سے ملک محمد کا ارادہ دریافت کیا اور فرمایا۔

''اے محمد! یہ نماز ایک سال بعد آتی ہے۔ کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیے۔'' ملک محمد ہیبت زدہ ہو گیا اور کھڑے ہو کر تمام نوافل ادا کیں۔

مخدوم العالم جمال ہانسوی کے پوتے کی رہائی

لطیفہ نمبر ۵۰: مخدوم العالم شیخ جمال ہانسوی کے پوتے، شیخ بہشتی کے بیٹے، شیخ بہاء الدین ایک مخلص مرید تھے۔ ایک عالم نے ناحق ان کو قید کر کے قفل لگا دیا اور ان پر محافظ و پاسبان مقرر کر دیے۔

شیخ بہاء الدین نے حضرت قطبی کو قید میں یاد کیا۔ صبح صادق کا وقت تھا، سپیدہ سحر نمودار ہو گیا تھا۔ شیخ مذکور نے نیم خوابی کی حالت میں دیکھا کہ حضرت قطبی کا تخت جم غفیر کے ہمراہ فضا میں آیا ہے اور یہ حقیر فقیر رکن الدین، شیخ بہاء الدین کے روبرو آ کر کہتا ہے کہ حضرت قطبی کا تخت تیری مدد کو آیا ہے، اٹھ کر آ اور تخت کے ساتھ چل۔ شیخ بہاء الدین کہتا ہے۔ ''ایک ظالم نے ہمیں قید کر کے قفل لگا دیا ہے۔ باہر پہرہ دار بیٹھے ہیں کیسے آؤں'' یہ فقیر پھر اس سے کہتا ہے کہ ''پیر دستگیر کی ولایت مدد کو آ گئی ہے اٹھ کھڑا ہو'' اسی وقت شیخ بہاء الدین نیم خوابی سے پوری طرح بیدار ہوا اور اس کے دل کو تقویت ہوئی۔ وہ اٹھا اور قفل کو ہلایا۔ قفل خود بخود کھل کر زمین پر گر پڑا۔

اس نے پہرہ داروں سے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں میرے پیر دستگیر میرے ہمراہ ہیں۔ پہرے داروں نے کہا چیز سائے کی مانند جا رہی ہے نہ ان میں سے کوئی اٹھا اور نہ کسی نے پیچھا کیا۔ اس طرح اس نے حضرت قطبی کی مدد سے نجات پائی۔ پیروں کی ولایت کی مدد سے ایسے ہی کام ہوتے ہیں اور ایسے ہی راز کھلتے ہیں۔

اے میرے اللہ اس کو خلق میں رکھ اور عالم کا دستگیر بنا

لطیفہ نمبر ۵۱: شیخ خضر عرف شیخ خان (حضرت قطبی کے بڑے خلیفہ) طلب حق میں شاہ آباد آئے اور حضرت قطبی سے مرید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت قطبی کے حکم کے

بموجب ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہوئے۔ان پر شغل باطن کا غلبہ ہوااور عجیب وغریب انوار واسرار غیب سے ظاہر ہونے لگے اور استغراق وفنا کی حالت طاری ہوگئی۔

ایک دن ان پر بعد نماز فجر بھی مجمع خلق میں محویت وفنا کی حالت طاری ہوئی۔محوِ حیرت قبلہ کی جانب والی دیوار کو آنکھیں کھولے دیکھ رہے تھے اور لوگ بلند آواز سے ان کو ''یا شیخ خان، شیخ خان'' کہہ رہے تھے لیکن وہ کوئی جواب نہ دیتے تھے۔وہ تو اور ہی .... عالم میں غرق تھے،اس جہان کی ان کو خبر ہی کب تھی۔

کچھ دیر بعد حضرت قطبی نے ان کو آواز دی ''یا شیخ خان'' حضرت قطبی کی آواز سن کر انھوں نے ہندی آواز میں جواب دیا۔''آپ بھی خلق میں مل گئے'' شیخ خان انتہائی حلیم صفت تھے ممکن نہ تھا کہ ہوشیاری میں حضرت قطبی سے اس بیباکی سے کلام کرتے۔لیکن اس حالت میں تو وہ خود درمیان ہی میں نہ تھے۔اللہ ان کی زبان سے ہمکلام تھا۔''من الشجرہ ان یا موسیٰ انی انا الله رب العالمین ''(اے موسیٰ میں تیرا اللہ رب العالمین ہوں شجر سے آواز آئی) اس حال کا ثبوت ہے۔اس کے بعد حضرت قطبی نے فرمایا ''ہم ابھی تمہارے اطاعت میں آئے ہیں۔''عین اسی وقت ایک قوال پہنچ گیا۔اس نے کچھ کلام گایا۔ حضرت قطبی کی عجیب وغریب حالت ہوئی اور شیخ خان کو جب کسی قدر اس حالت سے افاقہ ہوا۔ہوش میں آکر حلقۂ مجلس میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔حضرت قطبی نے اس حالت میں شیر خان کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی ''اے میرے اللہ اس کو خلق میں رکھ اور عالم کا دستگیر بنا'' اس کے بعد شیر خان پوری طرح ہوشیار ہوئے تو بتایا کہ ''مجھے مشاہدہ ہوا تھا کہ حضرت قطبی کے جسم سے ایک نور طلوع ہوگا اور تمام مجلس، جماعت خانہ اور آسمان تک چھا گیا۔'' نیز شیخ خان نے یہ بھی بتایا ''حضرت قطبی نے جو دعا کی اس کے نتائج (قبولیت) کا بھی مجھے علم ہو گیا۔''

جب حضرت قطبی کو بے ادبی سے جواب دیا تھا تمہیں یاد ہے یا نہیں کہنے لگے ''ہماری

کیا مجال تھی جو اس طرح جواب دیتے اس جواب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

حضرت قطبی مسرور ہوئے اور فرمایا "سبحان اللہ دوست نے ہم سے ان کی زبان سے بات کی اور یہ خود درمیان میں نہ تھے البتہ ان کی زبان سے ہمکلام تھا" اللہ تعالےٰ کا یہ قول "من الشجرة ان یموسیٰ انی انا اللّٰہ رب العالمین اس امر پر شہادت اور ثبوت ہے۔ اولیاء تحت قبائی لایعر فهم غیری۔

علماء (مراد اولیاء اللہ) کی نیند بھی عبادت ہے

لطیفہ نمبر ۵۲: ایک شب شیخ خان اپنے حجرہ میں تھے۔ ان کی نظر سے دیواروں کا حجاب اٹھ گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ حضرت قطبی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں اور سامنے چراغ روشن ہے۔ صبح ہوئی تو شیخ خان نے حضرت قطبی سے عرض کیا۔ "رات حضور کو بہت زحمت ہوئی تمام رات اپنے سامنے چراغ رکھے ہوئے مطالعہ میں مصروف رہے۔" حضرت قطبی نے فرمایا "ہم تو سوتے رہے ہیں تم نے ہماری روح کو دیکھا ہوگا۔"

اے عزیز! اللہ کے ولی بظاہر سوئے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ سوئے ہوئے نہیں ہوتے۔ اہلِ کشف حقیقت ہی کو دیکھتا ہے کیونکہ وہ خود عالم حقیقت میں ہوتا ہے۔ "علماء کی نیند بھی عبادت ہے" کے مفہوم پر اسی سے روشنی پڑتی ہے۔ مسئلہ ہے کہ انبیاء کی نیند ساقط وضو نہیں ہے کیونکہ ان کی نیند فی الحقیقت نیند نہیں ہوتی۔ گو یہ حکم انبیاء کے لیے مخصوص ہے لیکن اولیاء بھی انبیا کی متابعت میں یہ دولت پاتے ہیں اور سونا بھی حقیقت میں سونا نہیں ہوتا لیکن از روئے شریعت تجدید وضو کرتے ہیں اور خود کو انبیاء کی اس خصوصیت میں شریک نہیں کرتے۔

جب حضرت قطبی کے خلیفہ شیخ خان کو یہ مرتبہ حاصل ہوا اور وہ اپنی نیند کو عین بیداری سمجھنے لگے تو اس خیال سے کہ ان کا وضو ساقط نہیں ہوتا، تازہ وضو نہیں کرتے تھے اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ جب حضرت قطبی کے خادم شیخ جعفر نے یہ بات حضرت قطبی سے بیان کی تو

حضرت قطبی نے شیخ خان کو بلا کر یہ ہدایت کی اور تازہ وضو کرنے کی تاکید کی اور فرمایا ''یہ حکم بالخصوص انبیاء کے لیے ہے۔ گو اولیاء کو قدرتی طور پر یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے لیکن اولیاء کو وضو کرنا لازم ہے، انھیں اس خصوصیت میں ابنیاء کا شریک نہیں ہونا چاہیے۔''

سبحان اللہ، آفرین ہے ایسے پیر و مرشد اور ارشاد پیر پر۔ اسی اعتبار سے روزہ وصال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے، دوسروں کو یہ روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی طے کا روزہ رکھے تو اسے پانی سے افطار کرنا چاہیے تاکہ اس کی صورت روزہ وصال کی نہ رہے۔

اے عزیز! اگر ایسا مرشد کامل اور رہبر صراطِ مستقیم نہ ملے، تو راہِ سلوک بند ہو جائے۔ نعوذ باللہ منہا۔ آفریں اس طالب پر جو مرشد کی حیات میں کمال کو پہنچے اور مطلوب کو پالے۔ ہائے ہائے افسوس کہ ہم حرص و ہوا میں گرفتار راہِ حق میں ایک قدم بھی نہ چلے، ہمارے لیے ندامت اور خسارہ کے سوا کیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ ہمارا نگراں اور راہبر ہمارے سر سے اٹھ گیا۔ ہماری کشتی شکستہ ہے ہم ساحل تک نہ پہنچ نہ سکے۔

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینم آں یار آشنا را

''ہم شکستہ کشتی والے ہیں، اے بادِ موافق ذرا چل، شاید کہ پھر یارِ آشنا کا دیدار نصیب ہو جائے''۔

نہ یارے آں چناں محرم کہ از وے یاری آید
نہ دلدارے چناں مشفق کہ از حالِ حسن پُرسد

''نہ کوئی دوست ایسا محرم ہے کہ جس سے بُوئے دوستی آئے اور نہ کوئی ایسا مشفق دلدار ہے کہ حال پوچھے''

کن توتا بیڑا بہاؤ گھٹ لاگا جائے
کھیون ہارا روسیا کاس پکاروں جائے

شیخ خان مرید کو دنیا کی سیاحت کی اجازت

لطیفہ نمبر ۵۴: شیخ خان اللہ کی یاد میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف تھے کہ ایک سیاح سے مل کر ان کو دنیا کی خبریں ملیں کہ فلاں جگہ ایسے مرتبہ کے بزرگ ہیں اور فلاں مقام پر ایسی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ خان کے ذہن میں فتور پیدا ہو گیا۔ سوچا کہ دنیا کے بزرگوں کو چل کر دیکھنا چاہیے۔ اس وجہ سے اس کے باطنی اشغال میں خرابی واقع ہوئی۔ شیخ خان کی والدہ نے شفقت مادری سے اس کی افطاری میں قدرے اضافہ کر دیا۔

حضرت قطبی صاحب فراست اور صاحب باطن تھے۔ فرمایا اے فلاں تمہاری ریاضت اور شغل باطن میں کمی اور نقصان نظر آتا ہے۔ شیخ خان نے اپنی کوتاہی کا اقرار کر لیا۔ آخر کار اس خیال خامی کے زیر اثر شیخ خان نے دنیا کی سیر و سیاحت کا ارادہ کر لیا اور پیر دستگیر سے اجازت طلب کی۔ حضرت قطبی نے دل میں خیال کیا کہ اگر اجازت نہیں دیتا ہوں اور یہ بغیر اجازت چلا جاتا ہے تو عاق ہو جاتا ہے اور اگر نہیں جاتا تب بھی اس کے دل میں وسوسہ باقی رہے گا جس کی وجہ سے اس کے شغل میں خلل پیدا ہو گا۔ اس بنا پر اس کو اجازت دے دی اور فرمایا کہ "دنیا کی سیر کر کے واپس آ۔"

شیخ خان روانہ ہو گئے۔ جس جگہ پہنچتے علماء و مشائخ سے ملاقات کرتے یہی لکھتے کہ ڈھول کی آواز دور سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ افسوس کہ ادبار نے حضور کے زیر پا خاکروبی سے محروم کر دیا۔ جب شیخ خان مکہ مدینہ پہنچے تو روضۂ مبارک حضرت محمد مصطفےٰ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور حج سے فراغت کے بعد گجرات واپس آئے۔ وہاں وہ اپنے خالہ زاد بھائی سید محمد مہدی سے ملے۔

سید محمد نے ان سے کہا "میاں گھومنے پھرنے میں عمر ضائع کرتے ہو تمہیں شغل حق میں مصروف ہو جانا چاہیے۔" شیخ خان نے کسی شغل کی اجازت طلب کی۔ سید محمد نے ذکر

پاس انفاس کرنے کو کہا۔ شیخ خان جو پہلے ہی حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں اذکار اشغال میں مصروف رہ چکے تھے اور کشف وانوار واسرار کے حامل تھے، کہنے لگے یہ تو بچوں کا کام ہے۔ مردوں کا کام اس سے بلند تر ہے۔ سید محمد نے حیرانی سے پوچھا کہ ''کس کی صحبت میں رہے ہو'' شیخ خان نے جواب دیا ''میں نے اپنے مرشد حق والحقیقت حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس کی صحبت پائی ہے۔''

مختصر یہ کہ شیخ خان کو سید محمد مہدی کا حال وکارِ باطن معمولی نظر آیا۔ شرمندہ ہو کر واپس ہوئے اور جلد از جلد آستانہ حضرت قطب العالم پر پہنچے۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیر کے حکم کے تحت مصروف ہوئے یہاں تک کہ صاحبِ مقام ہو کر خلافت پائی۔

ترکِ دنیا کی خاطر گڈری پہن لی

لطیفہ نمبر ۵۴: حضرت قطب الاقطاب شاہ آباد میں تھے۔ میرے بڑے بھائی بندگی شیخ حمید کی عمر چودہ برس کی تھی۔ حضرت قطبی کو خلائق سے تنفر پیدا ہو گیا۔ چاہتے تھے کہ خلق خدا سے دُور پہاڑ، جنگل، بیابان میں چلے جائیں۔ گدڑی پہن لی اور جامۂ خلافت شیخ حمید کے سپرد کر کے باہر آئے۔

موضع تورہ تک پہنچے ہوں گے کہ عمر خان سروانی کے بیٹے جو آپ کے مرید تھے، آپ کے پیچھے پہنچ گئے تاکہ آپ کو واپس لے آئیں۔ جب حضرت قطبی نے اہل دنیا کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ان کو منع کر دو۔ ورنہ یا تو میری جان جسم سے نکل جائے گی یا ان کو کوئی نقصان پہنچ جائے گا۔ اتفاقاً سعید خان نزدیک پہنچ گیا۔ حضرت قطبی کی حالت بگڑ گئی۔ آنکھوں کی سیاہی غائب ہو گئی اور آنکھیں سپید ہو گئیں اور بے خودی غالب ہو گئی۔ مجبوراً عقب میں جانے والے کنارہ کش ہو گئے، ورنہ یا تو حضرت قطبی کی جان جاتی یا دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچ جاتا۔

الغرض وہ رات حضرت قطبی کی وہیں گزری۔ اس شب میں آپ نے بہت شطحیات و بے خودی میں مجذوبانہ جملے ادا کیے جن میں سے بعض سمجھ میں آتے تھے اور بعض نہیں۔ دو روز بعد جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو گھر واپس آئے۔ سبحان اللہ، آفریں ہے ایسے حال و کمال پر۔ ہاں اولیا ایسی قبا میں مستور ہیں کہ دوسرا ان کو نہیں پہچان سکتا۔

مخدوم العالم شیخ فرید الحق والدینؒ اور مخدوم العالم شیخ بہاء الدینؒ کے مزارات پر حاضری

لطیفہ نمبر ۵۵: حضرت قطبی ملتان کی طرف مخدوم العالم شیخ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی اور مخدوم العالم شیخ بہاء الدین کی زیارت کو گئے۔ پرگنہ دیپالپور میں صاحب حال مجذوب شیخ ابراہیم رہتا تھا جو بہت صاحبِ کرامت تھا۔ علماء کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ اس کے خوف کی وجہ سے کوئی عالم اس کے قریب نہ جاتا تھا۔

حضرت قطبی اس کے پاس گئے تو استقبال کر کے پاؤں میں گر گیا۔ ہر چند حضرت قطبی اس کو اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت قطبی کی زبان پر استغفر اللہ، استغفر اللہ جاری تھا۔ مجذوب کہتا تھا اللہ جانتا ہے کہ حق یہی ہے۔ آخر بہت زور دے کر کوشش سے اس کو اٹھایا۔

رخصت کے وقت حضرت قطبی نے اس مجذوب سے آخرت کی خیرت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ کہنے لگا اے شیخ اللہ جانتا ہے کہ ہم بھی محتاج ہیں۔ سبحان اللہ اولیاء کی قدر و قیمت اور منزلت وہی اولیاء جانتے ہیں جو اللہ کی وحدت کے گنبد کے نیچے مستور ہیں۔ اولیاء ایسی قبا میں مستور ہیں کہ کوئی غیر ان کو نہیں پہچانتا۔

حضرت شیخ محمد کے صاحبزادے کی خلافت اور سجادہ نشینی

لطیفہ نمبر ۵۶: شیخ المشائخ الاولیاء شیخ بدہ جو حضرت قطبی کے پیرزادہ تھے، شاہ آباد میں

میرے بڑے بھائی شیخ حمید کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ جب حضرت قطبی کے پیر شیخ المشائخ شیخ محمد جی کی وفات کا وقت قریب آیا تو قطب الاقطاب شیخ احمد عبدالحق کی روح مبارک ہوا کی صورت میں پورے جسم کے ساتھ حضرت قطبی کے حجرہ میں وارد ہوئی۔

حضرت قطبی اپنے حجرہ میں مشغول عبادت تھے۔ شیخ احمد عبدالحق کے روحانی جسم سے آواز آئی۔ ''شیخ بدھ کو اودھ پہنچا۔ بس'' قصبہ ردولی پرگنہ اودھ کے مضافات میں اودھ سے قریب ہے۔ حضرت قطبی شیخ بدہ کو مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق کے فرمان کے بموجب اپنے ہمراہ لے گئے۔

اس کے بعد شیخ محمد مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور ان پر عالم توحید رونما ہوا۔ کبھی کبھی بیہوش ہو جاتے پھر ہوش میں آجاتے اور فرماتے سبحان اللہ ہم سمجھ گئے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت قطبی نے کہا۔ اے شیخ یہ وقت مردان خدا کی ہوشیاری کا ہے۔ حضرت شیخ محمد نے فرمایا ''ہماری طرف سے بے فکر رہو۔ ہم تا آخر مشغولِ حق رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔ اب اللہ کے سوا ہمارے سینہ میں کسی کا گزر نہیں ہے۔''

حضرت قطبی کو اپنی فکر دامن گیر ہوئی عرض کیا۔ ''اے شیخ آپ تو اس ہوشیاری اور دولت سمیت جا رہے ہیں، ہمارا کیا ہوگا۔'' حضرت شیخ محمد نے جواب دیا ''تمہیں کیا ڈر ہے۔ تم اللہ کے ولی ہو''۔ اس کے بعد شیخ بدہ کو خلافت عطا کی اور سجادہ پر بٹھایا۔ درحقیقت مخدوم العالم شیخ عبدالحق کا شیخ بدہ کو اودھ میں طلب کرنے کا یہی مقصد تھا جو ظاہر ہو گیا۔

مرتبۂ وحدت پر متمکن عارف کے قدم ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں

لطیفہ نمبر ۵۷: بعض لوگ حضرت قطبی کو مختلف مقامات پر دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک حاجی مکہ مکرمہ سے آیا اور بتایا کہ میں نے ان شیخ کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ایک حاجی کی ملاقات شیخ بھوروا اور صوفی دھوبی سے ہوئی۔ یہ دونوں حضرت قطبی کے

مرید تھے۔اس نے ان دونوں سے پوچھا کہ کہاں مرید ہو؟

شیخ بھورو نے جواب دیا ''شیخ عبدالقدوس قدس اللہ سرہٗ کا مرید ہوں۔'' اس حاجی نے کہا میں نے ان حضرت کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ سبحان اللہ مرتبۂ وحدت پر متمکن عارف کے قدم ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ ایک ہی جگہ موجود ہونے کے باوجود ہر جگہ نظر آسکتا ہے۔ جس کو اس عالم کی قدرت ہو اسے کچھ مشکل نہیں ہر جگہ نظر آسکتا ہے۔

نسخہ فوائد القرأت در علم قرأت میں تصنیف فرمایا

لطیفہ نمبر ۵۸: حضرت قطبی کو قرآن پاک کی تلاوت کا بے حد شوق تھا۔ انھوں نے دو مرتبہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت کے سامنے دوزانو بیٹھا ہوں اور دو آدمی قرآن پاک پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہیے اس کے بعد خود پڑھ کر سنایا۔ دوسری بار میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنی زبان مبارک میرے منہ میں ڈالتے ہیں اور پھر پڑھنا سیکھاتے ہیں۔

حضرت قطبی نے شیخ سلیمان ندوی کو تلاوت کرتے ہوئے سنا تو ان کی تلاوت بہت پسند آئی۔ پھر ان سے پڑھا اور پڑھنے کی سند حاصل کی۔ شیخ سلیمان کو علم قرأت نہ آتا تھا البتہ تجوید حروف اور ادائے مخارج حروف کے ساتھ تلاوت انھوں نے استادِ کامل سے سیکھی تھی۔ حضرت قطبی کو علم قرأت میں ملکہ تھا۔ چنانچہ آپ نے نسخہ ''فوائد القرأۃ اور علم قرأۃ'' تصنیف فرمایا تھا۔ شیخ سلیمان نے علم معرفت و توحید حضرت قطبی سے حاصل کیا تھا۔ حضرت قطبی نے نسخہ ''حوض الحیات'' بھی شیخ سلیمان کو پڑھایا تھا اور ان کو ان کی صورتِ کلی و تمامی ہوا میں پیدا کر کے دکھائی تھی۔ جب سلیمان نے علم معرفت میں کچھ مشکلات پر استفسار کیا تو حضرت قطبی نے رسالہ قدسی تحریر فرما کر ان کو پڑھایا۔ وہ رسالہ مشہور ہے۔

وَلی راولی می شناسد

لطیفہ نمبر ۵۹: حضرت قطبی شہر دلی مشائخ کی زیارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا خادم ملک دلاور آپ کا کھانا تیار کرنے کے لیے چکی میں آٹا پیس رہا تھا۔ اسی دوران اس کو غنودگی شروع ہوگئی۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ آموجود ہوئے اور چکی کا دستہ پکڑ کر گھمانے لگے اور ملک دلاور سے فرمایا ''سوتا کیا ہے بیدار ہو اور جلدی آٹا پیس کر تیار کر کیونکہ شیخ عبدالقدوس بھوکے ہیں۔'' ملک دلاور اسی وقت جاگ اٹھا اور دیکھا کہ چکی حرکت میں ہے۔ ہاں ولی ہی ولی کو پہچانتا ہے۔

ولی کی ذات سے کدورت ذلالت کا باعث ہے

لطیفہ نمبر ۶۰: عمر خاں سروانی کی بہن اسلام خانو حضرت قطبی کی مرید تھی اور صاحب شغل باطن بھی تھی۔ کہا کرتی تھی کہ میرے کل جسمانی اعضاء سے ذکر اللہ جاری ہے۔ حتیٰ کہ پاؤں سے بھی یہ ذکر جاری ہے، زمین پر پاؤں نہیں رکھ سکتی ہوں۔ اس کے بھائیوں ہیبت خاں اور سعید خاں کو کسی وجہ سے حضرت قطبی سے کدورت پیدا ہوگئی تھی۔ اس وقت سروانیاں جونپور شہر میں سلطان سکندر کے ہمرکاب تھے۔ کہتے تھے کہ اس دفعہ ہم شاہ آباد گئے تو وہاں سے شیخ عبدالقدوس کو نکال دیں گے۔

یہ بات حضرت قطبی نے بھی سن لی۔ فرمایا ''خوب دیکھا جائے گا چند ماہ میں کون نکالا جاتا ہے۔'' اس کے بعد چند بار سلطان سکندر نے سروانیوں پر عتاب کیا اور اپنی حکومت سے نکال دیا۔ اسلام خانو کہا کرتی تھی کہ میرے بھائیوں کو میرے پیر نے پھینک مارا ہے۔ یہ ان کی ذات سے کدورت اور ناپسندیدگی رکھنے کی وجہ سے ذلیل ہو رہے ہیں۔

صدّو کچھ دیکھا؟ ’’جی ہاں پیر بادشاہ میں نے دیکھا‘‘

لطیفہ نمبر ۶۱: ایک شب حضرت قطبی کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ صدّو نامی خادم پیٹ کو سینک رہا تھا اور حضرت قطبی سوئے ہوئے تھے۔ صدّو نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے قدم مبارک سے نمودار ہوا اور مانند برق چمکنے لگا۔ اس کے بعد ایک نور پیشانی مبارک سے شعلہ کی صورت میں نکلا اور پھر دونوں نور باہم مل کر پھیل گئے اور تمام خانقاہ پر چھا گئے اور کچھ دیر بعد مفقود ہو گئے۔

حضرت قطبی بیدار ہو گئے اور فرمایا ’’صدّو کچھ دیکھا‘‘ صدو نے عرض کیا۔ ’’جی ہاں پیر بادشاہ میں نے دیکھا‘‘ پھر حضرت قطبی نے انتہائی انکساری سے فرمایا۔ ’’وہ نور تیرا ہی ہوگا‘‘ اور پھر اس مرض سے حضرت قطبی کو نجات ہو گئی۔

لیلۃ المبارک میں سو رکعت میں ختم قرآن کا معمول

لطیفہ نمبر ۶۲: حضرت قطبی کا معمول تھا کہ شب برات (لیلۃ المبارکہ) میں سو رکعت نوافل میں جماعت ختم کلام اللہ کرایا کرتے تھے اور یہ معمول کبھی قضا نہ ہوتا تھا۔ اکثر میرے معظم بھائی حافظ کلام ربانی شیخ احمد امامت کیا کرتے تھے اور اگر وہ کبھی موجود نہ ہوتے تو کسی دوسرے حافظ کو بطور خاص بلا کر ختم قرآن سنا کرتے تھے۔ گو حضرت قطبی بھی حافظ قرآن تھے۔ باطن میں عشق کی شدت کے باعث سینہ و زبان بندی کی کیفیت غالب تھی۔ تلاوت کرتے ہوئے زبان بند ہو جاتی تھی اس لیے خود محراب ختم نہ کر سکتے تھے۔

یہ بھی عادت تھی کہ رمضان کی تراویح میں تین ختم قرآن سنا کرتے تھے اور یہ معمول کبھی قضا نہ ہوتا تھا۔ آخری عمر ضعیفی میں بھی شب برات کی سو رکعت تراویح رمضان المبارک دن اور رات کے کل وظائف بلا ناغہ کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے۔ عمل کے لیے عزم راسخ

رکھتے تھے اور آرام کی ان کی نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ خصوصیت سے سردی، بارش، طوفانی ہوا والے دن نفس پر زیادہ سختی کرتے تھے۔

الغرض دین کی پابندی میں حضرت قطبی کی استقامت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی کیونکہ حضرت کا یہ عمل بشری قوت سے بالاتر معلوم ہوتا تھا۔ بقول کسے

می ندانم کایں چہ مرداں بودہ اند
کز عمل یک دم نمی آسودہ اند

"نہ معلوم وہ کون سے مرد تھے کہ جن کو عمل سے ایک پل کے لیے بھی فرصت نہ تھی"

حضرت قطبی نے رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی قدیم دعا میں ذاتی ذوق وشوق، کمال و جمال کی وجہ سے کچھ اضافہ کر دیا تھا اور اس کو انتہائی اشتیاق سے لطف اندوز ہو کر پڑھا کرتے تھے۔ اپنے سب دوستوں اور خلفاء سے فرمایا کرتے تھے اس طرح پڑھو۔ وہ دعا یہ ہے:

اللھم مدلی عمری فی طاعتک و محبتک و شوق لقائک و وسع علی رزقی من خزائن بر کتک و وسعة رحمتک رزق المحبو بین المراد من المقربین الواصلین الیک و صحح فی جسمی فی طلبک یا سیدی و مولائی و بلغنی عملی فی مشاھدتک و کمال معزفتک و انوارقدسک واسرار غیبک فانک تمحوما تشاء وثبت عندک ام الکتاب الٰی اٰخرة.

"یا اللہ میری عمر کو لمبا کر اپنی اطاعت اور محبت میں اور اپنی لقاء کی شوق میں اور مجھ پر میرا رزق وسیع کر اپنی برکت کے خزانہ سے اور اپنی رحمت کو میرے لیے وسیع کر ایسی جیسی کہ تیرے محبوب المراد مقربین اور واصلین کے لیے ہے اور اپنی طلب میں میرے جسم کو تندرست کر۔ اے میرے مالک اور میری آرزو اور خواہش کو اپنے انوار اور غیب کے اسرار کے مشاہدے سے سرفراز فرما۔

بے شک تو ہی جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے"۔

تراویح میں شیخ احمد کا تین سپارے سنانے کا معمول

لطیفہ نمبر ۶۳: ایک مرتبہ ماہِ رمضان المبارک میں میرے بھائی احمد بوجہ معذوری معمول کے مطابق تین سپارے سنانے سے مجبور تھے، انتہائی خوف کی وجہ سے اظہار مجبوری کی جرأت بھی نہ تھی۔ جب تراویح کی ادائیگی کا وقت آیا تو حضرت قطبی کو نور باطن سے یہ بات معلوم ہوگئی، فوراً فرمایا "جس طرح سے فراغت ہو سناؤ"

کسی خاص شخص کے لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ جہنمی ہے یا جنتی

لطیفہ نمبر ۶۴: شاہ آباد میں حضرت قطبی کی شیخ محمد مبارک جونپوری اور مولانا ابراہیم سے اعتقادی مسئلے پر یعنی بہا قولہ **لا نقول لاحد بعینه انه من اهل الجنة او من اهل النار** (ہم نہیں کہہ سکتے کسی خاص شخص کے لیے کہ وہ اہل جنت سے ہے یا اہل جہنم سے) بحث چھڑ گئی۔

حضرت قطبی فرماتے تھے "ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کے نزدیک کون جنتی ہے اور کون جہنمی۔ ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کے نزدیک فلاں شخص جنتی ہے اور فلاں دوزخی" مگر شیخ محمد اور مولانا ابراہیم کہتے تھے کہ جب ہم اللہ کے نزدیک کسی کو جنتی یا جہنمی کہنے کے حق میں نہیں ہیں تو انسانوں کے خیال کے بموجب بھی کسی کو جنتی یا دوزخی نہیں سمجھتے۔

الغرض بحث طویل ہوگئی۔ شیخ محمد نے اپنی مجلس میں بھی تذکرہ کیا کہ شیخ عبدالقدوس کا عقیدہ باطل ہو گیا ہے اور اس اگلے جمعہ کو ہم انھیں تائب کرائیں گے۔ یہ بات حضرت قطبی تک بھی پہنچ گئی۔ متفکر ہوئے اور حضور حق میں التجا کی کہ "خدایا جنگ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے

اگر شیخ محمد حق پر ہیں تو اس کی مجھے وضاحت ہو جائے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور اگر میں حق پر ہوں تو مجھے اس کے لیے معقول حجت اور دلائل مل جائیں۔‘‘

اسی فکر میں تھے کہ فرمان حق تعالےٰ جاری ہوا اور غیب سے ندا آئی ’’تفسیر زاہدی دیکھو‘‘۔ اسی وقت تفسیر زاہدی لائی گئی۔ مشیت الٰہی سے تفسیر زاہدی کی پہلی ہی ورق گردانی پر وہی بحث وموضوع سامنے آیا اور اس میں سے ایک بھاری کاغذ بھی ملا جس پر اسی موضوع پر زبردست دلائل حضرت قطبی کی رائے کی حمایت میں لکھے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ابھی ابھی یہ پرچہ لکھ کر رکھا ہے۔ خود تفسیر زاہدی کا مذکورہ صفحہ بھی اسی بحث پر تھا۔

حضرت قطبی کو اطمینان ہوا اور شکر خداوندی بجالائے۔ فرمایا: ’’جنگ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ جب ہمارا یہ عقیدہ درست ہے تو ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔‘‘ ادھر جب شیخ محمد کو معلوم ہوا کہ حضرت قطبی کو محکم دلائل مل گئے ہیں تو انھوں نے کوئی بحث یا مذاکرہ نہ کیا۔ شیخ محمد کی یہ عادت تھی کہ جب انھیں یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فریق ثانی حق پر ہے تو فوراً اپنی رائے کو بدل کر اس کی بات کو تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ دوسرے علماء ظاہر کی طرح اپنی بات کی پچ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس وقت جو تقاریر طرفین کی طرف سے ہوئیں وہ ذیل کی سطور میں درج کی جاتی ہیں۔

شیخ مبارک نے یہ تقریر کی:

اعلم ان الطهارة عن الكفر يعنى الايمان شرط الدخول الجنة لاهلها كما ان الطهارة للمصلى شرط الصحة الصلوٰة فاذالم يوجد الايمان فى احد يقينا اوشك فى أيمانه هل يقال له بجواز دخول الجنة مع انه لايقال بجواز صلوٰة احد مع الشک فى طهارته و كلاها شرطان المشروطيهما ولم يقل به احد و اجاب عنه. حضرت قطبى وقال قلت فى جوابه باصدق التوفيق

على الصواب نعم ان القول بجواز الصلوٰة يتبنى على عدم الشك فى الطهارة فى الايمان ولا يجوز الشك فى ايمان احد من اهل الاسلام فنحكم با سلامهٖ ايمانه عند الناس ظاهرا و نحكم له بجواز دخول الجنة عندالناس ظاهرا وا ما عندالله فلا نحكم به لانه غير معلوم لنسا ولا ضرر فيه لانه من امور يتعلق بالغيب فلا يجوز القطع فيه لاحد غير صاحب الشرع و هذا نظير الا استثناء فى الايمان فانه الشافى رحمة الله تعالىٰ عليه يرى الاستثناء فى الايمان بان قال انا مومن انشاء الله تعالىٰ باعتبار ان الامر فعيب لمكان الخوف بالله الجليل صاحب الكبرياء والعظمة ولا يرىٰ الشك فى ايمانه والعياذ بالله من ذلك وان ابا حنيفة رضى الله عنه لايرى الاستثناء فى الايمان بان قال انا مومن حقا باعتبار تحقق الايمان فى الحال و باعتبار حسن الظن بالله الكريم الغفور الرحيم فى المأل ولا يقطع فى الامرهٖ لانها مبعمة واما الصلوٰة فليس كذلك فافترقاد ايضا قال الشيخ محمد مبارك ان الاعتقادين الخوف والرجاء شرط الصحة الايمان فالقول بالقطع فى ايمان احد فى عاقبة امرهٖ يفوت ذلك الشرط ويفوت الشرط يفوت المشروط و هذا فاسد لان القطع عند الناس لا يرفع الخوف ازبه لا يحصل يقطع الايمان عندالله و ذلك غير مقطوع ولان القطع عند الناس لازم لصحة الايمان فان الاعتقاد بين الخوف والرجاء شرط لصحة الايمان فبا القول بعدم القطع مطلقا يفوت الرجاء

فیفوت الشرط فیفوت المشروط و ایضاً ان الصلوٰۃ مطلقاً مع حصول الطہارۃ فی الظاہر بغیر شک بخلاف الایمان فان لہ ظاہرا و باطنا ظاہرہ شروط بشرط یتعلق بالحسن ولظاہر و لیس بجواز دخول الجنۃ من حیث الظاہر شرط غیر ذلک و شروط باطنۃ متعلق بالقلب و الباطن و الحکم بدخول الجنۃ عنداللہ یتعلق بذلک فافترق الایمان بذلک فافترق الایمان والصلوٰۃ.

''یعنی جان لیجیے کہ کفر سے پاکیزگی یعنی جنت میں داخل ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔جس طرح سے نمازی کی نماز کے لیے وضوشرط ہے۔جبکہ اگر اس نماز پڑھنے والے میں ایمان نہ پایا جائے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نماز ہوگئی یعنی یقین یا شک کی صورت میں؟ کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہوگا (جبکہ اس کا ایمان مشکوک ہو) باوجودیکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بغیر وضو کے کسی کی نماز ہوجاتی ہے یا جس کو خود طہارت میں شک ہو۔اور یہ دونوں شرطیں اس کے لیے ہیں جو یقین یا شک میں مبتلا ہو۔حضرت قطبی نے فرمایا کہ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اور توفیق خداوندی کے ساتھ کہ یہ جواب صحیح ہے۔تحقیق یہ بات کہ نماز کا جائزہ ہونا مبنی ہے طہارت کے عدم شک پر اسی طرح مبنی ہے ایمان میں عدم شک جنت میں دخول کے لیے اور نہیں جائز شک کرنا اہل اسلام میں سے کسی کے ایمان میں۔ہم لوگوں کے نزدیک ظاہری طور پر اس کے مسلمان اور مومن ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں یا ہم فیصلہ کریں گے اس کے جنت میں داخل ہونے کے جواز کا لوگوں کے نزدیک یا جو کچھ اللہ کے نزدیک ہے۔اور نہیں فیصلہ کرتے ہم اس کا اس لیے کہ یقینی طور پر

اس کا علم ہمیں نہیں ہے اور اس میں کوئی ضد بھی نہیں اس لیے کہ یہ امور غیبیہ سے تعلق رکھتا ہے اور ہمیں اس میں دخل اندازی جائز نہیں کسی ایک کے لیے بھی علاوہ صاحب شرع کے یہ مثال ہے ایمان میں تفصیل کی اور بس اور یہ نظیر ایمان میں استثناء ہے ایمان میں، اس لیے کہ امام شافعیؒ ایمان میں جائز سمجھتے ہیں اس طور سے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں بایں طور کہ ایمان غیبی چیز ہے۔ اللہ جل شانہ کے خوف کی وجہ سے اور یہ اپنے ایمان میں شک نہ سمجھے اللہ کی پناہ اور امام ابوحنیفہ ایمان میں استثناء جائز نہیں سمجھتے بلکہ ہر شخص کو یوں کہنا چاہیے کہ میں مومن ہوں حق اور یقین کے ساتھ۔ باعتبار تحقیق ایمان کے زمانہ حال میں اور باعتبار حسن ظن اللہ کریم اور غفور الرحیم پر مائل ہیں۔ اور عاقبت کا یقین تو ہے ہی نہیں اس لیے کہ اس میں ابہام ہے باقی رہا نماز کا معاملہ تو وہ اس طرح نہیں ہے۔ دونوں کا حکم الگ الگ ہو گیا۔ اور شیخ محمد مبارک نے بھی کہا ہے کہ صحت ایمان کے لیے کسی شخص کی عاقبت کے بارہ میں یقین کے ساتھ کہنے سے شرط ہے۔ یہ شرط فوت ہو جائے گی اور شرط کے فوت ہونے سے مشروط فوت ہو جائے گا اور یہ بات غلط ہے اس لیے کہ یقین لوگوں کے نزدیک خوف کو ختم نہیں کرتا اس لیے کہ اس یقین سے علم حاصل نہیں ہوگا نجات اور فلاح کا بلکہ حاصل ہوتا ہے اللہ کے نزدیک یقین سے اور یہ مخلوق سے پوشیدہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یقین لوگوں کے نزدیک لازم آتا ہے صحت ایمان کے لیے اس اعتقاد خوف و رِجا میں شرط ہے صحت ایمان کے لیے تو آدمی کے یقین کا دخول مطلقاً فوت کر دیتا ہے رجا کو یہ شرط فوت ہو جائے گی تو مشروط بھی فوت ہو جائے گا اور ایک بات یہ بھی ہے کہ نماز اصولِ طہارت کے ساتھ ظاہر میں بغیر شک کے ہے بخلاف ایمان کے۔ اس لیے کہ

ایمان ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ظاہر کے شرائط میں اس لیے کہ یہ متعلق ہے حس اور ظاہر کے ساتھ اور دخول جنت کے لیے جواز نہیں۔ بظاہر اس شرط کے علاوہ اور شروط باطنہ ہیں وہ یہ کہ ایمان متعلق ہو قلب اور باطن کے ساتھ اور حکم دخول جنت عنداللہ یہ اس شرط کے ساتھ متعلق ہے تو نماز اور ایمان کا حکم الگ الگ ہوا۔"

اس وقت حضرت قطبی کے چھوٹے بھائی شیخ المشائخ عزیز اللہ دانشمند موجود نہ تھے۔ جب اس بحث کی خبر ان تک پہنچی تو لکھ کر بھجوایا کہ اگر کوئی شخص اس شخص پر وجود اسلام پر قائم یعنی اسلام پر زندہ رہا اور اسلام پر مرا اور موت کے وقت تک اس سے خلاف اسلام کوئی بات ظاہر نہ ہوئی ہو اور کافر پر جو کفر پر جیا اور کفر پر مرا اور اس کے خلاف اس سے کچھ ظاہر نہ ہوا، پر شک کرے۔ ان کے ظاہری اسلام اور کفر پر گواہی نہ دے اور ان کو ظاہری حیثیت میں جنتی یا جہنمی نہ کہے وہ جس سے انکاری ہے اس کو تائب ہونا چاہیے۔

لان الجنة والنار كلتا هما ثمرة الاسلام والكفر. فلما شاهد الاسلام والكفر من احد علمنا بالحس انه ممات مسلما او كافربان مات قائلا كلمة الاسلام و لكفر ولم يظهر منه الضد حكمنا و شهدنا ظاهرا عند الناس انه من اهل الجنة اومن اهل النار و ماذكر فى الكتب ان العاقبه مبهمة ولا نقول لاحد بعينه انه من اهل النار فمعناه انها مبهة باعتبار ابهام علم الله وحكمة الله تعالىٰ فى الازل انه ما سبق فى حقه ولا نقول لاحد انه من اهل الجنة والنار قطعاً و يقيناً عند الله تعالىٰ. والله اعلم بالصواب.

"یعنی جنت اور جہنم دونوں ثمرۂ اسلام اور کفر ہیں تو جب ہم نے اسلام اور کفر

کسی سے دیکھ لیا اور اپنی حس سے سمجھ گئے کہ مسلمان یا کافر بایں طور مر گیا یعنی اسلام پر یا کلمۂ کفر پر تو ہم بہوش و حواش حکم صادر کر سکیں گے کہ لوگوں کے نزدیک یہ جنتی ہے یا جہنمی۔ باقی رہی یہ بات کہ عاقبت مبہم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عاقبت مبہم ہے علم خداوندی کی نسبت سے یعنی یہ کہ ازل میں اس کے بارہ میں کیا فیصلہ ہوا اور کیا نہیں ہوا اور ہم نہیں سمجھتے کسی معین شخص کے لیے کہ عنداللہ یہ قطعاً جنتی ہے یا جہنمی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طلب خدا کرنی چاہیے یا نہیں؟

لطیفہ نمبر ۶۵: ایک مرتبہ حضرت قطبی نے قاضی محمد دانشمند تھانیسری سے دریافت کیا کہ "طلب خدا کرنی چاہیے یا نہیں؟" قاضی نے جواب دیا "طلب خدا کرنی چاہیے۔"

حضرت قطبی نے دریافت کیا "خدا کو کس طرح پہچانیں گے جس کو کبھی دیکھا ہی نہ ہو اس کو کیسے شناخت کریں گے بلکہ صحیح شناخت کے لیے کسی کا چند مرتبہ دیکھنا بہتر ہے تاکہ شناخت میں کوئی تکلیف نہ ہو۔"

قاضی محمد حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ بیشک اللہ پاک ہے۔ علماء فضلاء کو طلب حق اور اس کی معرفت میں کیسی حیرانی و پریشانی پیش آتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں کیا کیا مشکلات ہیں۔ اے عزیز! انسان کی تخلیق اللہ پاک کی معرفت کے لیے ہی ہے۔ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" ای لیعرفون پس انسان پر اللہ کی عبادت کرنا اور اس کو شناخت کرنا فرض ہے۔ نعوذ باللہ اگر کوئی اس کی شناخت نہ رکھتا ہو کافر ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب امر شرعی ہے اور عالی درجات کا باعث ہے۔ لقولہ علیہ السلام "حاکیا عن اللہ تعالیٰ یا داؤد اذا رایت لی طالبا فکن لہ خادما و لما قیل انا الموجود فاطلبنی تجدنی"۔ " حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بیان کرتا ہے اللہ تعالےٰ ، اے داوٗد! جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کے لیے خادم بن جا اور اسی لیے کہا گیا ہے میں موجود ہوں پس مجھے طلب کرو تو مجھے پاوٗ گے۔"

اس لیے طلبِ حق اور معرفتِ حق کا مطلب جان لینا چاہیے۔ علمائے ظاہر کے نزدیک طلبِ حق سے مراد معرفتِ حق ہے نہ کہ طلبِ ذاتِ حق اور ان کے نزدیک حق سبحانہ تعالےٰ کی معرفت سے مراد اس کے کمالات کی شناخت ہے۔ گویا اس کی تمام صفات مقرر مسلم کی پہچان ہے نہ کہ ذاتِ حق کی شناخت۔ شناخت سے قطع نظر ذات حق وہی کچھ ہے جو وہ ہے اور وہی ہماری عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اس لیے اگر اس قدر جان لیا جائے کہ حق تعالےٰ بذاتہٖ موجود ہے اور اپنی صفات کمال سے موصوف ہے اور زوال و نقصان سے پاک ہے تو (علمائے ظاہر کے نزدیک) گویا حق کی پہچان اور طلب دونوں حاصل ہو گئے اور بندہ مومن ہو گیا۔ گویا ہم نے اس ذات کو بطور صفات کمال پہچانا اس لیے کہ اس ذات کی ماہیت و حقیقت ہماری فہم و دانش سے بالا قرار پائی۔ گویا علما و ظاہر کے نزدیک اس ذات کی معرفت وہی ہے جو کچھ کہ وہ ہے، اس سے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

کما لا یخفی قولہ علیہ السلام فی الأیہ و لا تفکر و افی ذاتہ (یعنی اس کی نشانیوں اور صفات پر غور و فکر کرو مگر اس کی ذات پر نہیں) لیکن عارفوں کے نزدیک معرفتِ حق سبحانہ تعالےٰ کلی طور پر اس کی ذات و صفات کی عرفان سے مراد ہے۔

معرفتِ ذات یوں ہے کہ ذات حق سبحانہ اپنی حیثیت میں وجود مطلق اور ہستی محض ہے۔ یعنی حق تعالےٰ کی حقیقت ہستی کے بغیر نہیں ہے جو کہ وجود کی اعلیٰ ترین حیثیت میں خود بخود موجود ہے اور اپنی ذات میں کسی دوسرے کے امر کی محتاج نہیں ہے۔ اس لیے موجودیت میں حق تعالےٰ کا مرتبہ ثابت کرنا لازم ہے اور اس بات کو زبردست دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے (جن کا بسبب طوالت ذکر نہیں کیا گیا)۔ اسی کے خلاف علمائے ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ حق تعالےٰ ہستی سے بالاتر ہے اور کہتے ہیں کہ ہستی تو اسی کی

ذاتی صفات میں سے ایک ہے اوراس کی ذات اوروجود کو مقتضی (بصفات) بیان کرتے ہیں ''کما قالوا فی تعریف الواجب التعالیٰ الذی یقتضی ذاته وجوده ''(جیسے کہ کہا انھوں نے واجب التعالی کی تعریف میں وہ جو کہ مقتضی اپنے وجود کا ہو) اور ذات کو من حیث ہو بیان نہیں کرتے۔ البتہ عارف بیان کرتے ہیں کہ ذات حق سبحانہ تعالےٰ من حیث ہو، ہو عین ہستی مطلق ہے۔

ہمارا مدعا وجود کے باب میں من حیث ہو ہو باعتبار ماہیت پوشیدہ اور اظہر اُنیتہ ہے۔ یعنی باعتبار ماہیت اس ہستی مطلق کا وجود پوشیدہ تر ہے اور محسوسات سے بالاتر ہے۔ البتہ از روئے ثبوت وہ ظاہر تر ہے۔ اور وہ ہستی پاک ہے۔ تغیر و تبدل محدود کثرت سے مبرا ہے اور کسی نشان سے اس کو مماثلت نہیں دی جاسکتی۔ وہ عالم میں سماتا ہے نہ اشکال میں۔ سب کچھ اس سے پیدا ہوا اور وہ اپنی ذات سے آپ ہے۔ سب اشیاء کا ادراک اسی سے ہے جبکہ وہ خود احاطۂ ادراک سے باہر ہے۔ اس کے جمال کے مشاہدہ کرنے میں چشم راز بیں بھی خیرہ ہو جاتی ہے اور اس کے کمال کے مشاہدہ میں تاریک پڑ جاتی ہے۔ رباعی

یا من بهواه کنت بالروح سمحت

هم فوقی وهو تحت نه فوقی و نه تحت

''اے وہ ہستی کہ جس کی محبت میں مَیں روح کے ساتھ فدا ہوں۔ وہ جو کہ اوپر بھی ہے اور نیچے بھی اور نہ اوپر ہے نہ نیچے (یعنی وہ میرا محبوب میرے دل کی زینت ہے، مقام اور وقت کا پابند نہیں، ہر جگہ موجود ہے''۔

ذات ہمہ جز قائم بوجود ذات تو وجود سازج و ہستی بحت

ہر چیز کی ذات ہے قائم وجود سے اپنے
بے نقش و بے مثل و خالص وجود ذات ہے تیری

بس پئے رنگست یار دلخواہ اے دل قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل
اصل ہمہ رنگہا ازاں بے رنگ است من احسن صبغۃ من اللہ اے دل

''اے دل! یارِ دلدار محض رنگ کا پرستار ہے، اے دل! تو محض رنگ پر قناعت
نہ کرنا۔ اے دل! تمام رنگوں کی اصل وہ بے رنگی ہے جو اللہ کا رنگ ہے''۔

پس جبکہ ہستی مطلق باعتبار ماہیت پوشیدہ ہے، اس کا ادراک بھی معدوم ہے۔ یعنی پیغمبر علیہ السلام کے قول ''**تفکروا فی الأیة ولا تفکروا فی ذاتہ**'' کے مطابق اس کی نشانیوں پر غور کرو، اس کی ذات پر نہیں۔ اور معرفتِ صفات یہ ہے کہ صفات اپنے بیحد کمالات کی اس نسبت وحیثیت کی بنا پر جو بعید از فہم ہے، غیر ذات ہیں لیکن باعتبار حصول و شناخت حقیقت یہ صفات نہیں ذات ہیں۔ مثلاً عالم اپنے علم کے اعتبار سے ذات ہے صفت نہیں ہے۔ اسی طرح قادر باعتبار ذات ہے اور مرید بہ سبب ارادت ذات ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صفات مفہوم کے اعتبار سے جس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ البتہ بر بنائے تحقیق عین ذات ہیں۔ گویا وجود حق واحد ہے اس میں بجز اسمائے صفات کے کثرت نہیں ہے۔ اس لیے علماء (مذہب مختار) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ یعنی مفہوم کے اعتبار سے عین ذات ہیں اور نہ ہی تحقیق وحصول وجود کے اعتبار سے غیر ذات ہیں۔

اے در ہمہ شان ذات تو پاک از ہمہ شین
نے در حق تو کیف تواں گفت نہ این

''اے کہ تو تیری ذات ہر شین سے پاک ہے، تیرے بارے میں یہ یا
وہ کچھ نہیں کہا جا سکتا''

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات
باذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

''عقل کی رُو سے دیکھیں تو ساری صفات غیر ہیں، تحقیق کی رُو سے
دیکھیں تو تُو عین ذات ہے''۔

طلب حق سبحانہ تعالیٰ سے مراد طلب قرب وحصول حق تعالیٰ ہے اور قرب وحصول حق، حق کے علاوہ ہر شے کے ترک وانقطع ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے طالب حق کو اس

امر کی کوشش کرنی چاہیے کہ غیر حق اس کے قلب و نظر سے محو ہو جائے اور اس پر فنائے مطلق کا اظہار ہوتا کہ مشاہدہ حق میں دخل غیر نہ ہو اور بے اختیار کیفیت حال میں یوں بیان کرنے لگے۔

در ہر چہ بدیدم ندیدم مگر دوست!
معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

''ہمیں ہر چیز میں دوست کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا۔ معلوم یہ ہوا کہ اس کی ذات کے علاوہ کسی کا وجود نہیں''

واجب الوجود کلی ہے کہ تردید

لطیفہ نمبر ٦٦: یہ راقم حقیر فقیر رکن الدین شہر دِلّی میں تحصیل علم میں مشغول تھا اور حضرت قطبی بھی وہیں قیام پذیر تھے۔ علم منطق میں نسخہ طبی کی شرح کا درس شروع تھا۔ یہ حقیر بھی سامع تھا۔ دوسرے سبق میں کلیۂ واجب الوجود کا موضوع تھا۔ حضرت قطبی نے اس حقیر سے فرمایا ''آج کیا سبق پڑھا ہے۔'' گو اس طرح کے اسباق کے بارے میں استفسار کرنا حضرت قطبی کی عادت نہ تھی۔

اس فقیر نے عرض کیا کہ علم منطق میں نسخہ طبی شروع ہوا ہے اور میں بھی سن رہا ہوں حضرت قطبی نے فرمایا ''اپنا سبق پڑھو تا کہ ہم بھی سنیں۔''

اس فقیر نے سبق پڑھا۔ جب اس بحث پر پہنچے کہ واجب الوجود کلی ہے تو حضرت قطبی نے فرمایا ''یہ بات تو کفر ہے۔ نعوذ باللہ! یہ اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے جو کچھ اس ضمن میں ہم کہتے ہیں، حاشیہ دیکھو۔''

اس فقیر نے حاشیہ نویسی کی۔ اس میں حضرت قطبی نے اس بات کی تردید کر دی۔ الغرض یہ مضمون حاشیہ طلباء میں پھیل گیا۔

ایک روز حضرت قطبی کی علمائے وقت سے ملاقات ہوئی اور وہاں اس موضوع پر انتہائی بحث ہوئی۔ علماء میں سے اکثر نے حضرت قطبی کے خیال کو تسلیم کر لیا۔ مگر بعض اپنے

ہی عقیدے پر قائم رہے۔ اس بحث کے سلسلے میں حضرت قطبی نے استادِ وقت امام العلماء بندگی مولانا عبداللہ دانشمند دہلوی کو بھی ایک خط تحریر کیا ہے۔ وہ خط حضرت قطبی کے مکتوبات میں موجود ہے۔ ان رغبت فعلیک به. حضرت قطبی نے شرح عوارف لکھتے ہوئے بھی اس بحث پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ اب یہ فقیر رکن الدین مختصراً عرض کرتا ہے۔

سمجھو کہ اگر واجب الوجود کلی ہے تو اللہ کی ذات جزوی ہوگی۔ والجزئ مركب من الكلي والتشخص وهو في ذات الله لا يجوز ولو كان واجب الوجود كليا والكلي عند هم مالا يمنع نفس تصور مفهومه عن وقوع الشركة فليزم ان يكون للكلي جزئيات ولها اشتراك في هذا المعنى فاذا صدق مفهوم هذا الكلي عليها يلزم ان تكون تلك الجزئيات موجودات ازلاً وابداً كذات اللّٰه تعالىٰ لان الوجود لما كان مقتضى ذات الواجب لاينفك عنه ازلاً وابداً وهذا كفر ايضا تلك الجزئيات المتصورة شر اللّٰه تعالىٰ وشريكه ممتنع الوجود فكيف يكون ممتنع الوجود جزئيا لواجب الوجود وهذا محال وايضا وجود جزئي واحدٍ في الخارج و امتناع جزئيات يكون لامر داخل في الماهية والامر خارج عن الماهية وكلاهما باطلان وجود جزئي واحد وامتناع جزئيات اٰخر لامر واحد داخل في الماهية غير مستقيم ولو كان لامر خارج من الماهيه يكون ذلك لمخصص والمخصص ماوراء الوجوب للجواب محال فطهر ان واجب الوجود ليس بكلي ولاجزئي. والله اعلم بالصواب.

''یعنی واجب الوجود اگر کلی ہے اور ان کے نزدیک کلی وہ ہے جو اس کے مفہوم کے نفس تصور میں وقوع شرکت کا مانع نہ ہو، تو کلی کے لیے جزئیات کا ہونا لازم آئے گا اور ان جزئیات کے لیے مشترک ہونا ثابت ہے۔ اس معنی میں کہ

جب اس کلی کا مفہوم ان جزئیات پر صادق آئے تو لازماً ان جزئیات کو موجود ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ جب ذات واجب کو وجود مقتضی ہو تو اس سے لازماً و ابداً جدا نہیں ہوتا اور یہ کفر ہے۔ علاوہ ازیں یہ جزئیات متصورہ جو شریک ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے، اور اللہ کا شریک ہونا ممتنع الوجود ہے۔ اس لیے ممتنع الوجود جزئی واجب الوجود کے لیے کیسے ہوگا۔ اور یہ محال ہے۔ اسی طرح وجودِ واحد جزئی کا خارج ہونا اور دوسری جزئیات کا ممتنع ہونا یا تو امر داخلی کی ماہیت یا امر خارج کی ماہیت کے لیے ہوگا اور یہ دونوں باطل ہیں۔ وجود جزئی کا ایک کا ہونا اور دوسری جزئیات کا ممتنع ہونا داخلی ماہیت کے اعتبار سے درست نہیں اور اگر امر خارج کی ماہیت سے ہے تو مخصص اور مخصص ماسوا واجب کے محال ہے۔
پس ظاہر ہو گیا کہ واجب الوجود نہ کلی ہے نہ جزئی۔ واللہ اعلم بالصواب"

قِدَم نفی ہے عدم کی تو پھر عدم ازلی کیا ہے؟

لطیفہ نمبر ۷۶: ایک دن شہر دہلی میں شیخ احمد بدھ دانشمند بہاری کے گھر عرس تھا۔ صاحبِ فہم و فراست علماء و صلحاء جمع تھے۔ حضرت قطبی پر سکر کی کیفیت غالب تھی۔ اسی عالم میں اسرارِ علم الٰہی بیان کرنے لگے اور امام العلماء مولانا عبداللہ دہلوی سے (جو کہ استادِ وقت مانے جاتے تھے) دریافت فرمایا "علم کلام میں ہے **ان القِدَم ینافی العدم. اس لیے والعدم ازلی کیا ہوا؟** (یعنی قِدَم[۱] نفی ہے عدم[۲] کی تو پھر عدم ازلی کیا ہوا؟)

مولانا عبداللہ مذکور نے جواب دیا "قدم و ازل[۳] کے درمیان عام و خاص کی قید ہے۔"
حضور قطبی نے فوراً فرمایا "آپ تو قدیم و حادث[۴] کے مابین واسطہ پیدا کر رہے ہیں۔"

۱۔ قدم بمعنی قدیم، دیرینہ
۲۔ عدم بمعنی نیستی و نابودی ہونا نفی
۳۔ ازل بمعنی جس کا شروع یا ابتدا ہوا
۴۔ حادث بمعنی نئی چیز جو پہلے نہ ہو

مولانا مذکور نے جواب دیا۔ ''جی ہاں۔''

حضرت قطبی نے پھر فرمایا۔ ''سلب[1] و ایجاب[2] کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

یہیں تک دونوں بزرگوں کے درمیان بطور معمہ کے مختصر گفتگو ہوئی۔

اب یہ حقیر اس کی تفصیل و وضاحت عرض کرتا ہے۔

''قولہ ان القِدَم یُنا فی العدم یعنی قدم و عدم ایک دوسرے کی نفی ہیں فلا یجتمعان۔ اسی لیے اجتماع نہیں ہے اور عدم جو کہ عالم ازلی ہے اور وجود عالم سے پہلے موجود ہے وہی قدیم بھی ہے کیونکہ القدیم مالا بدایہ لہ۔ یعنی قدیم وہ ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے، اس لیے اس اعتبار سے ہونا لازم ہوا۔ فکیف یستقیم المنافاۃ بینھما و کیف یقال و العدم ازلی۔ (یعنی پس کیسے ان کے درمیان منافات میں استقامت ہو سکتی ہے اور کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عدم ازلی ہے۔)

مولانا عبداللہ نے جواب میں فرمایا کہ قدم و ازل کے درمیان عموم و خصوص مطلقاً ہے۔ یعنی جمہور علماء کے نزدیک ازل عام ہے جس سے عدم کے وجود پر اطلاق کرتے ہیں اور قدم خاص ہے جس پر بجز وجود کے اطلاق نہیں ہے۔ اس لیے عدم کو ازلی کہتے ہیں، قدیم نہیں کہتے اور قدم و عدم ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں مگر ازل و عدم ایک دوسرے کی نفی نہیں ہیں۔ اس کے بعد حضرت قطبی نے سوال کیا کہ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ قدیم و حادث کے درمیان واسطہ ہوگا۔ یعنی ایک مفہوم کے اعتبار سے ہم اسے ازلی فرض کریں گے نہ کہ قدیم و حادث۔ پس وہی عدم ہوا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ نے کہا ''ہاں اسی طرح ہے کہ عدم کا مفہوم ازلی ہے، قدیم یا حادث نہیں ہے اس لیے قدیم و حادث کے درمیان واسطہ ثابت ہوا۔ اس پر حضرت قطبی نے فرمایا کہ قدیم کا مفہوم قضیہ سالب ہے مراد نیست و نابودی ہے لان القدیم مالا بدایۃ لہ (قدیم وہ ہے کہ جس کی کوئی ابتدا ہی نہیں) اور

۱۔ یعنی نیست ۔ نابود ۲۔ ایجاب یعنی مقرر تسلیم شدہ

حادث کا مفہوم قضیہ موجبہ ہے اور جو کچھ کہ حادث نہیں ہے قدیم ہے۔ **فابن الواسطه الیٰ نهـا ایـضـاح البحث** (پس واسطہ کہاں ہے بحث اس پر واضح ہے) اب اس فقیر کے دل میں خیال آتا ہے کہ واسطہ لازم نہیں آتا۔ ہمارا مفہوم از روئے اصطلاح ہر دو موضوع پر موجود مراد ہے۔ **ولا واسـطـه بيـن الـمـوجود الذی لابدایه له و بين الموجود الذی له بداية والعدم ای عدم العالم ليس بداخل فی مورد التقسيم** (اور نہیں ہے کوئی واسطہ اس موجود کے درمیان جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے اور اس موجود کے درمیان جس کی ابتدا ہے اور عدم ہے یعنی عدم عالم) اور بعضوں کے نزدیک قدم و ازل ایک دوسرے کے مترادف ہیں اور ہر دو پر وجود اور عدم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس قول کے بیان کرنے والوں کا مطلب یہ ہوگا۔ "**ان الـقـدم يـنـا فی العدم ای ان الوجود ولا يـطـرد عـليـه العدم**" (یعنی قدم جو کہ امر وجودی ہے اس پر عدم لاحق نہیں ہوتا اور موجود قدیم معدوم نہیں ہوتا۔ **وكذالک الازل الوجودی** لیکن قدم و ازل جو کہ عدمی ہیں اس پر عدم لاحق ہوتا ہے یعنی وہ عدم وجود کی بناء پر دور ہو جاتا ہے تا کہ عدم عدم سے اور وجود وجود سے باقی رہے۔ پس اصلی عدم عالم کے حادث ہونے پر دور ہو جائے گا اور لیکن **مـايـقـال كل ازلی ابدی فهو مقيد الوجود ای كل وجودی ازلی فهو ابدی والا لايزال العدمی ای عدم العالم ليس يابدی لان عدم العالم كان ازليا ثم الـعالم بحدوث العالم فافهم. والله اعلم بالصواب.** (یعنی جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کل ازلی ابدی ہے وجود کی قید کے ساتھ یعنی کل وجود ازلی ہے پس وہ ابدی ہوا ورنہ ہمیشہ عدمی رہے گا یعنی عدم عالم ابدی نہیں ہے کیونکہ عدم عالم ازلی تھا پھر عدم عالم کے حادث ہونے کے ساتھ اس کی حیثیت میں اس کو سمجھ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

كُلُوا مِمَّا فِي الارْضِ حَلالاً طَيِّباً

لطیفہ نمبر ٦٨: ایک دن شہر دہلی میں علماء وصلحا کی مجلس میں اس آیت کریمہ **کلوا مما فی الارض حلالا طیباً** پر مذاکرہ ہوگیا۔ میاں عبداللہ دانشمند استادِ وقت نے فرمایا ''حلال یہ ہے کہ اپنے محبّ و دوست کی مِلک سے بغیر اس کی اجازت کے البتہ اس کے اعتماد پر کھالیا جائے اور اس کے بعد اس سے اجازت لے لی جائے اور حلال وطیب یہ ہے کہ اجازت مل جانے کے یقین کے باوجود اول اجازت لی جائے پھر کھایا جائے۔''

حضرت قطبی نے فرمایا ''ہمارے استاد سے منقول ہے کہ حلال وہ ہے جو خود کما کر کھایا جائے اور حلال وطیب وہ ہے کہ اپنی قوت سے اس طرح کمایا جائے کہ اللہ کی محبت عبادت و ذکر میں فرق نہ آئے۔''

اس کے بعد میاں عبداللہ دانشمند نے کہا ''اے شیخ کچھ فرمایئے تاکہ ہم بھی بہرہ ور ہوں۔'' فرمایا ''ہاں زاہدی میں فرمان باری تعالےٰ حلالاً طیباً کے بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ طیب وہ ہے جس کے کھانے پر قیامت کے روز تجھ سے سوال نہ کیا جائے یعنی ضرور کھائے لیکن ایک روٹی پر بسر کرے۔ قناعت اختیار کرے اور ویرانے کو اپنی سکونت کے لیے کافی جانے۔ کیونکہ **کما قال علیه السلام ان الله جل جلاله وهب لابن اٰدم مالا بدمنه ثوبا یواری عورته و وجوعهٗ وبیتاً کعش الطیر و قیل یا رسول الله کیف الملح لما یحاسب به.** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ابن آدم کو ہر وہ چیز دے دی ہے جو اس کے لیے ضروری ہو، کپڑا جو چھپاتا ہے اس کی شرمگاہ کو اور روٹی تاکہ اپنی بھوک کو بجھائے اور گھر رہائش کے لیے پرندہ کے گھونسلے کی طرح۔ اور کہا گیا یا رسول اللہ کیسے ہے نمک۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمک ان چیزوں میں سے ہے جن کے متعلق محاسبہ ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حلال وطیب وہ ہے جو دنیا میں مصیبت کا باعث نہ ہو۔ قیامت میں عذاب نہ بنے۔ اور فرمایا حلال وہ ہے جس پر مفتی حلال ہونے کا فتویٰ دیں اور طیب وہ ہے کہ جس کے حلال ہونے پر تیرا دل گواہی دے۔ اور فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے "دع یریبک الیٰ مالا یریبک" (چھوڑ دے اس کو جو تجھے شبہ میں ڈالے سوائے اس کے جو تجھے شبہ میں نہ ڈالے) اس موقع کے لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لو اور اس پر عمل کرو۔

ایک روز حضرت قطبی کے سامنے پکی ہوئی مرغی رکھی گئی۔ جیسے ہی ایک لقمہ اٹھایا واپس رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو میرے سامنے سے اٹھالو۔ یہ فقیر رکن الدین حاضر تھا۔ عرض کیا کیوں؟ حضرت قطبی نے فرمایا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو صحیح ذبح نہیں کیا گیا ہے۔" معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت قطبی کا فرمانا درست تھا۔ سبحان اللہ زہے نور باطن اور قلب کہ اس کا فتویٰ شرع کے فتویٰ سے بہتر ہے۔ مفتی حکم شرع ظاہری حالت پر کرتا ہے کیونکہ اس کا مقولہ نحن نحکم (ہم فیصلہ کرتے ہیں ظاہر میں) پر ہے۔

جبکہ قلب عارف نور باطن سے روشن ہے باطن پر حکم صادر کرتا ہے اور حق کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ مقولہ ہے۔ عرفت اللہ باللہ و عرفت الاشیاء باللہ (اللہ کو پہچانو اللہ سے اور اشیاء (موجودات) کو بھی اللہ ہی سے پہچانو)۔ اس کا مقولہ ہے شان بینھما ان ہر دو کے درمیان اسی کی شان جلوہ گر ہے۔ لیکن یہ نور شرع پر استقامت سے عمل پیرا ہوتے ہی ہر ولی کو بطور انعام عطا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اس میں ایک نکتہ کی بات ہے اس کو سمجھ تا کہ تو عوام کے اقدام اور جاہل صوفیوں سے بچ سکے۔ جان لے کہ عارف کا دل جو نور سے روشن ہے خلاف شرع خبر نہیں دیتا اور باطل کی راہ نہیں روکتا بلکہ وہ حکم شرع جو مفتیوں کے فہم وعلم سے پوشیدہ ہوتا ہے اس کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے بیان میں بھی احتیاط کرتا ہے۔ زہد وتقویٰ کی راہ دکھاتا ہے نہ یہ کہ وہ

شرعاً منہیات ومکروہات کومباح قرار دے کر شرعی حکم ہی کو بدل دے۔ احکامِ شرع میں تغیر کرنا صرف پیغمبروں ہی کا کام ہے جس کو احکام کی منسوخی کہتے ہیں یہ کام صرف پیغمبر کا ہے ولی کا نہیں۔

منقول ہے کہ ایک سالک جماعت میں امام کے پیچھے قضائے رکعت کے بعد شریک ہوا اور اس سے قبل کہ امام سلام پھیرتا وہ نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس نے مکروہ شرعی کی کیوں تکمیل کی، اس نے کہا امام کے سلام میں تاخیر اس کو سجدۂ سہو کے احتمال سے تھی اور مجھے نورِ باطن سے معلوم ہو گیا کہ امام پر سجدہ سہو واجب نہیں اس لیے میں اپنی نماز کی تکمیل کے لیے کھڑا ہو گیا۔ یہ سن کر اس جماعت میں شریک ایک نے فرمایا ''صاحبِ شریعت اس نوع کو مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ تیرے نور باطن نے شرعی حکم کے خلاف رہنمائی کی ہے اس لیے یہ نور، نور نہیں بلکہ ظلمت ہے اور وسوسۂ شیطانی ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک ولی کے سامنے پکا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ اس نے کھانا چاہا لیکن اس کے دل نے فتویٰ دیا کہ ''نہ کھا'' اس پر بازار سے تحقیق کی گئی مگر بظاہر خلاف شرع کوئی بات عمل میں نہ آئی۔ ولی نے دوبارہ کھانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے دل نے کہا ''نہ کھا''۔ پھر تحقیق کی گئی اور قصاب سے معلوم کیا گیا لیکن کوئی شک وشبہ ظاہر نہ ہوا۔ ولی نے تیسری مرتبہ پھر کھانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے دل نے پھر ندا دی ''نہ کھا''۔ اس مرتبہ قصاب سے سختی سے پرسش کی گئی۔ اس نے کہا، جان کی امان پاؤں تو بتاؤں۔ اس کو امان دی گئی تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک بیمار بھیڑ گاؤں سے خریدی تھی جو لاتے ہوئے راستے میں مر گئی۔ اس غیر مذبوح بھیڑ کا گوشت میں بازار میں لے آیا، فروخت کیا اور یہ وہی غیر مذبوح گوشت ہے۔ سبحان اللہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کیا ہے اور اس کا فتویٰ کہاں سے آیا اور کس نوعیت کا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دیوانہ مجذوب ایک کنویں پر گیا اور اس پر پیشاب کر دیا۔ خلق

خدا کو دشواری ہوئی اور مجذوب کو برا بھلا کہنے لگے اور آخر کنویں کو پاک کرنے کے لیے اس کا پانی نکالنے لگے۔ ناگاہ اس کنویں سے ایک مردار برآمد ہوا جس کی کسی کو بھی خبر نہ تھی اور لاعلمی کی بنا پر اس کے پانی کو پاک سمجھ کر استعمال کیا جا رہا تھا لیکن اس صاحبِ دل دانائے حق مجذوب دیوانے نے اس پوشیدہ ناپاکی کو اس طرح خبر دی۔

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است

کاں زفہم ہر دوعالم برتر است

''اہلِ دل کا ذوق وفہم اور طرح کا ہے، ایسا جو ہر دو عالم کے فہم سے برتر ہے''

و فی ملتقط احیاء العلوم و ان الوریٰ عن الحرام علیٰ اربع مراتب ورع العدول وهو الذی مجیب الفسق باقتحا مهٗ ویسقطهٖ العدالة ویثبت اثم العصیان والتعرض للنار بسببه وهو الورع عن کل ما یحرمه فتاوی الفقها الثانیه وراء الصالحین وهو الامتناع هما یطرق الیه احتمال التحریم ولکن المفتی یرخص فی التنادل بناءً علیٰ الظاهر الثالثة مالا یحرمه المفتی ولا شبهة فی حد ولکن یخاف منه اداؤهٗ والیٰ محرم وهو ترک مالا باس به مخالفة ما به الباس به اصلاً ولا یخاف ان یردی الیٰ مابه الباس اولکنه یتنادل لغیر اللّٰه تعالیٰ اویتطرق الی الاسباب المشتبه لهٗ کراهیة او معصیة والا متناع منه ورع الصدیقین فینبغی لصاحب الورع ان لیتقی قلبه فان هاک فی صلاء شئی فهو الاثم بینه و بین اللّٰه فلا فی الاخرة فتویٰ المفتی فانه یفتی بالظاهر واللّٰه عزوجل یتولی السایر و تضینا باستفتاء القلوب اردنا حیث اباح المفتی اما حیث حرمه یجب الامتناع ثم لامعمول علیٰ قلب فرب موسوس ینفر عن کل شئی ورب سرهٗ متساهل یطمئن الیٰ کل شی ولا اعتبار بهذین القلبین و انما الاعتبار بقلب العالم الموفی لدقائق الاحوال فهو الحکیم الذی یصتحن حفا بالامور و ما اعز

هـذ الـقـلـب فـی الـقـلوب فـمن لم يثق لقلب نفسه فليلتمس النور من قلب بهذا الصفة وليعرض عليه واقعة"

احیاء العلوم کے خلاصہ میں مرقوم ہے کہ ''ورع تقویٰ'' کی چار قسمیں اور مرتبے ہیں۔

(۱) **عادلوں کا تقویٰ**۔ یعنی فسق و فجور سے اجتناب اور ان کاموں سے احتراز جو ثقامت کے خلاف ہوں اور ان افعال سے پرہیز جو جہنم کے اسباب ہوں اور ان تمام اعمال سے پرہیز جو مفتی حضرات کی نگاہ میں حرام ہوں۔

(۲) **صالحین کا تقویٰ**۔ یعنی ان افعال سے احتراز جن کے حرام ہونے کا احتمال ہو اگرچہ مفتیان حضرات ان کے ارتکاب کی اجازت دیتے ہوں۔

(۳) **متقین کا تقویٰ**۔ ان افعال کا ارتکاب جن کی حلت میں شبہ نہ ہو اور مفتی حضرات ان کو حرام نہ فرماتے ہوں لیکن یہ خوف ہو کہ یہ افعال حرام میں واقع ہونے کا سبب بن جائیں۔

(۴) **صدیقین کا تقویٰ**۔ یعنی ان افعال کا مرتکب ہونا جن کے ارتکاب میں کسی قسم کا حرج اور تنگی نہ ہو لیکن یہ افعال غیر اللہ کو مقصود بنانے سے پُر ہوں یا ان اسباب کی طرف لے جاتے ہوں جو کراہت اور معصیت کا سبب بنتے ہوں۔ اس لیے متقیوں کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتویٰ مانگ لیں اگر ان کے دل میں کوئی چیز کھٹکتی ہو تو یہی ان کے اور اللہ جل شانہ کے درمیان گناہ ہے۔ آخرت میں اس کو مفتی کا فتویٰ نجات نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ ظاہر کے مطابق فتویٰ دیتا ہے۔ ہاں جن چیزوں کو مفتی حرام کہہ دے ان سے احتراز ضروری ہے۔ بعد ازیں یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر قلب کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ بسا اوقات وسواسی آدمی ہر چیز سے نفرت کرتا ہے اور بہت سے لوگ ہر سہولت کو جائز سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں ان دونوں دلوں کا اعتبار نہیں۔ ہاں اس نکتہ سنج عالم کے دل کا اعتبار ہے جو حقیقت حال سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کیونکہ وہ پوشیدہ اسرار کو معلوم کر لیتا ہے۔ ہاں اس قسم کے دل کمیاب ضرور ہیں اس لیے اس شخص کا اپنے دل پر اعتماد ہو وہ محقق مدقق عالم کے دل پر اعتماد کرے اور اس کے

سامنے اپنی حالت بیان کر کے اس سے استفادہ کرے اور زاہدی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا۔ اس آیت میں فرمایا کہ اے لوگو ایسا کام نہ کرو کہ قیامت کے دن تمہیں حسرت ہو۔ حلال کھاؤ کہ تمہارے دین کی بنیاد حلال پر ہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حق تعالےٰ نے اپنے پیغمبروں کو فرمایا: "یاایھا الرسل کلوا من طیبات اعملوا صالحا" یعنی نیک عمل کو حلال سے عبارت کیا گیا ہے کیونکہ حلال کھانے والے ہی سے عمل صالح ظاہر ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں سب پانی کی طہارت میں احتیاط کرتے ہیں اے عزیز تو اپنی روٹی میں احتیاط کر اور پاک لقمہ کھا۔ اس لیے کہ پانی کے استعمال میں کافی رعایت بھی ہے لیکن حرام خوری پر کوئی چھوٹ نہیں۔

ایک دن حضرت قطبی نے میرے بڑے بھائی شیخ المشائخ حمید کے اس مسئلے کے سوال کے جواب میں کہ جس طرح حرام کھانے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح پانی کے استعمال کی بھی ممانعت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ امام زاہد کی فکر لقمہ اور پانی کے استعمال میں محتاط ہے۔ فرمایا واللہ اعلم۔ امام زاہد اس میں اس نظریہ سے احتیاط کرتے ہیں کہ پانی کے استعمال کے سلسلہ میں بہت اختلاف ہے اور علماء کا اختلاف رحمت ہے۔

چنانچہ بعض علماء استعمال شدہ پانی کو پاک کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک ناپاک ہے۔ اسی طرح کنوئیں، قلتین (عراقی مٹکہ) اور تالاب کے پانی کا استعمال بعض کے نزدیک چیزوں کو ناپاک کرتا ہے اور بعض کے نزدیک ناپاک نہیں کرتا۔ مختصراً یہ کہ پانی کے استعمال میں بہت رعایت ہے جب کہ کھانے کی چیزوں میں علماء کا اختلاف نہیں ہے یعنی جو چیز حلال ہے وہ سب علماء کے نزدیک حلال ہے اور حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے۔ پس اختلافی امور میں حرمت باقی نہیں رہتی۔

منصور بن حلاج کو نادانوں نے دار پر چڑھایا

لطیفہ نمبر ٦٩: شہر دِلّی کی جامع مسجد جو کہ ہماری تحویل میں تھی، کے خطیب موجود نہ تھے۔ اس فقیر نے خطبہ پڑھا۔ حضرت قطبی بھی موجود تھے اور خطبہ سبحانہ تعالےٰ حضرت قطبی کی تصنیف تھا۔ اس فقیر پر دورانِ خطبہ رقت طاری ہوگئی اور حضرت قطبی پر حالت جذب طاری ہوگئی۔ آپ نے ایک دردناک نعرہ مارا۔ نماز جمعہ اور سنتیں سکر کی کیفیت میں ادا کیں۔ بی بی اولیاء کے پوتے شیخ احمد بھی موجود تھے۔ ان کے ہمراہ دو قوال تھے۔ حضرت قطبی نے شیخ احمد کو بغل میں لے لیا۔ مستانہ باتیں اور عشقیہ کلمات فرمانے لگے۔ اسی اثناء میں قوالوں نے گانا شروع کیا۔ عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی۔ حضرت قطبی مستی و مدہوشی کی حالت میں جامع مسجد سرائے بھورا سے روضہ قطب عالم خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کی جانب روانہ ہوئے۔ دلی کے بازار بغدادی دروازہ کے سامنے ہوتے ہوئے سماع و رقص میں مصروف اس میدان کے قریب پہنچے جہاں سرائے شیخ عبدالصمد جونپوری ہے۔ خلق خدا کا بے حد اجتماع تھا۔ شیخ عبدالصمد اپنے گھر سے باہر آئے اور حضرت قطبی کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی خانقاہ میں لے گئے۔ وہاں پہلے ہی سے قوال حاضر تھے۔ ذوق و شوق درجۂ کمال کو پہنچ گیا اور عشاء کے وقت تک سماع جاری رہا۔ حضرت قطبی نے عالم مستی میں نعرہ مارا اور کہا ''منصور حلاج کو نادانوں نے دار پر چڑھا کر ہلاک کیا اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو ہرگز اس کو ہلاک ہونے نہ دیتا۔'' اس پر شیخ عبدالصمد نے فرمایا ''اے شیخ یہ بات منقول ہے کہ اس زمانہ کے مجتہد اور امام وقت یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکم دیا تھا۔''

حضرت قطبی نے فرمایا ''ہم بھی ان ہی کے بارے میں کہتے ہیں۔''

شریعت ظاہر کی ترجیح کی خاطر شیخ عبدالصمد نے مزید کہا۔ ''اے شیخ کہتے ہیں کہ جب منصور حلاج کو مارا گیا تو ان کے ہر قطرۂ خون سے جو زمین پر گرتا تھا اللہ کا نقش بنتا تھا، یہ دیکھ

کر کچھ لوگ امام یوسف کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم نے کیوں ناحق ایسے شخص کو مروایا ہے۔ امام یوسف نے اپنی سیاہی کی دوات کو الٹ دیا۔ دوات سے سیاہی کا قطرہ زمین پر گرتا تھا، اس سے نقش اللہ بنتا تھا۔ امام مذکور نے فرمایا کہ ہم بھی حق پر ہیں۔"

یہ بات سن کر حضرت قطبی پر جوش عشق کا غلبہ زیادہ ہوا۔ سبحان اللہ دوات کی سیاہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ منصور حلاج کو نہ مارا جانا چاہیے تھا کیونکہ سیاہی جو جمادات سے ہے اگر حق کی خبر دے سکتی ہے، تو انسان سے (جو کہ خلاصۂ موجودات اور بنیان الرب ہے) حق کا ظاہر ہونا کون سی عجیب بات ہے۔ شیخ عبدالصمد اپنے وقت کے درویش تھے، حضرت قطبی کے سامنے مجبور اور حیرت زدہ رہ گئے۔ سبحان اللہ کیا کیا اسرار الٰہی بیان فرمائے ہیں۔ ہاں عارف کا قلب بے کنار سمندر ہے۔

ممکن الوجود اور معدوم کا کوئی ذرہ بھی علام الغیوب کے علم سے مخفی نہیں

لطیفہ نمبر ۷۰: اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ان الساعة اٰتية اكاد اخفيها" یعنی قیامت آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اس کو پوشیدہ رکھوں۔ تفسیر عمدی میں لکھا ہے ای اخفیها من نفسی فکیف اظهرها لکم (میں اس کو اپنی ذات سے چھپاتا ہوں تو تم کو کیسے ظاہر کردوں گا)۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین جونپوری لکھتے ہیں "و الاخفاء من علام الغیوب محال عقلا. لکنه وارد علی طریق المبالغة و ذکرا کاد مصلح" علام الغیوب سے پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ مبالغہ کے طور پر وارد ہے جس کے لیے اکاد کا لفظ ہے۔ اور صاحب عمدہ لکھتے ہیں۔ والمود به بتعبد الوصول الیٰ علیها وقیل اکاد زائدة ای لا اظهر وقتها لکم فانها لاتجینکم الا بغتته۔" اس سے مقصود یہ ہے کہ قیامت کے علم کو حاصل کرنا بہت دور ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اکاد

کالفظ زائد ہے۔ یعنی میں اس کا وقت ظاہر نہیں کرتا پس وہ اچانک آئے گی۔

اورصاحبِ مدارک لکھتے ہیں **ای استرھا عن العباد فلا اقول ھی اٰتیة لارادنی اخفائھا ولولا مافی الاخبار باتیانھا مع معبة وقتھا من الحکمة و احولھم اذا لم یعلموا متی تقوم کانوا علیٰ دجل منھا فی کل لوقت لما اخبرت بہ**" میں قیامت کو بندوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔ پس میں نہیں کہتا کہ آئے گی کیونکہ میرا ارادہ اس کو پوشیدہ رکھنے کا ہے اور اگر اس کے اچانک آنے کی خبر دینے میں یہ حکمت نہ ہوتی کہ لوگ اس کی آمد سے خوف کریں تو میں اس کی خبر کبھی نہ دیتا۔

ایک روز حضرت قطبی شورشِ عشق و مستی و سکر کی حالت میں اسرار بیان کرنے لگے اور اس کی مشکل کو حل فرمایا۔ یہ فقیر حقیر رکن الدین حاضر تھا۔ حضرت قطبی کے بیان کو یاد کرلیا اور ضبطِ تحریر میں لایا۔ یعنی یہ کہ ممکن الوجود اور معدوم کا کوئی ذرہ بھی علام الغیوب کے علم سے مخفی نہیں ہے اس لیے کہ اس کا اخفاء علام الغیوب کی ذات سے محال ہے اور جو کچھ کہ علام الغیوب کے علم میں ہے اس کے وجود خارجی کی حیثیت دریافت کرلینے میں کوئی رکاوٹ نہیں اس لیے کہ وہ وجود سے نزدیک ہے۔ اور جو کچھ معلوم علام الغیوب نہیں اس کی دریافت محض ناممکن اور غیر حقیقی ہے کیونکہ اس کا وجود مقامِ ذات ہے اور وہ شریک باری ہے اور اس کا وجود الوہیت کے منافی ہے۔ پس قیامت کا اخفا جو کہ ممکنات سے ہے اور منافی الوہیت بھی نہیں ہے، علم علام الغیوب پر کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے۔

جواب میں فرمایا "قیامت کے دن ہر خاص و عام کی پردہ دری ہوگی اور ستاری کا تقاضہ پردہ دری کرنا نہیں ہے۔ اس لیے انصب ہے کہ قیامت علم علام الغیوب سے مخفی ہو اور علم حق میں نہ ہوتا کہ وجود پذیر ہو کہ پردہ دری کا باعث نہ بنے۔ اسی بناء پر فرمایا گیا ہے **اکاد اخفیھا من نفسی** یعنی یہ بات قرین قیاس ہے کہ پردہ داری کی جائے۔ اور قیامت علم علام الغیوب سے وراءِ عدم حقیقی میں ہوتا کہ پردہ دری نہ ہو اور عمل ستاری جاری رہے

لیکن ان اللّٰہ لا یغفر ان الشرک بہ (اللہ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا) کے تحت قیامت علم علام الغیوب میں آئی ہے اور علم حق سے مخفی نہیں رہتی اور کافرو مشرک کو اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ لہٰذا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تقوم الساعۃ حتی لایقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ" قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ایک شخص بھی نہ رہے اور تمام عالم کفر میں لپٹ جائے۔ اس وقت کافروں کو ان کے اعمال کا بدلہ چکانے کے لیے قیامت ہو۔ لیکن امید ہے کہ گنہگار لوگ یغفر ما دون ذلک کے حکم کے تحت بخش دیے جائیں اور انشاء اللہ ان کی کوئی پردہ دری نہ ہو۔ ان ربک واسع المغفرۃ تیرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے، میں یہ مضمر ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے وسیع تر ہے۔

میرے عزیز! اس مغفرت میں ایک نکتہ رحمت ہے۔ اس کو سمجھ لے کہ قرآن میں جہاں عاصیوں پر عذاب کے آیات اور نصوص (وہ آیاتِ قرآنی جن کے معنی ظاہر اور صاف صاف ہوں) وارد ہوئی ہیں جس کے لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ "قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِینَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِم لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم۔" یعنی اے محمد میرے ان بندوں سے جنھوں نے گناہوں میں زیادتی کی ہے اور ان کے ارتکاب میں حد سے گزر گئے، کہہ دیجیے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اس کی بخشش کے امیدوار رہیں کیونکہ وہ تمام گناہوں اور خطاؤں کو بخشنے والا ہے۔

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ رحمتِ تست عذر خواہ ہمہ
قطرۂ آب رحمت تو بس است شستنِ نامہ سیاہ ہمہ

"اے وہ کہ بے چارگی میں تو سب کی پناہ ہے، تیری رحمت سب کے عذر قبول کرنے والی ہے، تیری رحمت کے پانی کا قطرہ سب کے سیاہ نامۂ اعمال دھونے کے لیے کافی ہے"

وہی خوبی خطاؤں اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ وہی بخشے گا اس لیے کہ اس آیت رحمت میں کل گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ایک عظیم امید کا باعث ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں ''اے برادر وہ اپنے خطاب میں **یا عبادی الذین اسرفوا** فرماتا ہے۔ **الذی اطاعو یا الذی تابوا** نہیں کہتا، یہ بشارت واشارہ کل گنہگاروں کے لیے اس لیے کہ اس کی رحمت کے دریا کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر اوّل سے آخر تک کل گناہوں کو بھی اس کی دریائے رحمت میں ڈال دیں تو وہ بالکل متاثر نہ ہو اور اس کے سمندر کی کوئی حد نہیں ہے۔ اگر اول سے آخر تک کل گنہگاروں کے لیے بخشش دے تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **وتتجاوز عن سیاتھم** (یعنی عاصیوں کے گناہوں سے بخشش کا وعدہ بڑھا ہوا ہے)۔ وعدہ خلافی کو اللہ تعالےٰ سے منسوب کرنا بالاتفاق ہرگز روا نہیں ہے۔ بعضوں نے وعدہ عذاب کی خلاف ورزی کے بارے میں کہا ہے۔ یعنی اللہ اگر چاہے تو عذاب سے درگزر کرے، اس لیے معلوم ہوا کہ بابِ رحمت و مغفرت قوی ہے اور گنہگاروں کے لیے زبردست امید کا باعث ہے۔ توقع ہے کہ دریائے مغفرت کل عاصیوں کو اپنے حصار میں لے لے گا۔ باب عفو و رحمت کل گنہگاروں کے گناہوں کو دھو کر لطیف و پاک بنا کر جنت میں داخل کرے گا اور اللہ کے دیدار کا مستحق بنا دے گا۔ مثنوی ؎

گر گناہِ اولین و آخریں　　بیش باشد ز آسمان واز زمیں
برحواشی بساطش آں گناہ　　محو گردد جملہ در یک جائے گاہ

''اگر کسی کے پہلے سے آخری تک تمام گناہ آسمان اور زمین سے بھی زیادہ ہوں، تو اس کی رحمت کی وسعت کے ایک گوشے میں گم ہو سکتے ہیں''۔

وھذا من باب الرجاء الکامل الواثق لامن باب القطع والیقین (اور یہ امید کامل و واثق کی صورت میں ہے، بے یقینی کی کیفیت میں نہیں) تاکہ تو غلطی میں نہ

پڑے اور عقیدۂ باطل دل میں پیدا نہ ہو۔ محض مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ مذہب میں گناہ و عذاب کا حکم مشیت الٰہی پر موقوف ہے اور بعض آیات بالاتفاق مطلق مشیت الٰہی پر مقید بتائی جاتی ہیں۔ وعدہ خلافی عذاب جو کہ مشیت خداوندی سے ہے ممکن نہیں۔ اس لیے محض مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے اور بیم و رجاء سے آزاد نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ دونوں ایمان کے وہ زبردست بازو ہیں کہ جن کی قوت سے روحانی پرواز میں مدد ملتی ہے اور سالک ان کی بدولت بلند درجات اور اعلیٰ مقامات تک رسائی پاتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ خوف گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اور امید طاعت پر قائم رکھتی ہے۔

کون ہے وہ خوش بخت جسے یہ سعادت میسر آئے او وطن مادر ہی سے میسر ہو۔

وحدت الوجود پر حضرت قطبی کی تصنیف نور المعانی کا نسخہ اور اس پر بحث

لطیفہ نمبر ۱۷: میاں سیدی احمد دانشمند جن کا شمار صاحب فراست علماء میں ہوتا ہے ایک روز عہد سلطان سکندر لودھی میں شاہ آباد بغرض ملاقات حضرت قطبی تشریف لائے۔ حضرت قطبی نے اپنی تصنیف ''نور المعانی'' کا نسخہ جو قصیدہ امالی کی شرح ہے ان کو پیش کیا۔ کتاب کا دیباچہ ذکر وحدت الوجود پر مشتمل ہے۔ سید احمد کے لیے یہ بات سخت پریشانی کا موجب ہوئی۔ وہ علماء ظاہر میں سے تھے اور وجود کے قائل تھے۔ الغرض اس ضمن میں بحث نے طوالت پکڑی۔ سید احمد کہتے تھے ''افسوس ہے اگر میرا اسباب آگے نہ جا چکا ہوتا تو چند روز بعد حضرت شیخ کے حضور گزارتا اور یہ بحث انجام پذیر ہوتی۔ آخر رخصت لے کر روانہ ہوئے۔

مدت دراز کے بعد مشیت الٰہی سے ان کی ملاقات دوبارہ حضرت قطبی سے قلعہ آگرہ میں ہوئی اور چند ماہ یک جا گزرے۔ ہر روز یہی بحث جاری رہتی تھی اور طرفین کے دلائل ختم نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ سید احمد نے مولانا حسام الدین دانشمند متقی و زاہد کے اس

خواب کو دلیل میں پیش کیا جس میں مولانا حسام الدین نے دیکھا تھا کہ روئے مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم قبلہ سے پھرا ہوا ہے اور وہ اس کو قبلہ رُو کر رہے ہیں۔ مولانا مذکور بیدار ہو کر بہت حیران ہوئے کہ یہ خواب کیسا ہے۔ عاقبۃ الامر خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ ایک کامل درویش (جو ایک وجود کا قائل تھا) کی ملاقات مولانا مذکور سے ہوئی اور ان دونوں میں اس امر پر مباحثہ ہوا۔ مولانا حسام الدین نے اس کو اپنا نقطۂ نظر سمجھا دیا اور اس کو ایک وجودی کے عقیدہ سے تائب کرا دیا اور دو وجود کا قائل کر دیا۔ اللھم عافنا من الشرک الجلی و الخفی.

حضرت قطبی فرماتے تھے کہ اگر مولانا حسام الدین کی اس فقیر سے ملاقات ہو جائے تو میں ان کو عارف مؤحد بنا دوں اور شرک کی دوئی سے نکال کر توحید کی یگانگت سے بہرہ ور کر دوں''۔ اور اسی طرح سیدی احمد کہتے تھے۔

''یا حضرت شیخ اللہ کے لیے اس عقیدہ سے باز آ جایئے کیونکہ اس میں دین تلف ہوتا ہے اور احکام دین و آخرت کی نفی ہوتی ہے۔''

جواباً حضرت قطبی فرماتے تھے۔ واللہ تم دو وجود کا عقیدہ ترک کر دو۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عرفان حقیقی سے نامرادی یقینی ہے جبکہ انسان اور دو عالم کا ظہور رہے ہی تحصیل عرفان کے لیے۔

جب اس بحث میں پانچ ماہ کی مدت صرف ہو گئی۔ اللہ کے فضل و کرم سے سیدی احمد نے عقیدہ ایک وجودی کا اعتراف کر لیا اور اس وقت فرمایا ''سبحان اللہ اگر ایسا عارف کامل نہ ہو تو گمراہی و تاریکی کی تمیز نہ ہو۔ اس کے بعد سیدی احمد نے مشائخ کے حالات مقامات و مقالات اور عوارف المعارف کی مشکلات پیش کیں۔ حضرت قطبی ان کو حل فرماتے تھے اور سید احمد شیخ المشائخ شیخ احمد سے کہتے تھے ہمیں قطب العالم عرائس کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اس کے عوض تم ہم سے تلویح پڑھ لو۔ اس کے بعد سیدی احمد اور میرے بڑے بھائی شیخ حمید اور یہ فقیر اور بڑے بھائی شیخ احمد نے عوارف کی شرح کے لیے مسائل تیار کیے جو حضرت قطبی نے قبول فرما کر عوارف کی شرح تصنیف فرمائی۔ الحمد اللہ علیٰ ذلک۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ دوزخ میں کوئی عذاب نہیں

لطیفہ نمبر ۲۷: ایک دن قاضی عبدالغفور دانشمند عرف بھولا کی حضرت قطبی سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے ہمیں اپنے زمانہ میں کوئی دانشمند درویش نہیں ملا ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر درویش جاہل ہیں ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی علم معرفت کی دشواری کا حل ان سے دریافت کرتا ہوں تو وہ میری بات ہی نہیں سمجھ سکتے اور اطمینان بخش جواب نہیں دے سکتے۔ اب آپ درویش کامل ہیں میری مشکل کو حل فرمایئے۔ حضرت قطبی نے اظہار عاجزی وانکساری کیا۔ قاضی بھولا نے کہا۔ صاحبِ نصوص شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں کوئی عذاب نہیں ہے اور یہ بات بظاہر واضح طور پر نص قطعی کے خلاف ہے۔ فرمایئے اس سے کیا مراد ہے۔''

حضرت قطبی نے فرمایا ''اس بات کو سمجھنے کے لیے خلوت درکار ہے جبکہ اس مجلس میں عام وخاص سب ہی موجود ہیں، کوئی کیا سے کیا سمجھے۔'' قاضی بھولا اس مشکل کے حل کے لیے بہت مضطرب تھے۔ انھیں تاخیر کی برداشت نہ تھی۔ کہنے لگے ''خلق کیا سمجھے گی اور پھر آپ ہمیں کہاں ملیں گے۔''

حضرت قطبی نے موقع کی نزاکت کے پیش نظر فرمایا۔ ''عذاب کا لفظ لغت عربی میں عذوبہ (شیرینی یا مٹھاس) سے بھی مشتق ہے اس لیے اگر کوئی اس کے معنی لغات عربی سے لے تو کیا مضائقہ ہے''

قاضی بھولا نے علمی بحث شروع کر دی۔

حضرت قطبی نے فرمایا ''ان کی اس بات کا انحصار ایک دوسری بات پر ہے۔'' قاضی نے دریافت کیا ''وہ کیا ہے۔''

فرمایا ''حدیث میں ہے کہ مومن نور جمال سے ہیں اور کافر نور جلال سے۔ اس لیے جمال عبادت ہے جنت اور اہل جنت سے اور جلال کا مقصد دوزخ اور اہل دوزخ زیر جلال ہیں۔ اور کل شی یرانی اصلہ کے مصداق آتشیں کیڑے کو آگ سے کیا تکلیف ہو سکتی ہے اور گندگی کے کرم کو بدبو سے کیا ناگواری ہو سکتی ہے۔''

قاضی بھولا نے پھر علمی بحث شروع کر دی۔ حضرت قطبی نے پھر فرمایا ''اس بات کا انحصار بھی ایک دوسری بات پر ہے۔''

قاضی نے پوچھا ''وہ کیا؟''

حضرت قطبی نے فرمایا ''عارف محقق ایک وجود کا قائل ہے اور وہ ہے وحدت و حقیقت کا عالم۔ اس میں تعداد اور کثرت بالکل نہیں ہے جبکہ عذاب و ثواب، راحت و صحت، عالم کثرت و مجاز میں ہے نہ کہ عالمِ وحدت و عالمِ حقیقت میں، پس عارف کی نظر میں امرِ حقیقت باعتبار وحدت ہے۔ اس کی نظر سے جنت و دوزخ اٹھ جاتی ہے اور تکلیف و عذاب کا شعور باقی نہیں رہتا۔''

اس کے بعد قاضی بھولا نے حضرت قطبی کی تسبیح اور جامۂ بغلی کو اٹھا کر سامنے رکھ دیا اور کہا ''یہ چیزیں محسوس کی جا سکتی ہیں۔ ان کے وجود کے محسوس نہ کیے جانے سے انکار احساس لازم آتا ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔''

حضرت قطبی نے فرمایا ''اگر ان چیزوں کا احساس دو اعتبار سے ہو یعنی ایک اعتبار سے موجود اور باعتبار دیگر معدوم تو آخر ہم کیوں اعتبار ثانی اس کو معدوم نہ کہیں؟''

پھر بحث طویل ہوگئی۔ آخر کار حضرت قطبی نے فرمایا کہ دانشمندوں کے مباحث کی کوئی حد نہیں ہے۔ تم تو ہم سے دلیل اور حجت طلب کرو۔

قاضی بھولا نے کہا۔ ''خوب تو حجت اور دلیل ہی دیجیے۔''

حضرت قطبی نے فرمایا ''انفراد ذاتی غیر وجود۔ خدائے تعالیٰ کی قدیم و ازلی صفت ہے

کما قیل کان اللّٰہ ولم یکن معہٗ شی (جیسے کہ کہا گیا ہے اللہ وہ ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں) خدا تعالےٰ کی ذات وصفات میں تغیر وتبدل روا نہیں ہے۔ فھو الان کما کان و کما کان الان (اس وقت بھی وہ ایسا ہے جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے) اگر غیر کا وجود اور ذاتِ ثانی ثابت ہو جائے تو حق تعالےٰ کی ذاتی انفرادیت میں تغیر وتبدل لازم آتا ہے۔ و ذلک لا یجوز (اور یہ بے جواز ہے) اس مقدمہ سے قاضی بھولا حیرانی میں پڑ گئے کہنے لگے اس ضمن میں کتب بینی ضروری ہے۔

حضرت قطبی نے فرمایا ''سمجھدار ہو، کتب بینی ضرور کرو۔'' اس کے بعد دونوں اٹھ گئے۔

اب یہ فقیر اس کی وضاحت اور اس کا جواب تحریر کرتا ہے کمال ہوش سے سنو اور انصاف کرو۔

فان قبل قد تقرر فی العلم ان احدی صفات اللّٰہ تعالیٰ التفرد ذاتی وھو تنزہ عن وجود الغیر کما قیل کان اللّٰہ و لم یکن معہٗ شی وھو سبحانہ و تعالےٰ الان متفرد کما کان متفرد الانہ لا یجوز التغیرنی ذاتہ و صفاتہ ولا شک ان وجود الموجودات وظھور المکونات لم یکن فی الازل وھو سبحانہ تعالیٰ کان متفرد اونزھا عن وجود ھذہ الاشیاء ثم بعد و ثم ظھورھم کیف یستقیم لہ التفرد ذاتی و کیف یقال انہ الآن کما کان وکما کان الاٰنہ قلت وبا اللّٰہ التوفیق والعرفان لھم التفردہ من وجود الغیر صفۃ ذاتیہ یقتضی ان یکون معہ ذاتہ اخری لا فی الازل ولا فی الابد والذ الثانی معدوم ازلاً وابدًا و اشرفیہ ان الوجود البحت عند الصوفیہ الموحدیہ ھو عین الذات ولیس الذات غیر الوجود البحت من حیث ھو ھو شئی واحد لیس لہ ثان لان غیرہ العدم محض وھو لیس بشئی فالوجود البحت من حیث ھو ھو لایقبل العدم العدم المحض من حیث ھو ھو یقبل الوجود

لان الشئی لایقبل نقیضه فالوجود موجود ازلاً وابدًا والعدم معدوم ازلاً وابدًا فثبت انه ما ما ظهر الا الوجود و نفسه لکن لما کان ظهوره متنوعا بحسب تنوعات صفاته یری اغیارًا کثیره.

یک عین متفق کہ جز او ذرۂ نبود
چوں گشت ظاہر ہمہ اغیار آمده

''وہ آنکھ جس کے بغیر کوئی ذرہ بھی وجود نہیں رکھتا، جب ظاہر ہوئی تو کچھ غیر تھا''

رباعی عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

درکون ومکاں نیست عیاں جز یک نور　　ظاہر شده آن نور بانواعِ ظہور
حق نور و تنوعِ ظہورش عالم　　توحید ہمیں است دگر وہم وغرور

''کون ومکاں میں ایک نور کے سوا کچھ نہیں، وہ نور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔حق نور ہے اوراس کے تنوع نے عالم کوظہور بخشا ہے،توحید یہی ہے اور باقی سب فریب اوروہم ہے''۔

فما وجد فی حد الوجود و جد بتجلیه فی تنوعات صفاته لا فی العدم والوجود تحت مراقبه احکام واٰثار نفی مرتبة الذات هو منفرد عن الغیر لیس معه غیره ازلاً و ابداً فهو الآن کما کان الآن و فی رتبة الصفات له تجلیات مختلفه وظهورات المتنوعة ففی مرتبة العلم ظهور الاعیان الثابته بحسب الشیون الذاتیة و فی مرتبة العین ظهور الموجودات المتنوعة باقتضاء الاعیان الثابته و ما یری من الحدث والتغیر و التبدل کلها من مقتضی صفاته فی فالعالم ولم یجد بهذه الصفة یلزم التغیر فی اقتضاء صفاته و ذا غیر جائز و لکل من الاسماء والصفات ولا فمن الصفات یقتضی ان یکون الشیون الذاتیة مندرج فی الذات ازلاً وابداً و منها یقتضی ان یکون الاعیان الثابة ازلاً وابداً و منها یقتضی ان یکون

الاعیان الثابتة فی العلم ثانیة ازلاً و ابداً او منها یقتضی ان یکون المکلوفات فی الکون حادثه فثبت ان ذاته و صفاته مع اقتضائها الآن کما کان وکما کان الآن فسبحان من لایتغیر بذاتہٖ ولا فی صفاتہٖ ولا فی اسمائہٖ بحدوث الاکوان لان حدوثهم وظهورهم باقتضاء صفاتہٖ فکیف یتغیر المقتضی بالمقیضی بل یثبت وتیقر روذاته وجود بحت و هو واحد لیس معه غیره ازلا وابدا فما ظهر وماظهر فی الکون باقتضاء الصفات فهو بعینه باقتضائها ثابته فی العلم وما هو ثابت فی العلم و ما هو ثابت فی العلم فهو بعینه با قتضائها مندرج فی الدنیا والذات واحد ازلاً وابداً لیس معه غیره الآن کما کان وکما کان الآن وهو بحسب صفاته بتجلی فی مراتب ظهوره والصفات مع اقتضا ایض الآن کما کان الآن فاین التغیر و کیف التبدل فاعرف حق العرفان لآ اله الا هو فهل انتم منتهون. ”یعنی اگر یہ کہا جائے کہ علمِ لدُنی سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت تفردِ ذاتی ہے اور تفردِ ذاتی کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ وجودِ غیر سے منزّہ ہے کہ کہا جائے اللہ ہی تھا اور اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی اور یہ اللہ منفرد ہے ایسا جیسا کہ ماضی میں منفرد تھا اس لیے کہ تغیر اللہ کی ذات وصفات میں جائز نہیں اور اس بات میں شک نہیں کہ وجود موجودات اور ظہور کائنات ازل میں نہیں تھا۔ سبحانہ تعالےٰ منفرد اور منزہ تھا۔ ان اشیاء کے وجود سے تو اِن[1] اشیاء کے ظہور و حدوث کے بعد اس کا تفردِ ذاتی کس طرح درست رہ سکتا ہے اور کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ اب بھی ایسا ہے جیسا کہ تھا؟ میں جواباً کہتا ہوں اور اللہ کی توفیق اور اس کے عرفان سے میں یہ بات مانتا ہوں کہ اس کا تفرد وجودِ غیر سے صفتِ ذاتیہ ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کی ذات کے ساتھ غیر کی ذات ازل یا ابد میں ہو۔ دوسری ذات معدوم ازلاً اور ابداً۔ راز اس میں یہ ہے کہ وجودِ خالص صوفیہ موحدیہ کے نزدیک وہ بعینہٖ ذات ہے اور نہیں ہے غیرِ ذات

۱۔ مراد ہمہ اُوست

وجود خالص اس حیثیت سے کہ وہ ذات ہے اور یہ شے واحد ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں ہے اس لیے کہ اس کا غیر عدم ہے اور وہ چیز نہیں ہے۔ تو وجود خالص اس حیثیت سے کہ وہ وجود وجود ہے۔ عدم کو قبول نہیں کرتا اور عدم محض اس حیثیت سے کہ وہ عدم عدم ہے وجود کو قبول نہیں کرتا اس لیے کہ کوئی شے اپنے نقیض کو قبول نہیں کرتی تو وجود موجود ہے۔ ازلاً و ابداً اور عدم معدوم ہے ازلاً اور ابداً تو ثابت ہوا کہ ظاہر نہیں ہوا مگر نفس وجود۔ لیکن جب ظہور ہوا انواع انواع باعتبار انواع انواع صفات کے تو اغیار زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ پس جو چیز معروض وجود میں آئی ہے تو وہ وجود کی حد میں تجلی سے انواع صفات میں آئی ہے اس لیے وہ چیز عدم میں نہ ہوگی اور موجود تکوینی احکام و آثار کے تحت ہے تو ہر مرتبۂ ذات میں وہ منفرد عن الغیر ہے اس کے ساتھ کوئی دوسرا ازلاً ابداً نہیں ہے تو وہ اب ایسا ہے جیسا کہ پہلے تھا اور مرتبہ صفات میں اس کے لیے تجلیات مختلفہ اور ظہورات متنوع ہیں تو مرتبہ علم میں اعیان ثابتہ باعتبار شیوانِ ذاتیہ کے لیے اور مرتبہ عین میں ظہور موجودات متنوع باقتضاء اعیانِ ثابتہ (اعیان ثابتہ) ہے۔ کائنات میں جو حدوث تغیر و تبدل دیکھا جاتا ہے سب کا سب مقتضائے صفات ہے۔ پس عالمِ کائنات اگر موجود نہ ہوتا تو اس صفت تغیر کے ساتھ لازم آتا۔ تغیر اقتضائے صفات میں اور یہ ناجائز ہے۔ ہر ایک اسماء وصفات کی کئی قسمیں ہیں تو صفات میں سے بعض شیون ذاتیہ کا ذات میں ازلاً و ابداً مندرج ہونا چاہتی ہیں اور بعض کا تقاضا ہے کہ اعیانِ ثابتہ ازلاً و ابداً ہوں اور بعض کائنات کا اپنے کون میں حادث ہونا چاہتی ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اپنے اقتضاؤں کے ساتھ اب بھی ویسی ہے جیسی کہ ماضی میں تھی تو پاک ہے وہ ذات جو کہ تغیر پذیر نہیں ہے نہ اپنی ذات میں نہ صفات میں اور اسماء میں بسبب حدوث کائنات۔ اس لیے کہ ان کے حدوث اور ظہور میں باقتضائے صفات کس طرح تغیر ہوگا۔ مقتضی بسبب مقتضا کے۔ بلکہ یہ بات ثابت اور مقرر شدہ ہے اور اس کی ذات وجود خالص ہے اور وہ ایک ہے اور نہیں ہے اس کے ساتھ

کوئی اورازلاً وابداً۔ جو چیزاس کائنات میں باقتضائے صفات ثابت ہے علم میں۔اور جو چیز ثابت ہے علم میں وہ بعینہٖ باقتضائے صفات مندرج ہے ذات میں۔ ذات یکتا ہے ازلاً و ابداً اوراس کے ساتھ نہیں ہے کوئی اور جیسے کہ ماضی میں (نہ تھا) اور وہ باعتبار صفات اپنے مراکز ظہوراور صفات میں باقتضائے صفات اب متجلی ہے جیسے کہ (پہلے) تھا۔تو کہاں سے آیا تغیراور کس طرح ہوسکتا ہے۔ منصور تبدل تو پہچان لوعرفان کے ساتھ حق **لا الـہ الا ھـو فانتم منتھون۔**

آنچہ اندر تتقِ غیب نہاں بود ہماں
در تو پیدا است ہمہ لیکن عرف من عرف است

''جس طرح غیب کے پردے میں وہ خود ہی موجود ہے، اسی طرح میں تجھ میں نمودار ہوکر بھی موجود نہیں''۔

مجمع کون را بقا نون سبق کردیم بصفح ورقا بعد ورق
حقا کہ ندیدم و نہ خواندیم درو جز ذات حق و شیون ذات مطلق

''کائنات کا مرکز نون کا سبق ہے، ہم نے صفحہ بہ صفحہ دیکھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس میں ذاتِ حق اور شیونِ ذات حق کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا اور پڑھا''۔

نورِ باطنی

لطیفہ نمبر ۳۷: ابراہیم سفید باف (جولاہا) نے جو کہ حضرت قطبی کا مرید تھااور درویش تھا، رحلت کی۔ حضرت قطبی نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ ''اس میت کا مرتبہ بلند نظر آتا ہے اس کے بعد مولانا سماء الدین ملتانی (جو کہ بظاہر بہت نیک عمل تھے) کا انتقال ہوا، ان کے جنازہ میں بھی حضرت قطبی شریک تھے ان کے لیے فرمایا ''اس میت کا

مرتبہ ابراہیم کے مرتبہ جیسا معلوم نہیں ہوتا۔"

اس کے بعد ابراہیم کو تعظیماً شیخ ابراہیم کے نام سے یاد کرنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قطبی کو میتوں کے احوال کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا تھا، ویسے رازداری کا بہت اہتمام کرتے تھے اور کچھ ظاہر نہ کرتے تھے۔ حضرت قطبی نور باطن سے لوگوں کے احوال معلوم کر لیتے تھے لیکن بعض اوقات ضرورتاً کچھ ظاہر بھی کر دیتے تھے ورنہ بالعموم رازداری ہی سے کام لیتے تھے۔

ایک دفعہ دن میں نفلی نماز میں بآواز بلند تلاوت کر رہے تھے۔ میرے بڑے بھائی شیخ حمید، شیخ احمد اور یہ فقیر تینوں موجود تھے ہم لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یومیہ نوافل میں بآواز بلند قرأت مکروہ ہے۔ حضرت پیر دستگیر ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا۔ "ہم معذور ہیں اس وقت زبان ساتھ نہیں دیتی اس لیے مجبوراً بآواز بلند قرأت کرنا پڑی ہے۔"

وحدت الوجود پر بحث کے دوران فرزندان سے ناراضگی

لطیفہ نمبر ۴۷: ایک روز بعد نماز فجر حضرت حاضرین کی ایک جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور سکر کی کیفیت میں وحدت وجودی بیان فرمانے لگے۔ میرے بڑے بھائی شیخ حمید، برادر معظم شیخ احمد اور خود یہ فقیر بھی حاضر تھے۔ میرے دل میں یہ خیال دشوار معلوم ہوا۔ اس لئے ہم نے عرض کیا کہ مسئلہ وحدت وجودی کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صریحاً بیان نہیں فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس کی صراحت نہیں فرمائی، نیز صاحب مذہب نے بھی مذہب کی بنیاد مسئلہ وحدت وجودی پر نہیں رکھی اور نہ ہی اس کو بیان کیا ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر اعتقاد رکھنے میں اس امر کا احتمال ہے کہ اللہ کی پناہ کہیں آخرت میں خرابی کا باعث اور مؤاخذہ کا سبب نہ بنے۔

فرمایا ''صراحت اس لیے نہیں ہوئی ہے کہ اس زمانہ میں یہ مسئلہ محل نظر نہ تھا اور پوشیدہ تھا مگر اشارتاً اور دلائل سے بہت کچھ اس کو بیان بھی کیا گیا ہے اور بعض جگہ یہ واضح طور پر بھی مذکور ہے۔ البتہ اس کو علمائے ظاہر بظاہر مشکوک سمجھتے ہیں اور بہ نظر ظاہر اس کی تاویل کرتے ہیں۔ ہاں مگر یہ مسئلہ تبع تابعین کے زمانے میں ظہور پذیر ہوا تھا اور تیسری صدی ہجری ہونے کی وجہ سے اس زمانہ میں اندازِ فکر خیر پر مبنی تھا۔ اس زمانہ میں کل مشائخ و مجتہد موجود تھے اور علمائے ظاہر ان ہی سے رجوع کرتے تھے، اس لیے ان کے قول و فعل پر بھی اعتماد ہونا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ امام اعظمؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ اور امام یوسفؒ کے دور میں اور دیگر آئمہ کے زمانے میں بھی ہر طرف مشائخ کبار اور معتمد مؤحدان موجود تھے اور اس مسئلے پر تحریر و بیان سے سرگرم عمل تھے۔ اگر یہ مسئلہ غلط یا دین کے خلاف ہوتا تو وہ ہرگز خاموش نہ رہتے اور یقیناً اس کے ردّ و انکار میں مشغول ہو جاتے ہیں کیونکہ حق کے معاملے میں شیطان آخرش ہی خاموش رہ سکتا ہے۔ چنانچہ مسائل معتزلہ اور فلسفہ اور دوسرے گمراہی کے مسائل میں جو کہ اہلسنت والجماعت کے علاوہ بہتّر (۷۲) فرقوں میں اور دوسرے طبقوں میں تھے ان کے ردّ و انکار میں وہ مصروف ہو گئے تھے اور نہایت جدوجہد سے ان پر طول و طویل مباحث بھی کیے تھے۔ اس لیے جب آئمہ دین نے اس کے بیان میں سکوت اختیار کیا ہے اور ردّ و انکار میں مصروف نہیں ہوئے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ مخالف دین نہیں ہے۔ محل بیان پر سکوت بیان کے مترادف ہے۔

اسی طرح اختلافی مسائل میں بعض کثرت وجود کے قائل ہیں اور یہ تمام علمائے ظاہر میں اور بہت سے مشائخ و عباد و زہاد بھی اسی عقیدہ کے ہیں جبکہ بعض دوسرے وجود وحدت کے قائل ہیں اور یہ مؤحدان و عارفان وجود حق ہیں۔ یہ بھی علمائے اکمل و مقتدایان دین اور مجتہدانِ وقت ہیں۔ نیز اہل حق کا کشف بھی اس کو گواہی دیتا ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ اختلافی ہونے کے باعث نہ مخالف دین ہے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے آخرت کا کوئی نقصان متوقع

ہے۔ ہماری غایت اس باب میں سر ربوبیت اور سخن حقیقت سے ہے جس کا اپنا ایک مقام ہے۔ بہر حال یہ ہر مرد اور ہر مرتبہ کے شایانِ شان نہیں ہے اسی لیے اقتضائے سر ربوبیت کو کفر کہا گیا ہے۔

لیکن مثل منصور حلاج دار کشی پر نعرۂ انا الحق ہی حقیقت ہے۔ اے عزیز مسئلہ معذور اور ہے مسئلہ درست اور۔ مسئلہ مسافر اور ہے مسئلہ مقیم اور۔ بے عقل کا اور ہے، ہوشمند و عاقل کے لیے اور۔ اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ مسئلہ شریعت ظاہر اور ہے، مسئلہ طریقت و حقیقت اور۔ کلمہ طیب لامعبود الا اللہ شریعت کے معنی میں ہے لامعبود الا اللہ طریقت کا مسئلہ ہے اور لاموجود الا اللہ مسئلہ حقیقت ہے۔

طعمہ کاں پاک بازاں راد ہند	ہرگز ان کے نونہالاں راد ہند
عاقلاں راشرع تکلیف آمدہ	بے دلاں را عشق تشریف آمدہ

''وہ غذا جو پاک بازوں کو دی جاتی ہے وہ کبھی بچوں کو نہیں دی جاسکتی۔ عاقلوں کے حصے شرع کی ذمہ داری آئی ہے اور عشاق کے لیے عشق اتارا گیا ہے''۔

اور جاننا چاہیے کہ محققین کا اس مسئلہ پر اختلاف ایک دوسرے ہی اختلاف پر مبنی ہے۔ ایک فرقہ کے لوگ جو کثرتِ وجود کے قائل ہیں، ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کو (جو کہ واجب الوجود ہے) وجود سے ماورا کہتے ہیں کیونکہ وہ ہماری عقل سے بالا ہے اور وجود کو اس کی ذات کی لازمی صفت پر محمول کرتے ہیں اور اس سے کسی وجود کو ازلاً و ابداً منفصل نہیں گردانتے۔

دوسرا فرقہ ان لوگوں کا ہے جو وحدت الوجود کے قائل ہیں اور ذات حق تعالیٰ کو عین وجودِ مطلق سمجھتے ہیں کیونکہ موجودیت کا اعلیٰ ترین مرتبہ عین وجود مطلق ہے اور وہی واجب الوجود ہے۔ گویا فریقین سب اپنے اپنے دلائل و براہین پر قائم ہیں اور معرفت کا اپنا اپنا ایک معید ہے۔ مختصراً یہ کہ میرے بڑے بھائی شیخ حمید، یہ فقیر اور معظم بھائی احمد ہم تینوں علم ظاہری

سے بحث ومباحثہ پراتر آئے اور بحث اتنی طویل ہوئی کہ فجر کے وقت سے ختم چاشت کا وقت ہوگیا، اس کے بعد مجلس ختم ہوئی۔

حضرت قطبی کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ ان فرزندوں نے جو اس قدر بحث و مباحثہ کیا ہے شاید ان کے دل میں ابھی کمی ہے اور اسی لیے وحدت وجودی کے منکر ہیں۔

فرمایا ''ہم ان فرزندوں کے ساتھ نہیں رہیں گے ان کا دین ومشرب جدا اور ہمارا جدا ہے۔''

اور جوش حال میں اٹھ کھڑے ہوئے اور روانہ ہو گئے۔ کسی کو دم مارنے کی طاقت و مجال نہ تھی۔ جب تقریباً نصف کوس سفر پیدل طے کر چکے تو مجبوراً سواری کے لیے گھوڑا پیش کر دیا گیا۔ سوار ہو کر تھانیسر کی جانب روانہ ہوئے اور فرمایا ''معلوم کرتے ہیں کہ شیخ جلال کا کیا مشرب و مذہب دین ہے۔ اگر وہ بھی ہمارے مذہب پر نہ ہوئے تو ہم ان کو بھی چھوڑ دیں گے۔''

قصہ کوتاہ کہ قصبہ لکھنوتی عقب میں رہ گیا اور اس سے آگے نکل آئے۔ کل صاحبزادے، وابستگان اور قصبہ گنگوہ اور لکھنوتی کے لوگ حضرت کے پیچھے چل رہے تھے۔ کسی کو دم مارنے کی طاقت نہ تھی۔ اس کے بعد دریائے (جمنا) کے ملاحوں کو یہ پیغام بھجوایا گیا کہ اپنی کشتیوں کو گزرگاہ سے دور لے جائیں۔ سوچا شاید اسی بہانے واپس آ جائیں۔

عاقبت الامر امیر شاہ داروغہ گنگوہ کو جو حضرت قطبی کا نہایت مخلص مرید تھا، خبر ہوئی اور وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ حضرت قطبی اس پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ گستاخانہ وار آگے بڑھے اور حضرت قطبی کے گھوڑے کے پیر پکڑ لیے اور عرض کیا ''حضور کا گنگوہ چھوڑ کر جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ خبر جب ہمایوں بادشاہ کو پہنچے گی تو ان کو خیال ہوگا کہ مقامی داروغہ نے کوئی بے ادبی کی ہوگی اور حضرت کی دل شکستگی کا باعث ہوا ہوگا۔ اس پر بادشاہ سلامت مجھے مروا دیں گے۔ پھر جب بادشاہ سلامت ہی کو مجھے مروانا ہے تو اس سے تو بہتر ہے کہ میرے پیر و مرشد ہی مجھے مار ڈالیں۔''

حضرت قطب العالم کے جوش میں بھی کمی آ گئی تھی۔ امیر شاہ اسلام نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور واپس لے آیا۔

ہم جملہ فرزند مہجور ٹھہرے۔ حضرت قطبی ہمارے پیچھے نماز بھی ادا نہ کرتے تھے، فرماتے تھے کہ "چونکہ ان کا دین ومشرب مختلف ہے اس لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔"

یہ خبر شیخ جلال الدین تھانیسری کو بھی پہنچی۔ وہ آئے اور چاہتے تھے کہ قدم بوسی کریں۔ حضرت قطبی نے ڈانٹ کر ممانعت کر دی اور فرمایا "وہیں ٹھہرو اور بتاؤ کہ تمہارا دین ومشرب کیا ہے؟"

شیخ جلال نے قرآن پاک کی وہ آیات تلاوت کیں جو "وحدت" پر اشارہ کرتی ہیں اور توحید کے بیان میں مشائخ کے قول سنائے۔ اس پر حضرت قطبی نے خوش ہو کر شیخ جلال کو اپنی بغل میں لے لیا اور وفورِ عشق میں توحید بیان کرنے لگے۔ میرے بھائی علی نے بھی توحید پر دو تین اشعار سنائے۔ عجب کیفیت ہوئی۔ ہم تینوں بدستور مہجور تھے۔

دو تین روز بعد ہم پر بھی شفقت و کرم فرمایا۔ الحمد اللہ علی ذلک۔ اس کے بعد بڑے بھائی شیخ احمد، شیخ حمید اور اس فقیر نے توحید پر حتی الوسع رسالے لکھے۔

سبحان اللہ زہے کمال وعرفانِ مردِ خدا

لطیفہ نمبر ۷۵: حضرت قطبی کی سکر و مستی کی حالت میں کبھی کبھی زبان گنگ ہو جاتی تھی۔ ہر چند کہ بات کرنا چاہتے تھے، صحیح الفاظ زبان سے ادا نہ ہوتے تھے اور سر من عرف اللّٰہ کل لسانہ کا بھید ظاہر ہو جاتا تھا۔ پھر دوسری ہی ساعت زبان کھل جاتی تھی۔ اس وقت آپ انوار و اسرار الٰہی اور معرفت کے نکات جو کلامِ ربانی میں درج ہیں، اس کثرت سے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے تھے اور سر من عرف اللّٰہ طال لسانہ کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ دونوں حالتیں اکثر ہو جایا کرتی تھیں۔

ایک روز حضرت قطبی عالم مستی میں اسرار بیان کر رہے تھے۔ قاضی فضل اللہ دانشمند اور عبداللہ دانشمند کوفی بھی حاضر تھے۔ ان کو بھی بے حد سوز و عشق کی کیفیت پیدا ہوئی۔ جب وہ میاں بھورو کے بیٹے دلاور خاں کے پاس گئے تو انھوں نے بتایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس عالم عشق میں کلام اللہ کی تفسیر بیان کر رہے تھے اور پوری مجلس پر رقت طاری ہو گئی تھی۔ دلاور خاں نے دریافت کیا "کون سی تفسیر تھی" انھوں نے جواب دیا "کوئی خاص مقرر تفسیر تو نہ تھی جو کچھ وہ بیان کر رہے تھے کسی بھی تفسیر میں نہیں ہے اور نہ اب تک ہم نے سنی ہے نہ کسی سے سننے میں آئی ہے۔

سبحان اللہ زہے کمال و عرفانِ مردِ خدا۔ **اللّٰھم ارزقنا ذلک و جمیع الطالبین.**

ایک دن اوران پر سوزِ عشق کی حالت طاری تھی، زبان بند تھی اور بات نہ کی جاتی تھی۔ ایک عالم موجود تھے۔ ان کو گمان ہوا کہ ان کو کوئی خاص مرض ہے۔ پوچھا "یا حضرت شیخ آپ کو کیا مرض ہے۔" جواب دیا۔ بابا دو مرض ہیں، **یضیق صدری** اور **لاینطق لسانی.** وہ حیرت میں رہ گئے۔

سبحان اللہ، اللہ کے بندوں کی حالت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اولیاء ایک ایسی قبا میں مستور ہیں کہ انھیں کوئی نہیں پہچانتا۔

مولانا شعیب کی مسجد میں آمد

لطیفہ نمبر ۷۶: ایک روز شہر دِلّی میں اس فقیر نے عرض کیا کہ "مولانا شعیب عالم خوش الحان ہیں۔ اپنی مسجد میں تفسیر کلام اللہ بیان کرتے ہیں۔ وہاں حفاظ کا اجتماع بھی ہوتا ہے، اگر حضور پسند فرمائیں تو تشریف لے چلیں اور شرکت فرمائیں۔"

فرمایا: "خوب رہے گا۔"

بعد ادائے نماز جمعہ وہاں حاضر ہوئے۔ مولانا شعیب منبر پر تفسیر بیان کرنے میں

مصروف تھے۔ان کی آواز سنتے ہی حضرت قطبی پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔مستی عشق اور سکر معرفت میں بے خود ہوکر اسرارِالٰہی بیان کرنے لگے۔

مولانا شعیب خاموش ہوکر انتظار کرنے لگے کہ جب شیخ کو اس حال سے افاقہ ہوگا اور وہ خاموش ہوجائیں گے تو پھر تفسیر بیان کریں گے۔ادھر حضرت شیخ پر اس قدر غلبہ عشق ہوا کہ اس میں کوئی کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔آخر کار مولانا شعیب منبر سے نیچے اتر آئے۔اسی حالت میں اس فقیر نے حضرت قطبی کو سوار کرا کر روانہ کیا۔

اس کے بعد نماز عصر کے لیے شیخ المشائخ شیخ نصیر الدین دانشمند درویش کی مسجد میں آئے۔وہاں پر ان کے فرزند اور دوسرے درویش بھی موجود تھے۔میرے استاد فتح اللہ پسر شیخ نصیر الدین جب حضرت قطبی کی بے قراری اور ان کی لرزہ براندامی کو دیکھا تو اس فقیر سے دریافت کیا''ان کو کیا مرض ہے اور اس مرض میں اور ایسی حالت میں کیوں گھر سے باہر آئے ہیں۔''

اس فقیر نے عرض کیا''یہ مرض نہیں ہے،مولانا شعیب کی مسجد سے زخمِ عشق لگا ہے اور اسی کے سبب یہ حالت ہوگئی ہے۔''

تمام اہلِ مجلس حیران رہ گئے۔اس کے بعد نماز عصر کے لیے وضو کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔عین غلبۂ عشق میں بھی ادائے آداب وضو کو ملحوظ خاطر رکھا۔اس پر سب کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔کہنے لگے سبحان اللہ ایسی مستی کی حالت میں بھی احکامِ شریعت کی ایسی تعمیل نہ آج تک دیکھی نہ سنی۔

اے عزیز! اولیائے اکمل اپنے اوقات پر قادر ہوتے ہیں۔**لا یحول لھم الحال بل الحال یحول فیھم** (یعنی حال ان پر غالب نہیں ہوتے بلکہ وہ حال پر غالب ہوتے ہیں)مراد یہ ہے کہ حال ان کی ذات میں جذب ہوجاتا ہے۔

صاحبِ مقام لوگ معرفتِ حق میں دنیا سے کتنے لاتعلق و بے خبر کیوں نہ ہوجائیں لیکن صحت عقل و دین پر قائم رہتے ہیں۔

عالم مستی میں شطحیات بھی کہہ جاتے تھے

لطیفہ نمبر ۷۷: حضرت قطبی دورانِ سمع وجد کی حالت میں کسی اور ہی مقام پر ہوتے ہیں جس کا سمجھنا ہی محال ہے اور ظاہری حال میں جو صورت ہوتی تھی اس کا بیان بھی ممکن نہیں ہے۔ جس نے یہ حالت دیکھی ہو اور بغور معائنہ کی ہو وہی کچھ جان سکتا ہے۔

کبھی کبھی عالم مستی میں شطحیات (کلمات غیر شرع) بھی ادا کر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ عالم مستی میں فرمایا "میں عرش کو فرش پر دے مارنا چاہتا ہوں" اکثر حالتِ وجد میں فرمایا کرتے تھے "ہم اپنے خیمہ کو بہشت میں لے جاتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ"

ایک دن مستی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ "تاجِ شاہی ہمارے بچوں کے سر پر ہے۔"

ایک دن پھر بے خودی و مستی کے عالم میں فرمایا۔ "یارو پردہ اٹھ گیا ہے۔ جبرائیل کہتے ہیں کہ "فرمانِ حق مغفرت ہے۔" الحمد للہ علیٰ ذلک۔

ایک روز مطرب در پردہ ملار گا رہے تھے۔ حضرت قطبی عالم وجد میں تھے۔ راگ مولانا جامی کے ان الفاظ میں گایا جا رہا تھا

جرا سُر جن سیج ہماریا میں تجھ لگ سیج سنواریا

نمازِ عصر کا اوّل وقت تھا کہ حضرت قطبی وضو کی طرف متوجہ ہوئے۔ چوکی پر بیٹھ کر وضو کیا اور نمازِ عصر با جماعت ادا کی۔ بعد نماز فراغت پھر وجد میں مصروف ہو گئے۔ پھر وجد کی حالت سے افاقہ ہونے پر فرمایا کہ عین کیفیتِ وجد میں فرمان باری تعالیٰ ہوا تھا۔ "مصلّے پر آؤ۔"

سبحان اللہ! اللہ کے بندے اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان غیر نہیں ہوتا۔ جو کچھ دیکھتے ہیں حق دیکھتے ہیں، جو کچھ سنتے ہیں المصلی یناجی ربہ مصلی کانا پھوسی کرتا ہے اپنے رب سے۔ حقیقت میں وہ حضور حق میں ہوتے ہیں۔

ایک دن اور دورانِ سماع وجد و مستی کی حالت میں تھے فرمایا۔ ''جس وقت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام حضرت حق سبحانہ تعالےٰ سے مصروف تکلم تھے، ہم بھی حاضر تھے۔''

اس کے علاوہ سکر کی حالت میں بہت اسرار بیان کرتے تھے۔ کبھی فرماتے ''میں نہیں کہتا، میری زبان سے حق سبحانہٗ تعالےٰ کہتا ہے۔ من الشجرۃ ان یا موسیٰ انی انا اللّٰہ رب العالمین (شجر) سے آواز آئی اے موسیٰ میں تیرا رب العالمین ہوں) اس دولت کا نشان ہے۔

ایک روز برخوردار ملتانی گویّے کے گانے سے بے حد کیفیت درد پیدا ہوئی۔ مستی میں سرشار ہو کر اس سے فرمایا ''واللہ ہم نے تجھے عرش دیا، کرسی دی، بہشت دی۔''

ایک روز میرے بھائی شیخ علی کوئی چیز پڑھ رہے تھے۔ اس کو سن کر حضرت قطبی پر حال وارد ہوا۔ فرمایا ''آؤ'' اور پھر ان کو بغل میں لے کر فرمایا ''شاہ شاہانی'' الغرض اسی قسم کے کلمات و شطحیات اکثر اوقات عالمِ بے خودی میں حضرت قطبی کی زبان مبارک سے ادا ہوتے تھے۔ سبحان اللہ حالات و مقامات و مقالات مردانِ خدا کو بجز خدا تعالےٰ کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان کی زبان سے وہ خود بولتا ہے اور وہ درمیان میں نہیں ہوتے۔ بے شک اولیاء اللہ اس قبا میں ہیں جسے کوئی نہیں جانتا۔

گنگوہ کو کیوں چھوڑ آتے ہو آخر کار وہی مقام تو کام آنے والا ہے

لطیفہ نمبر ۸۷: پرگنہ گنگوہ کے ایک زمیندار ملک عثمان کورانی حضور قطبی کے مرید خاص تھے۔ ان کی آرزو تھی کہ اگر ایک پیرزادے ان کے وطن (یعنی گنگوہ) میں قیام پذیر ہوں تو ان کے لیے سعادت و سرفرازی کا باعث ہو۔ اس غرض سے چند مرتبہ انھوں نے بکوشش تمام حضرت قطبی سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔

حضرت قطبی نے اس حقیر فقیر رکن الدین کو رہائش کے لیے بھیج دیا۔ ملک عثمان

کورانی نے سرائے قصبہ گنگوہ میں مکان تعمیر کرائے اور بہت خدمت کی۔ مجھے اور میرے دوسرے بھائیوں کو گنگوہ میں قرار نہیں آتا تھا۔ چند روز وہاں قیام کرتے اور پھر واپس چلے جاتے۔

ایک دن حضرت قطبی نے نور باطن سے حقیقت حال دریافت کی اور فرمایا ''گنگوہ کو کیوں چھوڑ آتے ہو، آخر کار وہی مقام تو کام آنے والا ہے۔'' یعنی مستقل سکونت ہی وہاں ہوگی، اور ویسے ہی ہوا۔ حضرت قطبی نے جو اس نقل مکانی کا ذکر کیا تھا، اس کا قصہ آگے درج کیا جاتا ہے۔

فرمانِ حق تعالیٰ

لطیفہ نمبر ۷۹: بندگی حضرت والدہ صاحبہ بھی ولی اللہ تھیں۔ روزانہ کلام اللہ کے دو سپاروں کی تلاوت ان کا وظیفہ تھا۔ مسائل شرعیہ پر بھی کتب مطالعہ کیے ہوئے تھیں اور مطالعہ کرتی رہتی تھیں۔ اشراق وچاشت وتہجد کی نمازوں میں سے کبھی کوئی نماز فوت نہ ہوتی تھی۔ وضو کرنے کے وقت سے لے کر فرض وسنن اور نوافل کی ادائیگی تک کلام نہ کرتی تھیں۔ صاحبِ کشف وشغل باطن تھیں۔ جو کچھ خواب میں دیکھتیں کچھ عرصہ کے بعد وہی ظاہر ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد مصلے بیٹھی ہوئی تھیں کہ حجاب نظر اٹھ گیا اور عین بیداری کی حالت میں منکشف ہوا کہ ایک آگ خراسان کی طرف سے بڑھتی ہوئی آرہی تھی اور راہ میں خشک وتر ہر چیز کو جلائے دے رہی ہے۔ علی الصبح یہ معاملہ اپنے سب فرزندوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ یہاں سے بھاگ چلنے کی لیے تیار رہنا چاہیے۔ کوئی بلا نازل ہونے والی ہے۔

آخر کار مغلوں کی آمد اور لوٹ مار شروع ہوئی۔ جب بھی محمد بابر بادشاہ کی آمد کی خبر اڑتی تھی، سبھی مخلوقِ ولایت راہِ فرار اختیار کرتی تھی اور تباہ ہوتی تھی۔ ہمارے لیے تو یہی قصبہ گنگوہ بچنے اور قرار کی جگہ تھی۔ حضرت قطبی کی بات پوری ہوئی اور پرگنہ دیپال پور

اجڑا اور برباد ہوا۔ بے شمار عالم و صالح لوگ مارے گئے اور ذخیرہ کتب غارت ہو گیا۔ ہمارے پیرزادے شیخ محمد عارف کے صاحبزادے شیخ عبدالشکور موجود تھے۔ انھوں نے حضرت قطبی سے کہا کہ "آپ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں کہ حکم باری تعالیٰ کیا ہے۔ علماء وصلحاء کا قتل ہو رہا ہے اور اسلامی ملک غارت ہو رہا ہے۔"

حضرت قطبی اپنے پیرزادہ کے کہنے کے بموجب متوجہ حق تعالیٰ ہوئے۔ ناگاہ فرمانِ حق تعالیٰ ہوا۔ "رنج و مصیبت تو انبیاء پر بھی آئی ہے، تو بیچارہ کون ہے۔" حضرت قطبی حیرت میں رہ گئے۔ تجلی قہر وجلال سبحانہ تعالیٰ عالم پر چمک رہی ہے اور سمجھ گئے کہ بموجب خطاب ربانی وہ بھی مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور بالآخر اسی طرح ظاہر ہوا جو آئندہ لطیفہ میں درج کیا جاتا ہے۔

ہم نے اپنے پیروں کی سنت اختیار کی ہے

لطیفہ نمبر ۸۰: محمد بابر شاہ کا مقابلہ سلطان ابراہیم لودھی کے ساتھ پانی پت کے مقام پر ہوا۔ ملک میں بھگدڑ مچ گئی۔ کوئی جگہ عافیت کی نظر نہ آتی تھی۔ ملک پر ویرانی سی طاری ہو گئی۔ حضرت قطبی اپنے اہل خانہ اور وابستگان کے ہمراہ کتانہ تشریف لے گئے تاکہ افغان کے لشکر کے پس پشت رہیں اور جو بلا افغانوں کے لشکر پر آئے اس سے محفوظ رہیں اور ضرورت کے وقت بچ نکلنے کی گنجائش رہے۔ کتانہ میں دریا کے مشرق میں ہمارا قیام تھا اور مغرب میں سلطان ابراہیم لودھی کا لشکر تھا۔

حضرت معروف شخصیت تھے اور آپ کے اکثر مرید و معتقد افغانی لشکر میں تھے اور بغرض ملاقات حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب سلطان ابراہیم کو آپ کے قیام کی خبر ہوئی تو منت وسماجت کر کے آپ کو اپنے لشکر میں لے گیا۔

حضرت قطبی نے فرمایا کہ "اس دفعہ ہمیں خیریت معلوم نہیں ہوتی اور سلطان ابراہیم

پانی پت کے میدان سے باہر نظر نہیں آتے۔"

مزید فرمایا "سب اہل خانہ اور مریدین یہاں سے روانہ ہو جائیں۔" یہ فقیر اپنے بھائیوں اہل خانہ اور بچوں کو لے کر ہندوستان روانہ ہوا اور حضرت قطبی میرے بڑے بھائی حمید اور خادم سید راجہ کے ہمراہ فرمان شاہی کے بموجب لشکر ہی میں مقیم رہے۔ اس کے بعد حضرت قطبی نے شیخ حمید سے فرمایا "ہمارے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ بھی قید ہو گئے تھے۔ یہ ہمارے پیروں کی سنت ہے، ہم نے اس کو اختیار کیا ہے اس لیے تم بھی یہاں سے چلے جاؤ۔"

شیخ حمید اور سید راجہ نے کہا "جو کچھ حضرت نے اختیار کیا ہے، ہم بھی وہی اختیار کرتے ہیں اب حضرت کو کہاں چھوڑ دیں۔"

جب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ معرکۂ جنگ کے لیے تیار ہوا اور ابھی دونوں فوجوں میں مقابلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ حضرت قطبی نے شیخ حمید سے فرمایا ہمیں اپنے گھوڑے کے قدموں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابراہیم کی شکست مقدر ہے، نکل چلنا چاہیے۔

کم وبیش ایک پہر نہیں گزرا تھا کہ سلطان ابراہیم کی شکست کی آواز بلند ہوئی۔ مختصر یہ کہ سلطان ابراہیم کو بروز جمعہ ۷ رجب ۹۲۲ھ کو محمد بابر شاہ کے مقابلے میں شکست ہوئی۔

اسی اثناء میں فوج کے سوار پہنچ گئے۔ حضرت قطبی سے گھوڑے اور کپڑے لے لیے۔ میرے بڑے بھائی شیخ حمید اور سید راجہ کو قیدی بنا لیا۔ شیخ حمید کے گلے میں حضرت قطبی کی سیاہ دستار ڈال کر اس کو گھوڑے کے فتراک سے باندھ دیا۔ اس وقت حضرت قطبی نے فرمایا۔ تمہارے گلے میں پیروں کی دستار ہے۔ یہ تمہاری شفاعت کا باعث ہو گی۔ آخر ہوا بھی یہی کہ شیخ حمید اور سید راجہ کو پیروں کی توجہ اور دستار کی شفاعت سے نجات ملی۔ حضرت قطبی اور پیرزادہ کمال الدین پیدل روانہ ہوئے۔ گو حضرت قطبی میں چلنے کی طاقت نہ تھی لیکن اللہ کے فضل وکرم سے بہ آسانی میدانِ جنگ سے شہر دہلی پہنچ گئے۔

حق تعالےٰ کے فرمان ''انبیاء پر بھی مصائب نازل ہوئے ہیں تو تُو بیچارہ کون ہے۔''
کے بموجب جو کہ حضرت قطبی کو بطور الہام ملا تھا، اس قدر تکلیف اور مصیبت نازل ہوئی۔
ماشاء اللہ کان و مالم یشاء ولم یکن قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم البلاء موکل علی الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل و الامثل (یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وبائیں آتی ہیں انبیاء پر بھی اولیاء پر بھی اور ان کے مثل اوروں پر بھی'' کیا خوب فرمایا ہے:

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است   زیر آں گنج کرم بنہادہ است

''اس قوم پر اگر حق نے مصیبتیں ڈالی ہیں تو ان میں پوشیدہ کرم کے خزانے بھی ہیں''۔

قطب الاقطاب کے منصب پر

لطیفہ نمبر ۸۱: سلطان ابراہیم لودھی کے مغلوں سے شکست کھانے سے ایک برس پہلے حضرت قطبی نے اپنے اہل خانہ، مریدین و معتقدین کے ساتھ گنگوہ آنے پر سکونت اختیار کر لی تھی۔ مشیت خدا سے سرائے گنگوہ میں سخت آگ لگی۔ آندھی بھی سخت تند تھی اور اس آگ میں آدمی تک جل گئے۔ لوگوں کا متاع و اسباب بھی نذر آتش ہو گیا۔ حضرت قطبی کے ہاتھ میں جو تسبیح و رومال تھا وہ بھی جل گیا اور جسم کا لباس بھی۔ البتہ آگ سے آپ کی ذات مبارک کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

حضرت قطبی کو اس عظیم حادثہ کا بہت خیال تھا۔ اسی رات کو فرمانِ حق ہوا۔ ایسے مصائب و حوادث کا مطلق خیال نہ کر۔ کیونکہ ہم نے تجھے مرتبہ قطبی عطا کیا ہے اور قطب الاقطاب کے منصب پر سرفراز کیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

چند شطحیات

لطیفہ نمبر ۸۲: میر یونس علی بیگ حضرت قطبی کی ملاقات کی غرض سے گنگوہ آئے۔ حضرت قطبی کی حالت مستی کے پیش نظر قانون (نام ساز) سنانے کی اجازت طلب کی، جب انھوں نے ساز بجایا تو حضرت قطبی کو بے خودی اور محویت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کسی چیز کا شعور باقی نہ رہا۔

کچھ دیر بعد میر یونس علی بیگ نے حضرت قطبی کے پاؤں چھوئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت قطبی کو قطعاً خبر نہ ہوئی۔ اس وقت شیخ فرید طلبینی دانشمند تھانیسری بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت قطبی عالم مستی میں شطحیات (کلمات خلاف شرع) فرمانے لگے۔

ایک بار فرمایا: محمد صلے اللہ علیہ وسلم قاب قوسین اوادنیٰ تک تشریف لے گئے اور واپس تشریف لے آئے، مگر واللہ ہم نہ آتے۔"

کچھ وقفہ بعد وضاحت فرمائی "محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم عہدہ دار اور لنگر دار تھے واپس تشریف لائے اور میں جان باختہ و جہان تاختہ واپس نہ آتا۔" عہدہ داری اور لنگر داری کا مطلب واضح ہے کہ عہدہ نبوت اور تبلیغ رسالت کا کل عالم کو اس کی دعوت دینا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھا۔

ایک ساعت بعد پھر وفور مستی باطن سے مغلوب ہو کر فرمایا:

"خدائے تعالےٰ جانتا ہے کہ ہم کہاں ہیں" مزید ایک ساعت گزرنے پر فرمایا "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ بھی نہ جانتا ہوں۔" بظاہر یہ بات شریعت مطہرہ کے خلاف تھی لیکن خدا کے بندے اپنی بات کو اپنے حال کی مطابقت سے خوب سمجھتے ہیں۔ کسی دوسرے کی کیا مجال کہ اپنی فکر و عقل سے اس کو سمجھ سکے۔ صاحبِ مقام مردوں کی بات صاحب مقام مرد ہی جانتے ہیں۔ پرندوں کی بولی پرندے ہی سمجھتے ہیں۔

چوں ندیدی شب سلیماں را
توچہ دانی کلامِ مرغاں دا

''تو نے جب سلیمان کی محفل ہی نہیں دیکھی، تو تُو پرندوں کی بولی کیا جانے''۔

لیکن دفع فاسد خیالی کی خاطر اپنی فہم کے مطابق اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ توجہ سے سنو اور سمجھو کہ محققین کے فرمان کے بموجب مرتبہ علم سبحانہ تعالیٰ مرتبہ اعیانِ ثابتہ ہے کیونکہ اعیانِ ثابتہ کا اظہار علم ہی کے ذریعہ سے ہے ورنہ شیونات ِ ذاتیہ جن کو حروف عالیہ بھی کہتے ہیں، وحدتِ ذات میں شامل اور مستور ہیں، اور یہی مرتبہ اسماء ہے جبکہ مرتبہ اعیانِ ثابتہ اور علم سے بالاتر ہے۔ اس لیے جب درویش مرتبہٗ اعیان ثابتہ سے بلند ہو جاتا ہے تو وہ مرتبہ اسماء وشیونات ِ ذاتیہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ مرتبہ علم سے بلند ہو کر خود اسماء الٰہیہ سے ایک اسم الٰہی اور شانِ شیونات ذاتیہ سے ایک شانِ ذات بن جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ درویش درمیان میں نہیں رہتا۔ بلکہ کہنے اور سننے والی وہی ایک ذات رہ جاتی ہے اس لیے وہی اسم الٰہی اور شانِ ذاتی خود بخود اپنے مقام کی خبر دیتی ہے کہ میرا مقام و مرتبہ علم سے برتر ہے۔ یعنی ''جس وقت ہم نزول کرتے ہیں اور اپنا عکس ڈالتے ہیں تو مرتبہٗ علم میں عین ثابتہ کی صورت ظاہر ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **الفقر سواد الوجہ فی الدارین** یعنی فقر ہی دارین میں سرخروئی اور عظمت کا باعث ہے، کیا ہے۔ یعنی فقیر سرائے وجود کوئی بے وجود ہو کر اور سرائے وجود علمی میں اپنا اظہار نہ پا کر دونوں عالم سے پوشیدگی اختیار کر کے فناء الفناء کا بن جاتا ہے اور **اذا ثم الفقر فھو واللہ** اور فقیر کامل ہو جانے پر اللہ ہو جاتا ہے، کی صورت بن جاتا ہے۔

چوں فقر ز تو شد تمام خواجہ خدائی بکن
(جب فقر کی منزلیں طے کر لے تو اے خواجہ تب تُو خدائی کر)

بندہ جائے رسد کہ محو شود
بعد ازاں کار جز خدائی نیست

''جب بندہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خود کو گم کر دے تو اس کے بعد اسے خدائی کے سوا کوئی کام نہیں''۔

سبحان اللہ!

مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن زخدا جدا نہ نباشند

''مردانِ خدا، خدا نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا نہیں ہوتے''۔

قطرہ و بحر و موج وجوہر چار
بے شکے نزد ما یکے ست یکے

''قطرہ، سمندر، موج اور نہر یہ سب چاروں بے شک ہمارے نزدیک ایک ہی ہیں''۔

در عالمے طلبش کن!
بیا یکے ست یکے

''سارے عالم میں اس کو تلاش کر لو، وہ ایک، ایک ہی ہے''۔

سردی ہمارا کیا کرے گی؟

لطیفہ نمبر ۸۳: موسم سرما کی ہوائیں چل رہی تھیں۔ برف گر رہی تھی۔ حضرت قطبی کی وضو کی کرسی گھر کے صحن میں تھی۔ ننگے سر وضو کیا کرتے تھے۔ حسبِ عادت رات کو چند مرتبہ وضو کے لیے اٹھتے تھے۔ ہمیں فکر ہوئی کہ آپ کے سر مبارک پر برف پڑتی ہے اس لیے وضو کی کرسی کو سائے میں رکھنا بہتر ہوگا۔

حضرت نے فرمایا کہ ''ہمارے سر پہ سردی کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ جب ہم وضو کے لیے برہنہ سر کرسی پر بیٹھتے ہیں تو ہمارے سر سے گرمی خارج ہونے لگتی ہے اور سردی کا اثر نہیں ہوتا۔''

عمر کے آخری برس سردی کا زمانہ تھا۔ پائخانے میں باریک کپڑا پہن کر جاتے تھے۔ دیر لگ جاتی تھی اس لیے عرض کیا گیا کہ اگر حضور کاندھے پر چھوٹی سی چادر ڈال لیں تو بہتر ہوگا۔ ضعف کا غلبہ ہے اور سردی زیادہ ہے۔''

فرمایا: ''سردی ہمارا کیا کرے گی؟''

سبحان اللہ کیا باطنی حرارت رکھتے تھے اور کیا مقام تھا آپ کا کہ نہ سردی کی خبر نہ ہوتی تھی اور نہ گرمی کی۔

بروز قیامت سات نفوس عرش کے سایہ میں ہوں گے

لطیفہ نمبر ۸۴: ایک دن اس فقیر نے ایک عجب مشکل کے حل کے لیے عرض کیا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **سعبة یظلهم الله فی ظل عرشه یوم لاظل الا ظله امام عادل و شباب نشاء فی عبادت الله ورجل قلبه صعلق بالمسجد اذا اخرج منه حتیٰ یعود الیه و رجلان تحابا فی الله اجتما علی ذلک وتفرقا علیه ورجل دعته امراة ذات جمال و حسب فقال انی اخاف الله ورجل بصدقة فاخفاها حتیٰ لایعلم شماله ماینطق یمینه.**

یعنی سات آدمیوں پر اللہ سایہ فرمائیں گے اپنے عرش کے سائے میں۔ اس روز سایہ نہیں ہوگا مگر اسی کا سایہ ہوگا۔ اوّل عادل بادشاہ، دوسرا وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشو ونما پائی ہو، اور وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق ہو جب بھی نکلے مسجد سے، یہاں تک کہ وہ مسجد کی طرف واپس لوٹ آئے، اور وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے محبت فی اللہ رکھیں، اکٹھے ہوں اسی محبت پر اور الگ ہوں تو اسی محبت پر، اور وہ آدمی جس کو دعوت دی ایک حسین اور حسب دار عورت نے اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور وہ آدمی جو صدقہ چھپا کر دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ میں کیا آیا۔''

یعنی معلوم ہوا کہ روزِ حشر آفتاب خلائق کے سر پر ایک نیزے کی بلندی پر ہوگا اور عرش اس کے اوپر ہوگا۔ اس لیے عرش کے سایہ کا ان سات نفوس پر پڑنا کیسے عقل میں آسکتا ہے۔ حضرت قطبی نے فوراً فرمایا ''ہاں حقیقت اس طرح ہے لیکن یہ سات نفوس عرش پر ہوں

گے۔ ہر چند کہ ظاہری صورت میں خلائق کے ساتھ حشر زمین پر ہوگا مگر ان کا مقام عرش ہے جیسے کہ فرشتہ ملکوتی ہے، جب یہ زمین پر عالم ناسوت میں آتا ہے تو آثار و احکام ناسوت سے متاثر نہیں ہوتا اور اگر وہی فرشتہ ناسوتی آگ میں سے گزرے تو اس پر اس کا بالکل اثر نہ ہو گا، کیونکہ وہ ملکوتی مخلوق ہے۔ اسی طرح یہ سات نفوس عرش پر ہوں گے اور حشر کی گرمی ان پر بالکل اثر نہ کرے گی۔ ان کے سایۂ عرش میں ہونے کا یہی مطلب ہے۔

اسی طرح ہر چند کہ حضرت قطبی ہمارے درمیان ہوتے تھے لیکن چونکہ ان کا مرتبہ ناسوت نہ تھا اس لیے اس دنیا کے حالات کی انھیں بالکل خبر نہ رہتی تھی۔ سبحان اللہ کیا ہوتے تھے کہاں ہوتے تھے **فی مقصد صدق عند ملیک** (اپنے مالک سے ملنے کی سچی مراد کو پہنچ گئے) مقامِ حق پا گئے۔ حق ہی کو دیکھتے اور حق ہی کو پاتے تھے۔ ان کے ساتھ اور ان کی ذات میں غیر حق کچھ نہ تھا۔

ہاں **اولیاء تحت قبائی لا یعرفھم غیری.**

بندۂ او باش و بادشاہی کن

لطیفہ نمبر ۸۵: کمال اغوان پانی پتی جو کہ حضرت قطبی کا مخلص مرید تھا اور باطنی معاملات سے خوب بہرہ ور تھا، کہا کرتا تھا کہ ایک روز ملحدوں کی اصحبت کی وجہ سے میرے عقیدہ میں خلل پڑ گیا اور یہ خیال پیدا ہو گیا کہ عذاب و دوزخ کا نام محض خوفزدہ کرنے کے لیے لیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں دوزخ ہے ہی نہیں۔

حضرت قطبی نے کمال مذکور کو خواب میں دوزخ کو (اس قدر ہیبت اور شورش میں جیسی کہ وہ ہے) دکھایا، اس کے بعد اس کا باطل عقیدہ ختم ہو گیا۔ پھر اسی کمال نے رسالہ ''جام جہاں نما'' جو کہ علم توحید میں ہے پڑھنا شروع کیا۔ اس رسالہ میں توحید کو دو دائروں کی مثال سے بیان کیا گیا ہے جو شخص کامل عالم نہ ہو اس کو سمجھ نہیں سکتا اور اس کے پڑھنے سے دین

میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

حضرت قطبی نے خواب میں کمال مذکور کو مذکورہ رسالہ پڑھنے سے منع کیا۔لیکن اس نے تعمیل حکم نہ کی سمجھا کہ یہ تو پریشان خوابی ہے۔

ایک روز عین اس رسالہ کو پڑھتے ہوئے سو گیا، دیکھا کہ حضرت قطبی اپنے خادم خاص شیخ جعفر کے ساتھ آئے ہیں اور فرماتے ہیں ہر چند کہ ہم اس کو منع کرتے ہیں لیکن کمال رسالہ پڑھنے سے باز نہیں آتا،اس کے بعد کمال بیدار ہوا اور خوفزدہ ہو کر رسالہ پڑھنا بند کر دیا۔

کمال کو جب کسی امر میں مشکل پیش آتی،وہ حضرت قطبی کی خدمت میں پیش کر دیتا۔اس پر جو کچھ حضرت قطبی فرما دیتے وہی ظاہر ہوتا اور وہ اس دشواری سے آسانی سے چھٹکارا پالیتا۔

بیشک مرید مخلص پیروں کی پناہ میں ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت کی دشواری سے امن میں رہتے ہیں نجات وفلاح پاتے ہیں۔نعمت ہشت اور دیدارِ پروردگار سے مشرف ہوتے ہیں۔

بندۂ اوباش بادشاہی کن   آنِ اوباش ہر چہ خواہی کن

''اس کا بندہ بن جا اور بادشاہی کر،اس کی رضامان اور جو جی چاہے کرلے''

مردانِ خدا حق کے ساتھ ہیں

لطیفہ نمبر ۸۶: ایک سال زبردست برسات ہوئی اور گنگوہ کے بڑے تالاب کے پانی کے اخراج کی جگہ لکھنوتی کے عالموں نے اس لیے بند کر دیا کہ اس سے ان کی کاشت کو نقصان پہنچا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ تالاب کا پانی سرائے میں پلٹ آیا اور اس کی زیادتی سے سرائے کے مکان گر گئے۔جتنا کہ لکھنوتی کے عاملوں کو پانی کا راستہ کھولنے کے لیے کہا گیا اتنا ہی انھوں نے اسے اور مضبوطی سے بند کر دیا اور اس پر چوکیدار مقرر کر دیا کہ جو کوئی اس بند کو کھولے اسے پھانسی دے دی جائے۔آخر سب عاجز آ گئے۔یہ معاملہ حضرت قطبی کے کانوں تک پہنچا۔انھوں نے فرمایا''اگر پانی کا راستہ نہیں کھولتے تو ہم حق تعالیٰ سے کہتے

ہیں کہ آسمان سے پانی نہ برسے''۔ اللہ کے حکم سے بارش بند ہوگئی اور سرائے کو پانی کے نقصان سے خلاصی ہوئی۔ دوسرے سال تک پانی کا راستہ بند رہا۔ موسم برسات آیا لیکن بارش کافی نہ ہوئی خلقِ خدا تنگ آ گئی اور جمع ہو کر حضرت قطبی کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ بارش کے لیے دعا کرائیں۔

حضرت قطبی نے فرمایا ''پانی کے خارج ہونے کا راستہ کھول دیں۔'' بند کھولا گیا اور بند کھلتے ہی خوب بارش ہوئی۔

میرے عزیز مردانِ خدا حق کے ساتھ ہیں۔ وہ غیر حق نہیں ہیں۔ وہ حق ہی سے کہتے ہیں اور حق ہی سے سنتے ہیں ان کی زبان پر سوائے حق کے کچھ نہیں ہے۔ دین حق کی زبان ہیں۔

ان اللّٰــه لاینـطـق علیٰ لسان غیره (یعنی وہ حق ہوتے ہیں غیر کی زبان سے بات نہیں کرتے) اس روحانی دولت کا نشان ہے اور **مـن الشجرة ان یا موسیٰ انا اللّٰه رب الـعـٰالمین** (درخت سے آواز آئی اے موسیٰ میں تمہارا اللہ ہوں جہانوں کا پالنے والا) اسی حالت پر شاہد ہے۔

اس کے بعد دوسرے سال بھی بارش بڑھ گئی تو لکھنوتی کے عاملوں نے بارش کے پانی کے راستہ کو دوبارہ بند کرنا چاہا۔ گنگوہ کے مغل عاملوں نے کہلا بھیجا ''تم زمین پر بند باندھتے ہو تو یہ بھی جان لو کہ یہاں ایسے بھی اللہ کے بندے موجود ہیں جو آسمان پر بند باندھ دیتے ہیں۔''

یہ سن کر لکھنوتی کے عاملوں نے پھر پانی کے راستہ پر بند نہ باندھا۔

جہاں ظلم ہوگا وہاں ہم نہیں رہیں گے

لطیفہ نمبر ۸۷: مغلوں کے عہد میں میر حسن کے عاملوں نے ظلم پر کمر باندھ لی۔ فقراء اور ضعیف لوگ تنگ آ گئے۔ حضرت قطبی نے بہت منت اور سفارش کی لیکن بے سود۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''جہاں ظلم ہوگا وہاں ہم نہیں رہیں گے'' اور سوار ہوتے وقت فرمایا ''ظالموں

کی مقہوری کے لیے تکبیر پڑھتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اس کے بعد باہر آگئے۔ مدت بعد معلوم ہوا کہ زخم کاری لگا تھا۔ خبر آئی کہ میر حسن علی منتقل ہو گیا ہے اور پرگنہ اس کی تحویل سے لے لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے شیر مردوں کی زخم کاری سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل و کرم میں رکھے۔

توحید میں فانی وہ شخص ہے جو نہ درمیان ہے اور نہ میان درمیان

لطیفہ نمبر ۸۸: حضرت قطبی نے وفات سے تین برس قبل خاموشی اختیار کر لی تھی اور خلق کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ کسی سے کلام نہ کرتے تھے اور ہمیشہ عالم محویت میں رہتے تھے۔

ایک دن اس فقیر اور معظم بھائی احمد نے عرض کیا کہ ہمیں اس خاموشی کا سبب معلوم نہیں ہے۔ اگر حضرت قطبی اپنی خاموشی اور بے توجہی کا سبب بتا دیں تو ہمیں بھی اطمینان وخوشی حاصل ہو۔ فرمایا "بابا میں نے اپنے دل کو ذکر حق سے بے حد کوٹا ہے۔ اب میرا کل وجود دریائے ذکر ہو گیا ہے۔ بحر فنا ہر وقت موجزن ہے اور مجھے اپنی موجوں میں غرق کر لیتا ہے اور بعالم شہادت میرے سامنے سے ہٹا لیا جاتا ہے اور مجھے ایک دوسرے ہی عالم میں لے جاتے ہیں جہاں شہود حق پیش آتا ہے اور مجھے اس عالم میں واپس آنے نہیں دیا جاتا۔"

ایسی محویت وبیخودی کی حالت میں بھی دین کی صحت وسلامتی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وضو، نماز اور روزے کے آداب بھی حسب معمول قائم تھے اور محویت اس درجہ تھی اور ہر نماز کے وقت ان کو بتانا پڑتا تھا کہ فلاں نماز کا وقت ہے اور رکعتوں کی تعداد کی اطلاع بھی دی جاتی تھی۔

ایک روز کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے پاؤں کانپ رہے تھے اور ایک فقیر نے سہارا دیا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ پیر جم کر کیوں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ فرمایا "دریائے فنا کی موجیں ساعت ساعت آتی ہیں اور مجھے ہوش میں نہیں آنے دیتیں۔"

حضرت قطبی کی آخری چند سال میں جو کیفیت رہی، وہ خود حضرت نے ''نور العین'' میں یوں بیان فرمائی ہے ''توحید میں فانی وہ شخص ہے جو نہ درمیان ہے اور نہ میان درمیان۔ جو نہ کسی سے تعلق وانس رکھتا ہے اور نہ کسی کے تشخص کا احساس، وہ کسی سے کسی کی تمیز نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کے تشخص کو سمجھ سکتا ہے۔ شرع پر کمال درجہ استقامت اور عبادت و پرہیز گاری میں مداومت کے باعث حق سبحانہ تعالےٰ اس کو اپنی خودی میں جذب کر لیتے ہیں۔ وہ اتباع شریعت و اوراد طریقت پر استقامت کے باعث حق کو پالیتا ہے۔ ذاتی طور پر حق ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات کی فنا سے باقی بحق اور عرفان مطلق ربانی بن جاتا ہے۔'' سبحان اللہ کہاں بنتا ہے، کس سے بنتا ہے اور کیا سے کیا بنتا ہے۔

بندہ جائے رسد کہ محو شود
بعد ازاں کار جز خدائی نیست

''جب بندہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خود کو گم کر دے تو اس کے بعد اسے خدائی کے سوا کوئی کام نہیں''۔

سبحان اللہ زہے کمال وزہے جمال۔ **اولیاء تحت قبائی لایعرفھم غیری۔**

حضرت قطبی نے خود ایک غزل اپنے حالات و کمالات میں طالبان حق کی حوصلہ افزائی کے لیے لکھی ہے۔ اس کا یہاں لکھنا مناسب ہے۔

غزل

(تصنیف حضور قطبی)

من عشق خود گزیدم، اے طالباں بدانید — اے طالباں بدانید، اے طالباں بدانید

''اے اہلِ عشق جان لو، اے اہلِ عشق جان لو، میں اپنے عشق کا مارا ہوا ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من راہِ حق برفتم، اے طالباں بدانید — من خون خود بخوردم من جان و تن بخستم

''میں نے اپنا خون پیا ہے اور جان و تن کو ہلاک کر دیا ہے، میں راہِ حق پر چلا ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''

من رنجہا بدیدم من تعبہا کشیدم من دردمند عشقم، اے طالباں بدانید

''میں نے رنج اٹھائے اور تکلیفیں جھیلیں، میں عشق کا دردمند ہوں،
اے اہلِ عشق جان لو''۔

من کارہا بکردم من بارہا برفتم درکوئے یار گشتم، اے طالباں بدانید

''میں نے بڑی کوششیں کیں، میں بار بار گیا اور یار کی گلی کے چکر
کاٹے، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من طشت خوں بگردم من درد دل برفتم من صدق حال گفتم، اے طالباں بدانید

''میں خون سے بھرا ہوا برتن بن گیا ہوں، اور میں دردِ دل بن کر رہ گیا
ہوں، میں نے اپنا سچا حال بیان کر دیا ہے، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من طالبِ خدایم ، بر در خدا گدایم من عاشق لقائم، اے طالباں بدانید

''میں خدا کا طالب ہوں اور اس کے در کا گدا ہوں، میں اس کے
دیدار کا عاشق ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

ما را خدا باید دیگر مرا نشاید من عاشقم فدائم، اے طالباں بدانید

''ہمیں خدا کی طلب ہے، اس کے سوا کسی کی نہیں، میں عاشق ہوں
اور فدا ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''

من تیر عشق خوردم ، در طفل گاہ دارد من عاشقم الستم، اے طالباں بدانید

''میں نے عشق کا تیر کھایا جو طفل گاہ میں موجود تھا، میں روزِ الست
سے عاشق ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من تیر عشق خوردم، من جاں ہدف بکردم من در اماج عشقم، اے طالباں بدانید

''میں نے عشق کا تیر کھایا اور اپنی جان کو ہدف بنایا، میں عشق کے
گھیرے میں ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من دل بحق سپردم ، از خویشتن برفتم　　　　من سرِّ حق رسیدم، اے طالباں بدانید

''میں نے دل حق کے حوالے کیا اور خود سے بے خود ہوا، میں نے حق کا راز پالیا، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من در حضور ہُم ، من در سرور ہُم　　　　من ذوق حق چشیدم، اے طالباں بدانید

''میں حق کے حضور میں ہوں اور میں حق کے سرور میں ہوں، میں نے حق کا ذائقہ چکھ لیا، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من در فنا رسیدم ، سلطان ذکر دیدم　　　　در محوِ غیر گشتم ، اے طالباں بدانید

''میں فنا کے مقام پر پہنچا اور سلطان ذکر کا دیدار کیا، میں غیر میں محو ہوا، اے اہلِ عشق جان لو''۔

سلطان ذکر ما را ، از من چو محو کردہ　　　　من غیرحق ندیدم، اے طالباں بدانید

''سلطانِ ذکر نے چونکہ مجھے مجھ سے محو کر دیا، میں نے حق کے سوا کچھ نہیں دیکھا، اے اہلِ عشق جان لو''۔

از حرف در گذشتہ، صوتِ جہاں ندیدم　　　　در لی مع اللہ وقتم ، اے طالباں بدانید

''میں بات سے گزر گیا اور جہاں کی آواز نہ سنی، میرا وقت اللہ کے لیے ہے، اے اہلِ عشق جان لو''۔

در رقص چوں در آیم ، طور دگر نشایم　　　　حقا کہ حق نمایم ، اے طالباں بدانید

''جب میں رقص میں آوٴں تو کسی دوسری صورت میں نظر نہیں آتا، حقیقت یہ ہے کہ میں حق نما ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

حقا کہ حق بدانم ، جز حق دگر نخواہم　　　　من غرق بحر شوقم ، اے طالباں بدانید

''حقیقت یہ ہے کہ میں حق شناس ہوں، میں حق کے سوا کچھ نہیں چاہتا، میں بحرِ شوق میں غرق ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من چہل سال پختم ایں دیگ درہوایش　　　من درہوائے عشقم ،اے طالباں بدانید

''میں نے اس کی تمنا میں اس دیگ کو چالیس سال تک پکایا ہے، میں
عشق کا تمنائی ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

من روز وشب ندیدم، جز رنج راہِ جاناں　　　با دوست ہم نشینم ، اے طالباں بدانید

''میں نے محبوب کے راستے میں رنج اٹھاتے ہوئے دن رات نہیں
دیکھے، میں دوست کا ہم نشین ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

پنجاہ و پنج عمرم ، ما را رسید اکنوں　　　من مست عشق حقم ،اے طالباں بدانید

''میں عمر پچپن سال ہے اور مجھے اب وہ ملا، میں عشقِ حق میں مست
ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

سرے گرفت ما را ، ما سر بداں نہادم　　　درسرِ یار گشتم ، اے طالباں بدانید

''ایک راز نے ہمیں گرفت میں لے لیا اور ہم نے سرِ تسلیم خم کر دیا،
میں یار کے راز میں گم ہو چکا ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''

من یار یار کردم ، من گرد یار رفتم　　　من بار بار گشتم ، اے طالباں بدانید

''میں یار یار پکارتا ہوا یار کا طواف کرتا رہا، اور میں اس کے لیے بار
بار گیا، اے اہلِ عشق جان لو''

من احمدی فقیرم ، من زلف یار گیرم
من راز زار میرم ،اے طالباں بدانید

''میں احمدی فقیر ہوں اور میں نے یار کی زلف تھام رکھی ہے، اور میں
اسی خواری میں مر چکا ہوں، اے اہلِ عشق جان لو''۔

۞ ۞ ۞

۹۴۳ھ میں ۴۵ روز تک مطلق کھانا نہیں کھایا

لطیفہ نمبر ۸۹: حضرت قطبی ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس فقیر کی یاد داشت کے مطابق چالیس سال تک بجز ان پانچ ایام ممنوعہ کے جن میں دو دن عیدین کے اور تین دن بعد عید الاضحیٰ کے سال بھر میں شامل ہیں، دن میں کبھی کچھ نہ کھایا۔ گاہے بگاہے کھانا کھانے کے وقت اسرارِ معرفت بیان کرتے تھے۔ کھانا کھانے کی مقدار کی مطلق خبر نہ رہتی تھی، بہت کھا لیتے تھے مگر سیری نہ ہوتی تھی۔ میرے دل میں اکثر یہ خیال آجاتا تھا کہ آج حضرت قطبی نے بہت کھایا ہے۔ حضرت قطبی اس خیال کو فوراً اس طرح ظاہر کرتے تھے۔ ''دوست کہیں گے کہ شیخ بہت کھاتے ہیں۔'' اس کے بعد فرماتے ہیں ''ہمیں نہیں معلوم کہ ہم نے کیا کھایا اور کتنا کھایا ہے۔ اے دوستو سیری تو نہیں ہوتی ہے، رک ہی جانا چاہیے۔'' اس کے بعد کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا کرتے تھے۔

کبھی کبھی چند روز تک ایسا بھی ہوتا تھا کہ صرف چند لقموں پر ہی کفایت کیا کرتے تھے۔ ان ایام میں ترکِ التفات و تکلم بھی کرتے تھے۔

۹۴۳ھ میں پینتالیس روز تک مطلق کھانا نہیں کھایا تھا۔ کھانے کی بو تک بھی آپ کو نہ پہنچتی تھی، تاہم نماز و عبادت پر حسب دستور قائم رہے اور جسمانی قوت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جب کھانا کھانے کے لیے عرض کیا جاتا تو فرماتے ''ہماری قوت کا قیام کھانے پر منحصر نہیں ہے۔ تم بالکل فکر نہ کرو، ہمارے لیے کھانا یا نہ کھانا برابر ہے۔'' دو تین بار فرمایا ''ہم بہشت میں گئے تھے وہاں کچھ کھالیا تھا۔''

جب دریافت کیا گیا کہ وہاں کیا چیز کھائی تھی فرمایا ''دنیا میں اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے جو بتائی جا سکے۔''

ایک روز مذکورہ مدت کے دوران شیخ المشائخ میرے بھائی شیخ احمد نے بعد نماز مغرب

حضرت قطبی سے کھانے کے لیے بہت اصرار کیا کہ مقام "ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقین (میں رہتا ہوں اپنے رب کے ساتھ وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) کی کیفیت تو پیدا ہوگئی ہوگی۔

تاریخ اور سن وفات

لطیفہ نمبر ۹۰: ۹۴۴ھ جمادی الآخر کی پندرہ تاریخ کو دوشنبہ کے دن حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق کا عرس تھا۔ اسی روز حضرت قطبی کو تپ لرزہ ہوا اور چار دن تک رہا۔ پانچویں روز جمعہ کی نماز کے وقت تک سوتے رہے، اس کے بعد نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ کے بعد دوبارہ بخار ہو گیا اور چار دن تک رہا اور بوقت چاشت اور بروز سہ شنبہ تئیس جمادی الآخر ۹۴۴ھ کو اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو رحلت فرمائی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. وفات کے وقت تک یہ کیفیت رہی کہ مرض الموت سے بھی عبادت میں فرق نہ آیا۔ باوجودیکہ بے خودی اور محویت حد درجہ تھی۔ شب میں ستر بار تجدید وضو کیا اور تحیۃ الوضو ادا کی۔ پائے مبارک سے جان نکل چکی تھی کہ وضو کرنے کے لیے اشارہ کیا۔ وضو کرنے کے بعد دوگانہ کی نیت باندھی، اشاروں سے رکوع وسجود ادا کیے۔ اسی وقت بیخودی کا غلبہ ہوا اور جاں سپرد حق کی۔ دنیا تاریک ہوگئی۔ بکت السمٰوات والارض (روئے زمین اور آسمان) کی صورت پیدا ہوئی۔ راضی برضائے الٰہی اور صبر اس کی دی ہوئی مصیبت پر۔ سبحان اللہ زہے کمال کہ اس درجہ استغراق ومحویت کے باوجود شرع واستقامت، استقامت رہی اور حکم واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ یقین آ جائے تجھے موت) کی صورت ومعنی بدرجہ اتم پورے ہوئے۔

غسل کے بعد کفن پہنا لیا گیا تو اس فقیر رکن الدین نے جو وہاں موجود تھا، اپنا ہاتھ حضرت قطبی کے سینہ مبارک پر رکھا۔ دل بدستور حرکت میں تھا اور اس سے ذکر جاری تھا۔

سبحان اللہ اولیاء اللہ کے لیے یہ حکم (کہ ان کے قلوب کو زندگی و موت ہر دو صورتوں میں سکون حرام ہے) بھی ظاہر ہوا اور یہ حقیقت بھی سامنے آ گئی کہ ان **اولیاء اللّٰہ لا یموتون بل ینقلبون من دارٍ الیٰ دار**.

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے، کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک دنیا سے دوسری دنیا کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ عزیز من! مردانِ حق کے مقامات و مراتب ہماری عقل و فہم سے بالاتر ہیں اور ان کا معلوم کرنا بھی ممکن نہیں ہے لیکن مشائخ کے کلمات و حالات اللہ کے عساکر کی مانند ہیں۔ ان کے بیان میں ہم نے اپنے لیے سعادت سمجھی اور حضرت کے حالات و ارشادات کا ایک ادنیٰ حصہ تحریر کی صورت میں لے آئے ہیں اور خود کو اس بہانے ان سے منسلک کر لیا کہ کیا عجب ہے کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ جو کہ نکتہ نواز ہے، ذرا سی نیکی پر زبردست بخشش کرنے والا ہے۔ ہمارا پیر دستگیر سے منسلک کر دے اور اسی بہانے اپنے فضل و کرم سے شرف عفو و مغفرت بخش دے۔ اس فقیر رکن الدین نے بعض لطائف حضرت قطبی کی حیات ہی میں ان کی اجازت سے ان کے معمولات کے مطابق ماہ جمادی الاول ۹۴۴ھ میں تحریر کرنا شروع کر دیے لیکن لطائف کا بیان حضرت قطبی کی وفات کے بعد ماہ شعبان ۹۴۴ھ میں تکمیل پذیر ہوا۔

الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک و لا یحصےٰ اولا و اٰخرا ظاھرا و باطنًا

تعارف مخلص مرید (دتو سروانی)

بعد حمد و صلوٰۃ دائم کے طالبان و معتقدات کے دلوں پر روشن ہو کہ ایک سپاہی دِتو افغان سروانی نامی حضرت قطبی کا مخلص مرید تھا جس کو حضرت قطبی کی طرف سے بکثرت بشارتیں ہوتی تھیں۔ **قال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم رؤیا المومن الصالح بشری من**

الله یعنی اللہ کی طرف سے صالح مومن کورویائے صادقہ بطور بشارت کے ہوتی ہیں اوراسی طرح حضوراکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذهبت وبقيت المبشرات یعنی چلی گئی اورباقی رہ گئیں مبشرات۔ قال الله تعالیٰ لهم البشریٰ فی الدنيا والاخره (اللہ تعالے نے فرمایاان کے لیے خوشخبری ہے دنیامیں بھی اورآخرت میں بھی)۔

دِتو مرد صالح تھا۔ وہ مناقب ولطائف قدوسی کی تکمیل کے بعد طویل سفر سے واپس آیا اوراس فقیر کو بتایا کہ اکثر معاملات اور کرامت حضرت قطبی کی اس کو بھی معلوم ہیں، کیا ہی اچھاہو کہ وہ بھی مناقب حضرت قطبی میں شامل کرلی جائیں۔ اس کے بعد موصوف نے چند لطائف اپنے قلم سے تحریر کیے اوراب وہ لطائف یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

لا تقنطوا من رحمة الله

لطیفہ نمبر۹۱: اس بندۂ ناچیز کو ایک دراز سفر کے بعد قلعۂ آگرہ میں حضور پیر دستگیر کی پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قطبی خلوت میں مراقبہ میں مصروف تھے۔ میں ایک ساعت ان کے روبرو باادب خاموش کھڑا رہا۔ اس کے بعد انھوں نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا ''آگے آؤ'' میں آگے بڑھ گیا۔ حضور نے قلعہ گجرات اور مندو کے حالات دریافت کیے اس کے بعد بے حد انکساری سے عرض کیا۔ ''یہ غلام خطا کار ہے امور دنیاوی میں عمر کو ضائع کیا اور نفس کی معصیت میں گرفتار رہا۔ نہیں معلوم کہ حق تعالےٰ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے۔''

حضرت قطبی نے کمال لطف وبشاشت فرمایا۔

''اے دِتو بندہ بے گناہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ اللہ کی مغفرت کا امیدوار رہنا چاہیے کیونکہ ان الله يغفر الذنوب جميعا فرمان حق تعالےٰ ہے۔'' بعدازاں حضرت مراقب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا ''اے دِتو کوئی فکر نہ کر اور اللہ کی رحمت کا امیدوار رہ۔ اللہ کا

ارشاد ہے لا تقنطوا من رحمة الله۔ اے دتو تو ہمارا فرزند ہے۔ ہمارے پیر ہر مشکل میں تیری مدد کریں گے"۔

پھر بہت کچھ پند و نصائح کئے اور کلام کی بعض سورتوں کی تلاوت کرنے کی تلقین فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ گجرات میں شاہ طیغور نامی بزرگ نے مجھے منجملہ چالیس اسماء اعظم میں سے ایک اسم اعظم کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس کی تلاوت سے جو تاثیرات و احوال مرتب ہوئے، وہ بھی میں نے بیان کیے۔ اس پر حضرت قطبی نے فرمایا۔

"ہم نے تمہیں چالیس اسماء اعظم کی اجازت دی، جس اسم اعظم کو چاہو پڑھو کوئی غم نہ کرو۔ تمہیں تکلیف نہیں پہنچے گی۔ انشاء اللہ پیرانِ عظام تمہاری نگہداشت کریں گے۔ ہم تمہارے قریب اور ساتھ ہی ہیں۔" اور اس بندہ کے حق میں دعا فرمائی اور یہ حقیر شاد کام ہوا۔

افغانوں کی حکمرانی ختم ہو کر ترکوں کی حکومت

لطیفہ نمبر ۹۲: یہ غلام پیر دستگیر سے رخصت ہو کر بدایوں کے علاقہ میں پہنچا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مغرب کی جانب سے سخت تاریک آندھی گرد و غبار کے ساتھ پیدا ہوئی ہے جس سے زمین بھی آلودہ ہو کر داغدار ہو گئی ہے۔ درخت و مکان اکھڑ کر ہوا میں اڑتے ہوئے مشرق کی جانب جا رہے ہیں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بہت خوفزدہ ہوا کہ یا اللہ اس قہر آلود طوفان میں ہمیں سلامت رکھیو۔ اسی حیرانی میں تھا کہ حضرت قطبی کی جانب سے معلوم ہوا کہ یہ قہر افغانوں کی شامت اعمال سے نازل ہوا ہے اور افغانوں کا دور ختم ہو کر ترکوں کا دور شروع ہو گا۔ البتہ خیریت رہے گی۔ ایک سال بعد حضرت بابر بادشاہ آئے اور ابراہیم لودھی سے جنگ ہوئی۔ افغانوں کو شکست ہوئی۔ افغانوں کی حکمرانی ختم ہو کر ترکوں کی حکومت قائم ہوئی۔

سبحان اللہ زہے پیر دستگیر

لطیفہ نمبر ۹۳: مسند عالی کمال خاں بن عیسیٰ خان سروانی تھانیسر میں مقیم تھا۔ اس کی میاں سلیمان فرملی کے ساتھ جنگ ہوئی۔ سروانیوں کے شکست خوردگان میں یہ فقیر سب سے پیچھے رہ گیا۔ بظاہر زندہ وسلامت رہنے کی امید نہ رہی۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم اور پیر دستگیر کی دعاؤں پر تکیہ تھا۔

جب میں بخیریت گھر پہنچ گیا تو میں خود حیران تھا کہ کیسے پہنچ گیا ہوں۔ ناگاہ خواب میں پیر دستگیر حضرت قطبی تشریف لائے اور مجھ سے جنگ کا حال دریافت کیا۔ میں نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔

فرمایا ''ہاں تمہارے زندہ بچ نکلنے کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن ہم تمہارے قدموں کو اپنے قدموں پر رکھ کر تمہیں لے آئے ہیں۔''

میں بہت حیران ہوا۔ سبحان اللہ زہے پیر دستگیر۔

میں نے عرض کیا ''اس حقیر کا بھائی الیاس آپ سے مرید ہونے کی نیت رکھتا تھا، ہاں مگر مارا گیا۔ معلوم نہیں اس کا کیا حال ہے۔''

فرمایا ''خوب تو ہم نے الیاس کو بحیثیت مرید قبول کیا اور اپنے سلسلہ میں داخل کیا۔''

حضرت قطبی نے رہنمائی فرمائی

لطیفہ نمبر ۹۴: جب حضرت بابر بادشاہ سلطان ابراہیم لودھی کو ختم کر کے دلی کی حکومت پر قابض ہو گئے تو بے شمار خلائق اور افغان مشرق کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایک جمِ غفیر سروندی کے قریب جمع ہو گیا۔ کشتیاں کم تھیں، بہر حال افغانوں نے ہر طرف بھاگ دوڑ کر کے کشتیاں جمع کر لیں۔

عقب سے مغلوں کے آنے کی خبر ملی تو سب لوگوں میں بے قراری بڑھ گئی۔ چند کشتیوں کا ہمارے خواتین کے لیے بھی انتظام ہو گیا۔ نیت یہ تھی کہ اگلے دن دریا کو عبور کریں گے۔

رات کو حضرت قطبی مجھے خواب میں نظر آئے اور فرمایا "دتو! عیسیٰ خان سے کہو ان کی بکریوں میں ایک لال رنگ کا فربہ خصی بکرا ہے۔ اس کے گلے میں دو انگور بمش انگلیوں کے لٹکے ہوئے ہیں، اس کو ذبح کر کے ختم فاتحہ کرے اور اس کا ایصال ثواب بروح پاک حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پیش کر کے مصلیوں کو کھانا کھلائے اور اس کے بعد دریا کو عبور کرے۔ خیریت اسی میں ہے ورنہ دریا کو عبور کرنا مشکل ہوگا۔"

مشیت الٰہی سے وہ خصی بکرا اسی وقت خواب میں حضرت قطبی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "دِتو دیکھو اس کو اچھی طرح سے پہچان لو اور یاد کر لو۔"

یہ غلام بیدار ہو کر بعد ادائے نماز فجر مسند عالی عیسیٰ خان کے پاس گیا اور اپنا خواب بیان کیا۔ عیسیٰ خان نے کہا "انشاء اللہ ایسا ہی کریں گے۔" اس کے بعد ایک کشتی سامان سے بھر کر دریا پار روانہ کی۔ دوسرے کنارے پر اور افغان پیدا ہوئے اور زبردستی کشتی کو لے گئے۔ اس کے بعد دوسری کشتی پر سامان رکھ کر روانہ کیا گیا۔ جب دوسرے کنارے کے قریب پہنچی تو غرق ہو گئی۔ کچھ سامان بچا بھی لیا گیا۔ حیرت ہوئی کہ آدمی ڈوبنے سے محفوظ رہے۔ کشتیوں کی غرقابی کی وجہ سے لوگ بہت رنجیدہ ہوئے اور پھر کسی نے دریا کو عبور نہ کیا۔

رات ہوئی تو حضرت قطبی دوبارہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا "ہم نے تم سے کہا تھا کہ اوّل اس خصی بکرے کو ذبح کر کے اس کا ایصال ثواب بروح پاک رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کرنا اس کے بعد دریا کو عبور کرنا۔ تم نے زبردست غفلت کی ہے۔ اب اس بکرے کو ذبح کرو۔ تاکہ تمہارے لیے خیر و عافیت ہو۔"

نماز فجر ادا کر کے دوبارہ مسند عالی عیسیٰ خان کے حضور یہ احوال پیش کیا اس نے کہا کہ

”تو خود کھڑا ہو اور جا کر خصی بکرے کو لا۔“

یہ بندہ چند قدم ہی گیا تھا کہ وہ بکرا خود ہی ہماری طرف آرہا ہے میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ بکرا ہمارے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ یہ ماجرا سب نے دیکھا۔ شیخ ابدال نے کہا ”کیا کہنے پیروں کی عظمت کے۔“

میں نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور پکوا کر اس کا ثواب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پیش کیا اور تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد سب دریا کو عبور کرنے کی تدبیر میں مصروف ہو گئے۔ اسی وقت مسند عالی سعید خان کی طرف سے آدمی آئے اور کہا کہ جو کشتیاں ہمارے پاس ہیں تم ان پر دریا عبور کر لو۔

اللہ کے فضل سے ہمارے کل ساتھی دریا کو عبور کر گئے اور اللہ نے سب مشکلیں آسان کر دیں۔ بہر حال لوگوں کو اس پر سخت تعجب تھا کہ کیسے حضرت قطبی نے رہنمائی فرمائی۔

سلطان محمود بن سلطان سکندر کی بابر بادشاہ سے جنگ

لطیفہ نمبر ۹۵: جب خلائق سروندی کو عبور کر کے کنارے پر پہنچی تو افغانوں نے جس طرف امن و امان سمجھا چلے گئے اور کل سبھی سروانی خط ولایت بہار میں جا کر مقیم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد سلطان سکندر کا بیٹا سلطان محمود آ گیا۔ سب افغان خوش ہوئے۔ کہنے لگے کہ ہم بغیر بادشاہ کے تھے اب ہمارا سرپرست بادشاہ آ گیا ہے۔

سب افغانوں نے جمع ہو کر اس امر پر اتفاق کیا کہ بابر بادشاہ سے جنگ کی جائے۔ سلطان محمود افغانوں کی جمعیت کے ساتھ خط بہار سے روانہ ہوا۔ جب قصبہ بنارس کے قریب پہنچا تو دونوں لشکروں کے درمیان دریائے گنگ حائل تھا۔ لوگ متفکر ہوئے کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ اسی فکر سے دل بے قرار تھا کہ شب کو خواب میں پیر دستگیر تشریف لائے اور فرمایا۔

”تو حقیقت میں فکر کا مقام ہے۔ گو افغان بے شمار جمع ہو گئے ہیں لیکن اب بھی

شامتِ نفس سے پوری طرح متفق نہیں ہیں۔ فتح بابر بادشاہ کو ہوگی اور افغانوں کو شکست۔"
جب بیدار ہوا تو دل اور بھی پریشان ہوگیا۔ صبح ہوئی تو دیوان مسند عالی عیسیٰ خان میں حاضر ہوا۔ عیسیٰ خان اور شیخ ابدال اسی موضوع پر مصروف گفتگو تھے۔ وہ بھی پریشان تھے۔

شیخ ابدال کہنے لگے کہ "میاں دِتو تم ہی بتاؤ کہ افغان اور مغلوں کے اس معرکہ میں کیا صورت رہے گی۔"

میں نے کہا "غیب کی ہمیں کیا خبر"

اس پر شیخ ابدال نے اصرار سے کہا "جو تمہاری عقل میں آتا ہے بتاؤ" میں نے جو کچھ حضرت قطبی کی طرف سے خواب میں معلوم ہوا تھا، بیان کر دیا۔ شیخ ابدال نے کہا "جو کچھ حضرت قطبی نے فرمایا ہے درست ہے۔ مجھے بھی کچھ اسی قسم کی اطلاع ملی ہے کہ مغلوں کو فتح اور افغانوں کو شکست ہوگی۔"

اس خواب کی تیسری ہی رات کو سلطان محمود بھاگ کر خطۂ بہار کی جانب چلا گیا اور افغان ہر طرف منتشر ہو گئے۔ بسہی سروانی اور بعض افغان نوجوان بالا پنتھ چلے گئے۔ راجہ برسنگھ نے بسہی افغانوں کو کچھ گاؤں دے دیے اور وہ مدت تک وہیں سکون پذیر رہے۔

"انت کر" نامی سنیاسی

لطیفہ نمبر ۹۶: جب سلطان محمود بہار آیا تو ایک سنیاسی "انت کر" نامی مسند عالی عیسیٰ خان کے حلقہ میں حاضر ہوا اور کہا بابر کی مدد نانتھ جوگی نے کی ہے جو کہ تلہ کے مقام پر مقیم ہے۔ اب میں افغانوں کی مدد کو آیا ہوں۔ میدانِ جنگ سے مغلوں کو بھگا دوں گا، کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ انت کر سنیاسی سلطان محمود کے استاد میاں مخدوم شاہ سے بھی ملا مگر کسی نے بھی اس کی بات پر اعتبار نہ کیا۔

ہماری بھی اس سنیاسی سے اس لیے صاحب سلامت ہوگئی تھی کہ وہ توحید کو خوب بیان

کرتا تھا۔ایک شب حضرت قطبی کے حضور خواب میں حاضری ہوئی۔ فرمایا ''دِتو اس سنیاسی سے پرہیز کر۔ یہ زندیق ہے۔اس کو حق تعالےٰ سے کوئی قربت نہیں ہے۔''

جب میں بیدار ہوا تو بہت حیران ہوا اور پھر میں نے اس کی صحبت سے اجتناب کیا۔

ہم بالا پنتھ چلے گئے تو دو سال بعد وہ سنیاسی بالا پنتھ پہنچ گیا۔ میں گھر پر نہ تھا۔دیہات گیا ہوا تھا۔سنیاسی مذکور نے اپنے تین آدمیوں کو میرے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ ''ہم تم سے ملنے کے لیے آئے تھے۔اب ہم تیرتھ کرنے پیاک جا رہے ہیں۔ واپسی پر تم سے ملاقات ہوگی۔''

اس غلام نے عرض کیا ''میں تو اس سے احتراز کرتا ہوں،لیکن یہ احتراز نہیں کرتا۔''

فرمایا ''ہاں یہی بات ہے۔''

اس کے بعد حکم ربی سے خواب میں وہی سنیاسی حاضر ہوا اور سلام کرکے میرے برابر کھڑا ہو گیا۔حضرت قطبی نے اپنے پاؤں سے جوتا اتار کر شیخ حمید کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا ''اس سنیاسی کے سر پر تین جوتے مارو۔'' شیخ حمید نے تین جوتے مارے۔پھر فرمایا ''بس یہ تین جوتے ہی اس کو کافی ہیں۔یہ زندیق ہے اور ہم نے تجھے اس کی صحبت سے بچا لیا ہے اطمینان رکھ۔'' اسی وقت بیدار ہوا اور بہت حیران ہوا۔

دوسری رات کو وہ سنیاسی اپنے آدمیوں کے ہمراہ بھاگ گیا اور ہمیں روانگی کی خبر تک نہ کی۔معلوم نہیں اسے کیا نظر آیا۔چند روز بعد معلوم ہوا کہ مغلوں نے اس کو مار ڈالا۔سبحان اللہ زہے عظمتِ پیران اور ان کی رہنمائی۔

اولیاء تحت قبائی لایعرفهم غیری.

شیخ احمد کے پاس جانے کی ضرورت نہیں

لطیفہ نمبر ۹۷: بالا پنتھ سے یہ بندہ ملک روپ چند اور میاں ببن تینوں قلعہ مندو کی

جانب روانہ ہوئے۔ میدان بسہی مسند عالی عیسیٰ خان میں حضرت قطب العالم شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ کے پوتے شیخ المشائخ شیخ احمد سکونت پذیر تھے۔ وہ اس بندۂ حقیر پر بہت محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر ہم روانہ ہوئے اور پانچ کوس کا فاصلہ عبور کر کے آرام کے لیے قیام کیا تو وہاں شیخ احمد نے اپنے ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر میرے پاس بھیجا کہ ''تجھے مندو میں مشکل پیش آئے گی۔ اگر تو واپس میرے پاس آ جائے تو میں تجھے کچھ بتاؤں گا۔''

میں سخت پریشان ہو گیا۔ چاہتا تھا کہ سوار ہو کر واپس چلا جاؤں کہ ناگاہ جسم میں گرانی اور کمزوری محسوس ہوئی۔ میں فوراً سوار نہ ہو سکا اور اپنے جگہ پر بیٹھا رہا۔ دل کو کسی صورت تسلی نہ ہوتی تھی۔ جو شخص مجھے لینے آیا تھا اس کو یہ کہہ کر روک دیا کہ کل علی الصبح روانہ ہوں گے۔ ناگاہ حضرت قطبی خواب میں نظر آئے اور فرمایا ''شیخ احمد نے جو تجھے بلایا ہے جانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن تو ان کو لکھ دے کہ ولایت مندو میں جو مشکل مجھے پیش آنے والی ہے اللہ تعالیٰ کے کرم اور پیران عظام کی مدد سے آسان ہو جائے گی، لیکن جو مشکل آپ کو پیش آنے والی ہے اس کے دفع کی فکر کرو۔'' میں حیران تھا کہ شیخ احمد جیسے بڑے بزرگ کو جنھیں کسی چیز کی طمع بھی نہیں ہے، کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔ اسی خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک گہرا غار ہے اور شیخ احمد اس میں گر گئے ہیں، ہر چند کہ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں نکل نہیں سکتے اور حیران ہیں۔

خواب سے بیدار ہو کر یہ تمام خواب شیخ احمد کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے چار پانچ منزل کا سفر کیا کہ شیخ احمد کا پیغام موصول ہوا کہ ''جو کچھ تم نے لکھا ہے معلوم ہو گیا ہے اور درست ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اور یقیناً پیرانِ چشت تمہاری مدد کو ضرور پہنچیں گے۔''

جب میں قلعہ مندو میں پہنچا تو چند آدمی میرے پاس آئے اور بتایا کہ تمہارے روانہ

ہونے کے بعد شیخ احمد کو سخت مشکل پیش آئی تھی۔ افغانوں کو ان سے خصومت ہو گئی تھی اس لیے گھر میں نہ ٹھہر سکے۔ اس جگہ کو چھوڑ کر قلعہ چنار چلے گئے تھے۔

قلعۂ چتوڑ کا محاصرہ

لطیفہ نمبر ۹۸: جب سلطان بہادر نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر لیا تو ارادہ کیا کہ اس قلعہ میں ہم اسلام کی تبلیغ اور ترویج کریں گے کیونکہ ایام قدیم سے یہ کفر کا گڑھ رہا ہے اور شاہانِ سلف نے بھی یہاں اسلام پھیلانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس قلعہ پر قابض ہو کر یہاں اسلام کے فروغ کی کوشش کریں گے۔

کافر قلعہ میں محصور ہو گئے اور جب سلطان بہادر سے نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے پیغام رساں ہمایوں بادشاہ کے پاس امداد فراہم کرنے کے لیے روانہ کیے اور ہمایوں سے عہد کیا کہ جب ہمیں آپ کی مدد سے خلاصی ہو گی تو ہم آپ کی آمد کے ہر منزل کے عوض ایک لاکھ تنکہ پیش کریں گے۔

ہمایوں بادشاہ نے قلعہ آگرہ سے کوچ کیا اور کہلا بھیجا کہ ہم پہنچ رہے ہیں، تمہیں نجات دلائیں گے۔ ہمایوں سارنگپور تک پہنچا ہی تھا کہ اس وقت مشیت الٰہی سے سلطان بہادر نے قلعہ کو فتح کر لیا اور تاراج کر ڈالا۔ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

جب ہمایوں نے سنا کہ سلطان بہادر نے قلعہ چتوڑ کر فتح کر کے کافروں کو قتل کیا ہے تو وہ سلطان بہادر سے نبرد آزمائی کے لیے روانہ ہوا۔ قلعہ مرہ سور میں سلطان بہادر لنگھر ہو کر بیٹھ گیا لیکن غلطی یہ کی کہ غلہ کا ذخیرہ نہ جمع کیا۔ ہمایوں بادشاہ نے لنگھر آ کر پڑاؤ ڈال دیا اور مغلوں نے غلہ کو سلطان بہادر کے لشکر تک پہنچنے نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لنگھر میں غلہ گراں ہو گیا۔ اس حد تک کہ ایک مظفری میں ایک سیر غلہ بھی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ چند روز چوپاؤں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے کھاتے رہے۔ لشکر عاجز آ گیا اور قیام ممکن نہ تھا۔ دل پریشان تھا۔

خواب میں بندگی حضرت قطب العالم تشریف لائے فرمایا ''فکر کا مقام ہے دیکھو کہ ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ کی طنابیں کہاں تک پہنچی ہوئی ہیں'' میں نے دیکھا تو دریا کو بہت بلند پایا اور قلعہ مندو اور گجرات کو ان کی بارگاہ کے اندر پایا۔ بارگاہ کی طناب دریا میں گاڑ دی گئی تھی۔

پھر فرمایا ''فتح ہمایوں بادشاہ کی ہوگی اور شکست بہادر خاں کے لیے ہے۔'' میں بیدار ہوگیا۔ دل بہت پریشان تھا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو شور وغل برپا ہوا کہ سلطان بہادر اور اس کا کل لشکر بھاگ گیا ہے جس کا جس سمت منہ اٹھا روانہ ہوگیا۔ میں بھی اپنے حلقہ کے لوگوں اور گجراتی سواروں کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔

رات تاریک تھی اس لیے ہمارے آدمی اور گھوڑے کسی اور ہی سمت کو ہو لیے۔ اس نفسا نفسی میں برمزید اور ملک روپ چند بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ صحیح راہ سے ہٹ کر ہم پہاڑوں اور جنگلوں میں پڑ گئے۔ ایک جگہ وسط میں (بیابان کے) ہموار اور مناسب دیکھ کر اس پر سب نے پڑاؤ ڈالنے پر اتفاق کیا اور طے یہ ہوا کہ اگلے روز صبح ہی کسی طرف روانہ ہوں گے۔ میں سر کو ہاتھوں میں پکڑے زانوں میں ڈالے متفکر بیٹھ گیا اور اس وقت شیخ احمد کی وہ بات یاد آئی کہ تجھے مشکل پیش آئے گی۔ یہ وہی مشکل ہے اور اسی خیال میں محو مجھے حضرت قطبی یاد آئے جنھوں نے فرمایا تھا کہ ''مشکل میں تیری مدد پیران چشت کریں گے۔ یہی سوچتا ہوا سو گیا۔

حضرت قطبی پیر دستگیر پیرزادہ شیخ حمید کے ہمراہ تشریف لائے اور فرمایا ''دِتو ہم تیری حفاظت کے لیے آئے ہیں، اٹھ ہمارے ساتھ چل بالکل فکر نہ کر۔ اس مشکل وقت میں خیریت ہی رہے گی۔''

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ قلعہ مندو کی جانب روانہ ہو گئے۔ چند قدم چل کر میں ٹھہر گیا اور عرض کیا ''برمزید اور رنبیر ملک روپ چند ہم سے جدا ہو گئے ہیں، معلوم نہیں کس حال میں ہے۔''
بندگی حضرت قطبی نے فرمایا ''میاں شیخ حمید تم دِتو کے ہمراہ رہو اور ہم جا کر برمزید کو

لاتے ہیں۔"

بندگی شیخ المشائخ شیخ حمید مجھے ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ صبح ہو گئی تھی سب نے قلعہ مندو کا رخ کیا۔ دوسری رات کو غلہ دستیاب ہوا۔ البتہ گھوڑوں کے لیے گھاس فراہم نہ ہو سکی۔ اور پھر اگلی صبح کو روانہ ہوئے۔ ہر طرف سے دہقانی لوٹ مار کے لیے آ گئے اور اکثر سواروں سے گھوڑے چھین لیے۔ پھر روانہ ہوئے۔ پھر رات کو ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا، غلہ اور گھوڑوں کے لیے گھاس مل گئی ذرا اطمینان ہوا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل میں ایک گنبد ہے اور اس پر قسم قسم اور رنگ برنگ کے جانور رقص کر رہے ہیں۔ حیرت ہوئی کہ آخر یہ کیا چیز ہے۔ ایک آدمی نظر آیا اس نے بتایا کہ یہ جانور نہیں بلکہ ان لوگوں کی ارواح ہیں جن کو مغلوں نے مار ڈالا ہے۔ دل میں خیال آیا کہ برمزید کی روح بھی ان ہی ارواح میں ہو گی۔ اگر شیخ عبدالقدوس ان کی مدد کو نہ پہنچتے۔ میں جاگ اٹھا۔

شور و غل بپا تھا کہ دہقانی رات کو شب خون ماریں گے۔ اسی وقت سب روانہ ہو گئے۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، برباد ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ یہاں تک کہ برہانپور میں قلعہ مندو پہنچ گئے۔ دوران سفر چند روز تک دہقانی لوٹ مار کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ بندگی حضرت پیر دستگیر اور شیخ حمید مجھے سلامت لے آئے اور کوئی نقصان نہ پہنچا۔

برہانپور میں کل افغان جمع تھے۔ ان ہی میں ملک روپ چند اور تین لودھی بھی موجود تھے۔ ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے برمزید کا حال دریافت کیا تو ملک روپ چند بہت فکر مند ہو گیا۔ لیکن جب میں نے حضرت قطبی کی اس کی مدد کو جانے کا ذکر کیا تو اس کو قرار آ گیا۔ چند روز بعد اللہ کے فضل سے برمزید برہانپور پہنچ گیا اور اس سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت صمدیت کا شکریہ ادا کیا اور اس کا حال دریافت کیا برمزید نے کہا "جب ہم تم

سے جدا ہو گئے تو سلطان بہادر کے لشکر کے لوگوں کے ہمراہ تمام رات جنگل اور پہاڑوں میں چلتے رہے۔ صبح ہوتے ہی دو تین گھنٹے گزرنے کے بعد مغل ہمارے پیچھے نمودار ہوئے اور لوگوں کو تباہ کر دیا۔ ان میں سے دو سوار ہمارے پیچھے بھی آئے اور کہا ٹھہر جا۔ میرا گھوڑا اور میرے کپڑے چھین لیے اور مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ برہنہ تن جنگل میں روانہ ہوا۔ جنگل میں جب دو تین کوس چل لیا تو پریشان تھا زندگی کی امید باقی نہ تھی۔ سوچتا تھا کہ کوئی درندہ یا شیر مجھے کھا جائے گا۔ غربت میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ کسی نے آواز دی اور کہا "اے برمزید اس طرف آ" میں نے دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا آواز پھر آئی۔ "برمزید آگے کی طرف آ"

اپنے سامنے کی طرف دیکھا کہ ایک خوبصورت مرد سفید ریش پیراہن زیب تن کیے پاؤں میں جوتے اور ہاتھ میں عصا لیے ہوئے کھڑا ہے۔

پھر فرمایا "اے برمزید ہم آگے آگے چلتے ہیں تو ہمارے پیچھے آ اور پریشان خاطر نہ ہو۔ وہ شخص آگے آگے اور میں اس کے عقب میں چلتا رہا یہاں تک کہ پانچ چھ کوس جنگل میں اسی طرح چلتے رہے۔ دل میں خیال آیا کہ اللہ یہ بزرگوار شخص کون ہے جو ہمیں اس مصیبت سے نکال لایا ہے اور اس مشکل میں ہمارا پیشوا بنا ہے۔ ان کو جاننے کی تمنا تھی مگر ان کی عظمت کے پیش نظر ان کا نام معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد جنگل میں ایک بڑا دریا ہمارے سامنے آ گیا جس کے کنارے سلطان بہادر کے لشکری دوڑے جا رہے تھے۔ ان بزرگ نے فرمایا "برمزید جو جان کا خوف اور مشکل تجھ کو تھی وہ تجھ پر آسان کر دی۔ اب فکر مند نہ ہو اور ان لوگوں کے ہمراہ چلا جا۔ وہ تجھے کھانے کو بھی دیں گے اور پہننے کے لیے کپڑا بھی دیں گے اور دِتو سے تیری ملاقات بھی ہو جائے گی۔"

یہ فرمایا اور میری نظر سے غائب ہو گئے۔ بے حد تعجب ہوا کہ سبحان اللہ یہ مرد بزرگ کون تھا کہ میری مشکلات میں میری مدد کو پہنچا اور اس بلا سے مجھے نکال دیا۔ لشکر کے لوگوں نے مجھے کپڑے اور کھانا دیا یہاں تک کہ تم لوگوں تک پہنچا ہوں۔"

اس کے بعد برمزید کو میں نے بتایا کہ یہ ''مرد بزرگ حضرت قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس تھے۔ جب میں تم سے جدا ہو گیا بندگی حضرت قطب عالم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے اس بلا سے نجات دلائی۔ میرے ہمراہ شیخ حمید کو کر دیا اور خود تمہاری دستگیری کو تشریف لے گئے۔ میرے پیر دستگیر کی عظمت سے اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں سلامت نکال لایا ورنہ ظاہر ہے کہ میری اور تمہاری زندگی ختم ہو چکی تھی۔ برمزید نے اسی وقت نیت کی کہ انشاء اللہ تعالےٰ شیخ عبدالقدوس سے مرید ہوں گا۔

جلگایوں میں دِتو کی قید سے رہائی

لطیفہ نمبر ۹۹: جب بسہی افغانان ملک دکن کے قصبہ جلگایوں میں سکونت پذیر ہوئے تو قصبہ مذکورہ کا حاکم سید عمر تھا۔ میاں بّبن لودھی کبھی کبھی مجھے سید عمر کے پاس بھیجا کرتے تھے اور اسی واسطے سے سید عمر مجھ پر بہت لطف و کرم کرتا تھا۔ ہمارے مابین بہت اتحاد اور خلوص پیدا ہو گیا تھا۔

ایک روز بدلی بقال عمر کے پاس پہنچا اور دعویٰ کیا کہ میرا ایک لاکھ تنکہ قرض میاں بّبن پر واجب الادا ہے جو وہ ادا کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اگر آپ میرا یہ کام کرا دیں تو اس کل رقم کا نصف خود رکھ لیں۔

سید عمر لالچی تھا اسے دولت بہت عزیز تھی اس لیے اس نے یہ بات منظور کر لی۔ اب بنیے نے وصولی کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ آپ دِتو کو اپنے قبضہ میں لے کر اپنی تحویل میں روک لیں اور جب تک میری رقم کی ادائیگی نہ ہو آپ اس کو آزاد نہ کریں اس طرح میاں بّبن فوراً قرض ادا کر دے گا۔

ایک دن میں سید عمر کے پاس گیا اور معمول کے مطابق نشست رہی۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو میں نے واپس اپنی قیام گاہ پر جانے کا ارادہ کیا لیکن اس نے بہت خلوص

اور محبت ظاہر کر کے مجھ سے اور قیام کرنے کی استدعا کی۔ رات کو بھی بہت تعظیم اور تکریم سے پیش آیا۔ سونے کے لیے لباس اور کھانا بھیجا۔

ان دونوں نے خبر کہلا بھیجی ''تم میاں ببّن کے گھر کے مالک ہو۔ اگر تم چاہو تو قرض کی رقم واپس مل سکتی ہے اور جب تک قرض کی ادائیگی نہیں ہوگی تمہیں آزادی نہیں ملے گی۔''

اس پر میں نے ان سے کہا کہ ''مجھے یہاں روک لینے سے تو تمہیں ایک کوڑی بھی وصول نہ ہوگی۔'' میں نے بہت سمجھانے کی کوشش کی، لیکن میری کوئی بات نہیں مانی گئی۔ اس کے بعد میاں ببّن اور دوسرے افغانوں نے بہت کچھ کہا سنا، اس نے کسی کی بات نہ مانی۔ جب اس نے سب کو ہی کوشش کرتے دیکھا تو اس کو یقین ہو گیا کہ اس تدبیر سے ضرور قرض وصول ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں نے سب کو منع کر دیا کہ کوئی گفت وشنید نہ کریں آخر کب تک مجھے روکے رکھے گا۔

میری نگرانی پر اس نے سوار اور پیادے مقرر کر دیے۔ میں تین مہینے قید میں رہا اور بالآخر سب افغان اس بات پر متفق ہو گئے کہ بزور طاقت مجھے رہائی دلائی جائے۔ میرا دل بہت پریشان ہوا کہ دوسروں کے ملک میں یہ فساد ہوگا اور بدنامی ہوگی۔

دوپہر کا وقت تھا اور میں نیم خوابی کی حالت میں سر زانو میں ڈالے بیٹھا تھا۔ حضرت قطب الاقطاب تشریف لائے اور فرمایا ''دِل تو فکر نہ کر اٹھ اور اپنی قیام گاہ پر جا۔''

میں نے عرض کیا۔ ''محافظ تو مجھے جانتے ہیں کیسے جانے دیں گے۔''

فرمایا ''اس شب میں تو یہاں نہیں رہے گا، تو اپنی قیام گاہ پر جا، ہم جانیں اور محافظ جانیں۔''

میں پوری طرح بیدار ہو کر سوچنے لگا کہ یہاں سے کس طرح نکلوں عصر کی نماز ادا کی اور محافظوں سے کہا کہ مجھے قضائے حاجت ہوئی ہے، میرے ساتھ کوئی باہر چلے تا کہ میں فارغ ہو آؤں۔ انھوں نے کہا ''اگر تو جلد واپس آجائے تو چلا جا۔''

الغرض دو شخص میرے ہمراہ ہوئے۔ راہ میں مَیں نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ۔ جب قصبہ سے باہر آ گئے تو مغرب کا وقت ہو گیا میں نے اس شخص کو اپنی باتوں کا گرویدہ بنا لیا اور اپنی قیام گاہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب ایک کوس فاصلہ رہ گیا تو محافظ نے کہا ''کہاں جارہے ہو، رات تاریک ہو رہی ہے میرے ساتھی مجھے ماریں گے۔'' میں نے اس کی دلجوئی کی اور آگے کی طرف چلتے رہے۔ جب ہماری آبادی نظر آنے لگی تو ایک غلام کو جو ہمارے ساتھ تھا، یہ پیغام دے کر اپنی آبادی میں بھیجا کہ ''کچھ لوگ ہماری طرف آئیں اور شور مچائیں کہ یہ چور ہیں چور ہیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ محافظ بھاگ گیا اور میں اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ میاں ببّن سے ملاقات ہوئی۔ بڑی خلق جمع تھی۔ سب پوچھتے تھے کہ کس طرح اس مشکل سے خلاصی پائی، میں نے تمام قصہ بیان کیا۔ میاں ببّن اور سب لوگ کہنے لگے ''سلطان بہادر کے حادثہ میں بھی تمہیں حضرت قطب العالم نے نکالا تھا اور اس بلا سے بھی نجات دلائی ہے۔ سب کان پکڑ کر سرنگوں ہو کر کہتے تھے کہ پیر ہو تو قطب الاقطاب شیخ جیسا۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی تمام افغان وہاں سے برہانپور کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہمارا پیغام پیران گجرات کو پہنچا

لطیفہ نمبر ۱۰۰: جب ہمایوں بادشاہ گجرات گیا اور احمد آباد میں قیام کیا تو سلطان بہادر دیو کے مقام پر موجود تھا اور سلطان علاء الدین پسر سلطان بہلول برہانپور سے سلطانپور کی طرف روانہ ہوا۔ میں اور ملک روپ چند سلطان علاء الدین کے ہمراہ تھے۔ جب ندربا کے مقام پر پہنچے تو رات کو حضرت قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس تشریف لائے فرمایا۔

''اے دِتو! آگے آ اور ہمارا پیغام پیرانِ گجرات کو پہنچا۔ گجرات جا اور گجرات کے کل پیروں کو ہمارا اسلام پہنچا اور ان کو ہماری طرف سے کہہ کہ ہمایوں بادشاہ اسلام کو تاراج کر رہا

ہے۔ کفر اور اسلام کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا سب کو تباہ کر رہا ہے۔ ہم اسلام کو اور تمہاری مدد کو آمادہ ہیں اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم آ جائیں اور ہم تم ایک جگہ ہو کر ہمایوں بادشاہ کو ولایت گجرات سے نکال دیں اور اگر تمہاری رائے ہو تو ہم ولایت مندو جائیں تا کہ ہمایوں کو وہاں سے نکال دیں اور تم اس کو ولایت گجرات سے نکال دو تا کہ اسلام کو امن وقرار ہو۔"

میں نے عرض کیا "پیران گجرات تو دور ہیں، میں کیسے جاؤں گا اور کیسے آؤں گا۔"

فرمایا "آسانی سے پہنچ جاؤ گے اور آسانی سے آ جاؤ گے۔"

اللہ تعالےٰ کے حکم سے اور قطب الاقطاب کی عظمت سے یہ ناچیز اسی وقت شہر معظم احمد آباد میں قطب العالم شاہ منجھن بخاری کے حضور پہنچ گیا وہاں کل پیرانِ گجرات جمع تھے۔ اتنا زبردست ہجوم تھا کہ پاؤں دھرنے کی جگہ تک نہ تھی میں حیران تھا کہ پیغام کس کو پہنچاؤں۔

یکا یک ایک شخص آیا اور پوچھا "کیا دِتو تیرا نام ہے میں نے کہا ہاں، فرمایا "آ تجھے قطب العالم بندگی حضرت شاہ منجھن بلاتے ہیں۔" لوگ ایک طرف کو ہو گئے اور ہم آگے بڑھے۔ جب میں ان کے حضور میں پہنچا سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ قطب عالم شاہ منجھن نے فرمایا۔ "بندگی حضرت شیخ عبدالقدوس نے کیا فرمایا ہے، بیان کرو۔"

اس ناچیز نے کل فرمودہ حضرت شیخ عبدالقدوس عرض کیا۔ بندگی شاہ منجھن نے فرمایا "دِتو تو دور سے آیا ہے، کچھ کھا لے اس کے بعد میں جواب دوں گا۔" ایک شخص سے فرمایا۔ "کھانا لاؤ۔"

ایک طباقچہ شکرانے کا لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ فرمایا "کھاؤ"۔ میں نے پانچ لقمے کھائے ہوں گے کہ بندگی حضرت قطب العالم شیخ کتھو قدس اللہ روحہ، نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "ہمارا مہمان ہے۔ اپنی جگہ لے جائیں گے۔ کھانا کھلائیں گے۔ اس کے بعد جواب دے کر رخصت کریں گے۔"

بندگی حضرت شاہ منجھن نے فرمایا ''درست ہے بہتر رہے گا۔'' اور فرمایا ہمارا سلام اور کل پیران گجرات کا سلام شیخ عبدالقدوس کو پہنچا دیں اور جو کچھ شیخ احمد کتھو فرمائیں گے اسی پر کل گجرات کا اتفاق ہوگا اور اسی پر عمل کریں گے۔''

اس ناچیز نے سلام کیا اور شیخ احمد کتھو کے ساتھ آ گیا۔ شیخ احمد کتھو کی جگہ پر بھی پیروں کی ایک بڑی جمعیت موجود تھی۔ انھوں نے خادم سے فرمایا ''کھانا لاؤ۔''

ایک طباقچہ شکرانے کا میرے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ جب ہاتھ کھانے سے کھینچا تو شیخ احمد کتھو نے فرمایا ''تو مہمان ہے پیٹ بھر کھا۔'' میں نے عرض کیا ''میں سیر ہو گیا ہوں۔''

انھوں نے فرمایا ''اب جاؤ۔ شیخ عبدالقدوس کو ہمارا سلام اور کل پیران گجرات کا سلام پہنچا دو اور کہہ دو کہ پہلے آپ ہمارے پاس آیئے تاکہ ہم اور آپ مل کر ہمایوں بادشاہ کو ولایت گجرات اور ولایت مندو سے نکال دیں اور اسلام کو تقویت پہنچے اور ولایت میں بھی سکون ہو۔''

اس وقت مجھے رخصت کر دیا اور فوراً اسی وقت حضرت قطب العالم پیر دستگیر کے حضور میں پہنچ گیا۔ یہ بالکل معلوم نہ ہوا کہ کس طرح میں گجرات پہنچا اور کس طرح اس جگہ واپس آ گیا۔ سبحان اللہ زہے عظمت مردانِ خدائے تعالےٰ۔ جو کچھ پیران گجرات نے کہا تھا حضرت قطبی کے سامنے عرض کر دیا۔

فرمایا ''خوب پہلے ہم گجرات جائیں گے۔'' یہ بات کہی اور نظروں سے غائب ہو گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ اگلے روز ملک روپ چند سے یہ کیفیت بیان کی۔ ملک روپ چند نے سلطان علاء الدین سے بیان کیا۔ سب کو مکمل اعتماد ہو گیا کہ اب ہمایوں بادشاہ گجرات میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

اس بات کے پندرہ روز بعد خبر آئی کہ سلطان بہادر دیو سے روانہ ہو کر حضرت شیخ کتھو کے

دربار کے سامنے آ گیا اور ہمایوں سے جنگ کی۔ سلطان بہادر کو فتح ہوئی اور ہمایوں کو شکست۔ اکثر مغل مارے گئے اور باقی شکستہ حال قلعہ آگرہ پہنچ گئے اور یہ قصہ خلائق میں پھیل گیا۔

فرنگیوں کا دیو کے مقام پر قبضہ

لطیفہ نمبر ۱۰۱: جب سلطان علاء الدین قلعہ جانپانیر پہنچا تو خبر آئی کہ سلطان بہادر کہنایہ چلا گیا ہے۔ سلطان علاء الدین نے میرے ہاتھ چار ہاتھی، سات اونٹ اور سات سو اشرفیاں سلطان بہادر کو بطور مبارکباد کے بھیجیں جو میں نے پہنچا دیں۔ اس کے بعد خبر آئی کہ فرنگی چند جہاز آتش بازی کے (آتشیں اسلحہ) کے بھر کر دیو کے مقام پر قبضہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

سلطان بہادر انتہائی تیز رفتاری سے دیو کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے سلطان علاء الدین بھی آیا۔ اس کے بعد سلطان علاء الدینؒ نے مجھے اپنے پرگنہ دہولقا بھیج دیا اور اپنے تمام عہدیداروں کا سردار بنا دیا اور حکم دیا "جو ہم تمہیں لکھیں گے اس پر عمل کرنا۔"

چند یوم دہولقا کے مقام پر گزرے تھے کہ حضرت قطبی خواب میں نظر آئے اور فرمایا "دِتو ولایت گجرات کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس ولایت میں زبردست خلل واقع ہوگا وگرنہ تجھے بہت پریشانی ہوگی۔"

میں نے عرض کیا "میں تنہا ہوں راستہ خوفناک ہے۔ بغیر کسی ساتھی کے جانا مشکل ہے۔"

فرمایا "ہم تیرے ساتھ ہیں تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی۔"

اس کے بعد میں جاگ اٹھا۔ دل پریشان تھا۔ میں نے عہدیداروں سے رخصت چاہی لیکن انھوں نے رخصت نہ دی اور سلطان علاء الدین کو لکھ دیا کہ دِتو ہم سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ سلطان نے دو آدمیوں کو بھیج کر کہلا بھیجا کہ دِتو کو گھر نہ جانے دیں اور اگر نہ رُکے تو اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ حسن اتفاق سے وہ

دونوں آدمی مجھ سے محبت کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں گی۔ کیونکہ سلطان کا یہی حکم ہے۔ میری پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔

اتفاقاً ایک نامعلوم شخص آیا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اس نے مجھے جواب دیا کہ میں ولایت تھتہ سے اونٹ فروخت کرنے آیا ہوں۔ پھر اس نے کہا ''تم مجھے فکر مند نظر آتے ہو تمہارا کیا معاملہ ہے۔''

میں نے تمام اپنا حال ظاہر کر دیا۔ اس کو مجھ پر رحم آیا کہنے لگا ''کیا تم واقعی جاؤ گے؟''

میں نے کہا ''ہاں میرے دل کو یہاں قرار نہیں ہے۔''

اس نے بتایا کہ ''میں نے اس تمام ولایت کو دیکھا ہوا ہے۔ اگر تم کہو تو میں تمہارا راہبر بن کر تمہیں برہانپور کے مقام پر پہنچا دوں اور اگر چاہو تو قلعہ جاپانیر پہنچا دوں۔ پُرامن راستہ سے لے جاؤں گا۔''

میرے دل کو تقویت ہوئی۔ اس شخص نے مجھے بہت تسلی دی اور کہا کہ تم تیار رہو۔ میں رات کے آخری حصہ میں تمہیں لے کر روانہ ہو جاؤں گا لیکن یہ ضروری ہے کہ کسی کو مطلق خبر نہ ہو ورنہ تمہیں جانے نہیں دیں گے۔ میں نے کسی کو خبر نہ کی اور تیار ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ شخص رات کے آخری حصہ میں آیا اور میرے ہمراہ دھولقا سے روانہ ہو گیا اور مشہور راستہ چھوڑ کر ایک غیر معروف راستہ سے روانہ ہوا۔ مجھے فکر مند دیکھ کر ٹھہر گیا اور کہا ''میں تمہیں ایک غیر معروف راستہ سے اس لیے لے جا رہا ہوں کہ اس ملک میں راتوں کو ڈاکے پڑتے ہیں اور مخلوق خدا کو ایذا پہنچا کر غارت کر دیتے ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ دل میں کوئی اندیشہ نہ لاؤ۔''

اس کے بعد میں نے حضرت پیر دستگیر کو اپنا مددگار گردانا اور روانہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو ایک قصبہ میں پہنچے اور وہاں سے قلعہ جانپانیر کا راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا ''تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ بس اب واپس چلے جاؤ میں قلعہ جانپانیر خود

چلا جاؤں گا۔"

اس شخص نے جواب دیا "میں تمہیں قلعہ مندو یا برہانپور پہنچا کر واپس آؤں گا۔"
بہر حال میں نے اس کو بہت تاکید کر کے واپس کیا اور میں قلعہ جانپانیر پہنچ گیا۔ اس جگہ مجھے تین سو سوار ساتھی مل گئے۔ اب ان کے ہمراہ روانہ ہوا دوسری منزل پر رات میں بہبلوں نے شب خون مارا۔ اکثر مخلوق زخمی ہوگئی۔ بہت سے تباہ ہوئے۔ لیکن پیروں کی عظمت کے طفیل میں خیریت سے رہا۔ اس کے بعد قلعہ مندو پہنچے اور وہاں لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اپنا واقعہ ان سے بیان کیا تو سب کو تعجب ہوا۔ پندرہ دن بعد سننے میں آیا کہ فرنگیوں نے سلطان بہادر کو دریا میں مار ڈالا اور ولایت گجرات میں زبردست فساد اور بدامنی پیدا ہوئی۔
اس کے بعد میں اپنی بستی بالاتبر پہنچا اور اللہ کا شکر بجالایا۔

سفرِ آخرت

لطیفہ نمبر ۱۰۲: ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں مَیں حضرت قطب العالم اور بندگی شیخ حمید بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک دیگ پک رہی ہے۔ دیگ کے نیچے بغیر لکڑیوں کے آگ جل رہی ہے۔

اس ناچیز نے حضرت پیر دستگیر کو سلام کیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا "دِتو آبیٹھ۔" حضرت قطب عالم نے ایک دفعہ دیگ کا ڈھکن اتار کر اس میں دیکھا اور پھر ڈھکن دیگ پر ڈھک دیا۔ اس کے نیچے جو آگ خود بخود جل رہی تھی، بجھ گئی۔

حضرت شیخ نے فرمایا "شیخ حمید ہم نے دیگ کو پکا دیا ہے خوب ہے۔ اور دیگ تمہارے حوالہ کر دی ہے اب جیسے چاہو اس کو خرچ کرنا۔"

میں جاگ اٹھا۔ سوچنے لگا یہ کیا معاملہ ہے کہ دیگ پکا کر شیخ المشائخ شیخ حمید کے سپرد کر دی گئی ہے، یہ نشانی تو سفرِ آخرت کی ہے۔ میں اسی خیال میں پریشان تھا کہ پھر ایک

رات کو خواب میں دیکھا کہ قطب عالم اور مسند عالی عیسیٰ خان آسمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں کھڑا ہوا دیکھتا تھا یہاں تک کہ نظر میں ان کی جسامت چڑیا کے برابر رہ گئی اور اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئے۔

میں پھر جاگ اٹھا اور زیادہ پریشان ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ جو کچھ دیکھا ہے ان کا سفر آخرت ہے۔ یہ دیکھنے کے بعد ماہ کی چار تاریخ کو سننے میں آیا کہ بندگی حضرت قطبِ عالم دارِ بقا کو رحلت فرما گئے ہیں سب مرد و عورت گریہ وزاری کرنے لگے اور پھر مشیت الٰہی پر صبر کیا۔ اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھ لیا۔

فتحِ شیر شاہ

لطیفہ نمبر ۱۰۳: جب شیر شاہ سوری اور ہمایوں بادشاہ میں دریائے گنگ کے کنارے مقابلہ ہوا تو قصبہ بھوجپور کی طرف ہمایوں تھا اور دوسری طرف شیر شاہ۔ ہمایوں نے لوگوں سے کہا تھا کہ اگر اس دفعہ مجھے فتح ہو گئی اور افغان شکست کھا گئے تو افغانوں کا نام و نشان مٹا دوں گا، ایک بچہ تک نہ چھوڑوں گا۔

یہ سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ اس کے بعد ہمایوں بادشاہ دریائے گنگ پر سے کشتیوں کا پل بنا کر گزر گیا اور دریائے گنگا کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا۔ میں بہت پریشان تھا۔ یکا یک پیر دستگیر قطب عالم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''دِتو دیکھ کہ شیر شاہ سوری کی بارگاہ کس طرح سے لگی ہوئی ہے۔'' میں نے دیکھا کہ بہت بلند ہے اور اس کی طنابیں ہمایوں بادشاہ کے پڑاؤ پر گاڑی گئی ہیں اور ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ گری ہوئی ہے۔ مغل بکھر گئے ہیں اور بھاگ رہے ہیں۔ ہمایوں بادشاہ مغلوں کی دلداری کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے ہمیں تنہا نہ چھوڑو۔ لیکن کوئی شخص بھی وہاں موجود نہ رہا۔ ہمایوں بادشاہ رنج و حیرت اور پریشانی میں گرفتار ہے۔

اس کے بعد حضرت قطب عالم نے فرمایا ''دیکھ لیا تو نے بادشاہوں کا حال'' اس عاجز نے عرض کیا ''جی ہاں دیکھ لیا''۔ انھوں نے فرمایا ''شیر شاہ کی فتح ہوگی اور ہمایوں بادشاہ کو شکست ہوگی۔ پیروں کی مدد بھی شیر شاہ کے حق میں ہے۔''

جب میں بیدار ہوا تو دل بہت خوش ہوا اور پر سکون ہوا۔ یہ خواب دیکھنے کے چوتھے روز جنگ ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے وہی کچھ ظاہر کیا جو حضرتِ قطبِ عالم نے فرمایا تھا۔

دِتو کی عملداری

لطیفہ نمبر ۱۰۴: جب شیر شاہ نے خطۂ سنبل کا منصب منصفی عیسیٰ خاں کو عطا کیا، اس علاقے میں آئے اور دو پرگنہ کانتھہ اور تلہر بطور جائیداد عطا فرمائے۔ مسند عالی نے فرمایا۔ دِتو ان پرگنوں میں علمداری کے لیے جا۔

میں نے عرض کیا ''کسی دوسرے کو بھیج دو، میں آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ جب میں سویا تو خواب میں بندگی حضرت پیر دستگیر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''جو کچھ مسند عالی عیسیٰ خان کہتا ہے وہی کرو۔ اور جب پرگنہ کانتھہ پہنچو گے تو وہاں ایک ضعیف سید زادی جس کا کوئی نہیں ہے اور جس کی تھوڑی سی املاک تھی جو چھین لی گئی ہے، تمہارے پاس آئے گی۔ اس پر احسان کرنا اور اس کی مقصد برآری کرنا۔''

میں بیدار ہوا۔ اس خدمت کا حکم ہوا اور کوئی چارہ نہ رہا تو اسی روز میں پرگنہ کانتھہ کے لیے روانہ ہوا اور پہنچ گیا۔ علمداری شروع کی۔ ایک روز وہی بوڑھی سید زادی میرے پاس آئیں اور جیسا کہ میں نے ان کا احوال دیکھا تھا، انھوں نے وہی بیان کیا۔ میں نے ان کی بہت دلجمعی کی۔ وہ بہت خوش ہوئیں اور دعائیں دیتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ جب کبھی وہ میرے پاس آتیں میں ان کی خدمت کرتا اور وہ خوش ہو کر چلی جاتیں۔

کچھ عرصہ بعد میں مسند عالی عیسیٰ خان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سید زادی کو اپنے ہمراہ لے کر اس کا حال بیان کیا۔ اس کے نام کچھ زمین لکھا کر اور دلا کر اور چند دوسری بیوہ

عورتیں جو آتی تھیں ان کے نام بھی کچھ زمین لکھا کر اور دلا کر روانہ کر دیا۔ وہ خوش خوش اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ خدا کا شکر ادا کیا۔

یہ راہِ آخرت ہے، تو یہیں سے واپس چلا جا......

لطیفہ نمبر ۱۰۵: مشیت الٰہی کہ ایک ہاتھ کے برابر میری ٹانگ سن ہوگئی جس کو بہری کی بیماری کہتے ہیں۔ اس میں سوئی چبھونے کی خبر تک نہ ہوتی تھی اور نہ درد ہوتا تھا۔ اس کے علاج کے لیے اطباء نے اکیس روز تک ہڑتال کھانے کی تجویز کی۔ آٹھ دن کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا فائدہ ظاہر کیا اور سن ہونے کی کیفیت دور ہوگئی۔ میں مسجد میں گیا اور ظہر کی نماز باجماعت ادا کی۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد میں آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا نمازیوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ناگاہ بیہوش ہوگیا۔ دیکھا کہ حضرت پیر دستگیر دو آدمیوں کے ہمراہ تشریف لائے اور فرمایا"تو جتنی ہڑتال تو نے کھائی ہے، بس وہی تیرے لیے کافی ہے۔ تجھے آرام ہوگیا ہے اور نہ کھانا ورنہ نقصان پہنچ جائے گا اور مشکل پڑ جائے گا۔"

میرے دل میں خیال گزرا کہ اس کے کھانے سے آرام ہوا ہے، نقصان کیا ہوگا۔ اس کے بعد میں دو آدمیوں نے قطب عالم پیر دستگیر سے کہا۔ "یہ شخص ہڑتال کھانے سے باز نہیں آئے گا اور پشیمان ہوگا تب اس کو ہماری بات کی قدر ہوگی۔" اس کے بعد میں جاگ گیا۔ پریشانی ہوئی یہ کیا دیکھا ہے کہ گو مجھے اس سے آرام ہے نہ کھاؤں۔ اللہ کی شان کہ اس میں غفلت ہوئی اور حضرت قطبی کا ارشاد بالکل یاد نہ رہا۔ ایسا پردہ پڑا کہ بالکل بھول گیا۔ صبح کو پھر ہڑتال کھالی اور اس طرح پندرہ دن گزر جانے پر ہاتھ پاؤں کا ہلانا بھی مشکل ہوگیا اور حبس پیدا ہوا کہ جانکنی کی حالت میں موت سے ہمکنار ہوگیا۔ تب حضرت قطبی کی بات یاد آئی۔ اس سے قبل بالکل یاد نہ تھی۔ اس قدر عاجز ہوا کہ تین سال تک اپنے ہاتھ سے کھانے سے معذور رہا۔ تمام اعضاء اور جوڑ جوڑ ہل گیا۔ مردے کی حالت کو پہنچ گیا۔ ایک رات

بیہوشی طاری ہوگئی۔ لوگ مجھے آوازیں دیتے اور ہلاتے تھے مگر مجھے مطلق خبر نہ تھی۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی مجھے لے جا رہا ہے اور تنگ و تاریک اور خوفناک راستہ آ گیا ہے۔ بے حد پریشان تھا۔ میں نے دیکھا وہاں ایک ضعیفہ جس کے سفید بال ہیں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ ''تو یہاں کیسے آیا ہے''۔ میں نے دریافت کیا ''یہ کیا جگہ ہے'' اس نے جواب دیا۔ ''یہ راہِ آخرت ہے اور تو یہیں سے واپس چلا جا'' میں بمشکل دو قدم واپس ہوا تھا کہ یکا یک دو خوفناک آدمی نمودار ہوئے جن کو دیکھتے ہی میرے سر سے پگڑی گر گئی۔ وہ میری پگڑی کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔ میری پگڑی تیزی سے میرے گرد گھوم رہی تھی اور میں ننگے سر کھڑا حیران ان کو اور اپنی گردش کرتی ہوئی پگڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اسی عالم میں کیا دیکھتا ہوں کہ بندگی حضرت قطبی وارد ہوئے اور فرمایا ''دِتو اپنی دستار کو پکڑ لے اور ان لوگوں کو نہ دے''۔ میں نے عرض کیا ''دستار بہت تیز گھوم رہی ہے اور یہ لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، یہ میرے ہاتھ کیسے آئے گی۔''

فرمایا ''جب دستار تیرے سامنے آئے، تیزی سے حملہ کر کے پکڑ۔''

میں نے ایسا ہی کیا اور دستار میرے ہاتھ میں آ گئی۔ انھوں نے بھی پکڑنے کے لیے حملہ کیا تھا لیکن دستار ان کے ہاتھ میں نہ آئی تھی۔

پھر حضرت قطبی نے فرمایا ''پگڑی اپنے سر پر باندھ لے''۔ پریشانی دور ہوئی اور دل کو اطمینان ہوا۔ اس کے بعد حضرت قطبی نے فرمایا ''فکر نہ کر خیریت ہوگئی ہے۔'' اور پھر ایک سمت دکھا کر فرمایا ''اس طرف جا''۔ میں اس طرف روانہ ہوا۔ یکا یک دیکھتا ہوں کہ زمین میں نشیب ہے اور اس پر بے حساب دائرے ہیں۔ میں نے پوچھا ''یہ لشکر کیا ہے اور یہ دائرے کیا ہیں''۔ بتایا گیا ''یہ دنیا ہے۔''

اس کے بعد میں ہوش میں آ گیا اور دیکھا کہ سب مرد و عورت رو رہے ہیں۔ میں نے کہا رونا بند کرو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے حضرت قطبی کی شفاعت اور مدد سے مجھے بخش دیا

ہے۔اس کے بعد مزید پانچ سال بیماری میں گزرے، بہت تکلیف اٹھائی اور ہر طرح سے عاجز ہو گیا۔

ایک بار حضرت قطبی پھر خواب میں نظر آئے اور فرمایا ''ہم نے تمہیں ہڑتال کھانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے اس پر عمل نہ کیا۔''

میں نے عرض کیا۔ ''اللہ کی شان کہ آنکھوں اور عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔'' سخت شرمندہ ہوا۔ فرمایا ''فکر نہ کر تیری زندگی ابھی باقی ہے۔لیکن کچھ عرصہ تکلیف رہے گی۔''

آخر کار حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے صحت یاب کیا۔

نگہبانی

لطیفہ نمبر ۱۰۶: جب پیر شاہ نے بستی افغانوں کو قلعہ گوالیار میں حاضر ہونے کا فرمان جاری کیا۔خواجہ سراؤں کو اس کام پر مقرر کیا کہ بستی افغانوں کو روانہ کریں۔اگر بخوشی آنے کو تیار نہ ہوں تو ان کو بے عزت کر کے ان کے گھروں کو نذر آتش کر کے لایا جائے۔جب یہ خبر پھیلی تو ہم بستیوں کو فکر ہوئی کیونکہ مجھ میں جانے کی سکت نہ تھی۔

ایک شب حضرت قطب عالم پیر دستگیر کو خواب میں دیکھا۔فرمایا ''ہم اس بستی میں موجود ہیں کیا فکر کرتے ہو، یہاں کوئی نہیں آئے گا۔'' ہمیں اطمینان ہو گیا۔ایک مدت بعد پھر شور و غوغا ہوا کہ بستی افغانوں کو لے جانے کے لیے خواجہ سرا مقرر ہو گئے ہیں جو آرہے ہیں۔ہماری بستی میں بے قراری بڑھ گئی اور ہم فکر مند ہو گئے۔بندگی حضرت قطبی نے ایک دوسرے شخص کو خواب میں فرمایا۔ ''دِتو سے کہہ دو کہ ہم تیرے گھر کے ارد گرد نگاہ رکھے ہوئے ہیں تجھے کیا فکر ہے۔ہم نے تیرے گھر کی حد بندی کر دی ہے بلکہ تمام بستی کی دیکھ بھال پیش نظر ہے جو لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں پشیمان ہو کر اپنے گھروں کو آجائیں گے۔ یہاں کوئی خواجہ سرا نہیں آئے گا تو اپنے گھر میں رہ۔''

اس شخص کے کہنے کے بموجب میں کہیں نہ گیا۔ لوگ مجھے ملامت کرتے تھے کہ تم نے ہمارا ساتھ نہیں دیا ہے۔ حکم خدا سے کوئی خواجہ سرا ہماری بستی میں نہ آیا اور چند دن بعد جو لوگ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے واپس اپنے گھروں میں آگئے۔ وہ بھی مجھے ان کا ساتھ نہ دینے پر ملامت کرنے لگے۔ جب میں نے یہ واقعہ کہ حضرت قطبی نے مجھے گھر چھوڑنے کی ممانعت کردی تھی ان لوگوں کو بتایا تو وہ مطمئن ہو گئے۔

پیر و مرشد کا تصرف

لطیفہ نمبر ۱۰۷: میاں بابو اپنے بسھیوں کے ہمراہ تیار ہو کر گنگوہ روانہ ہوئے۔ میں نے ان سے کہا کہ ''پیرزادوں نے تمہیں جامۂ خلافت عطا کر کے مرید کرنے کا مجاز قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کو مرید کرو۔ کچھ لوگ اپنے مقصود کو پا گئے ہیں، کچھ امیدوار ہیں۔ تم اس جگہ کو خالی چھوڑ دو۔ بہتر ہے، اگر جاؤ تو تنہا جاؤ اور جلد واپس آجاؤ۔''

میں نے بہت کوشش کی، رضامند نہ ہوا اور سب سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ ایک کوس جا کر ٹھہر گیا۔ میرا دل بہت پریشان تھا۔ سوچتا تھا کہ میاں بابو یہاں تھا تو خوب صحبت رہتی تھی، حضرت پیر دستگیر اور پیرزادوں کے ذکر اذکار میں وقت خوب مزہ سے گزرتا تھا۔ خوش رہتے تھے۔ اب تنہائی میں رنجیدہ خاطر بیٹھا تھا۔ آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ ایک ساعت گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ ''میاں بابو کی روانگی سے تو رنجیدہ ہے؟''

میں نے جواب دیا ''ہاں''۔ کہنے لگا ''جا اور میاں بابو کو واپس لے آ''۔ میں نے کہا ''دو تین مہینے سمجھا تا رہا ہوں لیکن اس نے میری ایک نہ مانی اب کیسے واپس آجائے گا۔''

وہ شخص مسکرا کر کہنے لگا ''تو ایک دفعہ جا تو سہی، بابو واپس آجائے گا۔'' میں نے کہا ''میرے پاس گھوڑا نہیں ہے اور پیدل چلنے کی طاقت نہیں ہے۔'' اس نے کہا ''تم ٹھہرو، البتہ بطور نشانی مجھے اپنی تسبیح دے دو تاکہ میں کچھ تمہاری باتیں سنا کر اور تسبیح دکھا کر اس کو

واپس لاؤں گا۔ حضرت قطب عالم کی عظمت کی برکت سے میں اس کو واپس لے آوں گا۔"

اس کے بعد وہ شخص تسبیح لے کر چلا گیا اور میں سو گیا۔

دو پہر رات باقی تھی کہ میاں بابو میرے گھر پہنچ گیا اور ملاقات کی۔ میں نے پوچھا "کیسے واپسی ہوئی؟"

اس نے کہا "تم نے ہی تو مجھے واپس بلایا ہے۔ حضرت پیر دستگیر کی عظمت کچھ ایسی اثر انداز ہوئی کہ میرا ارادہ بدل گیا اور دل میں یہی سمائی کہ واپس جا کر گھر میں مقیم ہو جاؤں۔"

اس پر سب چھوٹے بڑے تعجب میں تھے۔

ہم نے حق تعالےٰ سے تیری بخشش کرالی ہے

لطیفہ نمبر ۱۰۸: ایک مرتبہ میاں بابو زیادہ بیمار ہو گیا۔ ہر چند کہ دوا دارُو کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ بیماری شدید ہو گئی۔ دستوں کی تکلیف تھی، دن رات بیہوش رہتا تھا۔ جانکنی کی حالت ہو گئی تھی، زندگی کی امید نہ تھی۔ حکم خدا سے ایک دم ہوش میں آ گیا اور پہنے ہوئے کپڑے اتار کر پاک کپڑے پہنے۔ وضو کیا، ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ نماز ادا کی۔ ہمیں تعجب ہوا کہ زندگی کی تو امید نہ تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اسے صحت ہو گئی۔ دل بہت خوش ہوا۔

اس کے بعد میاں بابو نے بتایا "دِتو آج عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں جانکنی کی حالت میں تھا اور دنیا کی کچھ خبر نہ تھی۔ خیال تھا کہ جان قبض کر لی جائے گی۔ ناگاہ بندگی حضرت شیخ عبدالقدوس سرہٗ تشریف لائے اور فرمایا، تو نے بہت رنج و زحمت اٹھائی ہے، میں نے عرض کیا، جی ہاں قریب ہے کہ جان قبض کر لی جائے۔"

انھوں نے فرمایا "واقعی تو آخرت کے سفر ہی کا تھا لیکن ہم نے اس دفعہ حق تعالےٰ سے تیری بخشش کرالی ہے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے روضہ پر پہنچ جائے، اب اٹھ فکر نہ کر۔"

میں نے عرض کیا "مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔" انھوں نے اپنے عصا کی نوک

میرے پہلو کے نیچے رکھ کر مجھے ہلایا، اور فرمایا ''اٹھ''۔ اللہ کے حکم سے اسی وقت مجھ میں اٹھنے کی طاقت پیدا ہوگئی اور میری آنکھیں کھل گئیں۔ ہوش میں آ گیا، پاک کپڑے پہنے، ظہر کی نماز ادا کی۔ اس بات پر حیرت میں ہوں، کیا بیان کروں۔

سبحان اللہ بندگی حضرت قطب العالم پیر دستگیر قدس اللہ روحہ کی ولایت کی کیا عظمت ہے جو مقام شیخ یحییٰ و یُمیت رکھتے ہیں۔ ایک لحہ میں میرے جسم میں تغیر پیدا ہو گیا۔ کوئی تکلیف میرے جسم میں باقی نہ رہی۔ صحت مند اور ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔'' اس معاملہ میں میاں بابو کے ساتھ یہ صورت ہوئی کہ بندگی حضرت قطب عالم کے روضہ متبرک پر پہنچنے کے بعد ان کا سفرِ آخرت ہونا تھا۔ اس کے بعد میاں بابو نے کہا کہ اپنے لڑکے کو گنگوہ بھیجتا ہوں تا کہ زمین واملاک کی دیکھ بھال کرے۔ اور میں کچھ دن یہیں رہوں گا۔

ایک دن میاں بابو نے مجھ سے کہا ''تم سے ایک بات کہتا ہوں، اگر مان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔'' میں نے اس کی بات قبول کر لی اور رضا مند ہو گیا۔ اس پر میاں بابو نے کہا ''مجھے حضرت قطب عالم نے بتا کید فرمایا ہے کہ میں اپنے بسہیوں کے ہمراہ قصبہ گنگوہ چلا جاؤں۔''

میں نے کہا ''مبارک ہو روانہ ہو جاؤ۔'' اس کے بعد میاں بابو تیاری کر کے روانہ ہو گئے اور کہا ''حضرت قطب عالم نے فرمایا ہے کہ میں دِتو سے قیامت تک کے لیے رخصت لے لوں، کیونکہ روضۂ مبارک حضرت پیر دستگیر پر پہنچ کر میرا سفرِ آخرت ہے۔ تو مجھ سے خوش ہو؟''

ہم دونوں دوست بغل گیر ہو کر زار و قطار روئے۔ اس وقت موجود سب لوگ بھی روئے تھے۔ گویا قیامت کا منظر تھا۔ میاں بابو روانہ ہو گئے اور اس کے بعد سننے میں آیا کہ روضۂ متبرکہ میں پہنچ کر چند دن بعد میاں بابو دارِ فنا سے دارِ بقا کو روانہ ہو گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

عجب یہ ہے کہ حضرت قطب عالم کے فرمان سے سر مو برابر فرق نہ ہوا۔

مریم خاتون ہماری بیٹی ہے!

لطیفہ نمبر ۱۰۹: جس زمانہ میں میرا قیام تپہ میں تھا، میں اور میاں بابو پیر دستگیر حضرت قطبی کی باتیں کیا کرتے تھے اور بیٹی مریم خاتون کم عمر تھی۔ وہ بھی حضرت قطبی کی باتیں سنا کرتی تھی۔ اس کے دل میں راسخ عقیدت پیدا ہوگئی۔ پوچھا ''حضرت قطب العالم کہاں ہیں؟'' میں نے بتایا ''شاہ آباد میں''۔ پوچھنے لگی۔ ''یہاں سے دور ہیں یا نزدیک۔'' میں نے جواب دیا۔ ''دور ہیں''۔ کہنے لگی۔ ''میں حضرت قطب عالم کی مرید ہو جاؤں گی۔'' میں نے کہا۔'ہاں ہماری بھی یہ نیت ہے کہ ہمارے بچے اور جگہ مرید نہ ہوں اور تجھے تو حضرت قطبی کا مرید کرا ہی دیا ہے۔''

بچی خوش ہوگئی اور صدق دل سے اس پر قائم ہوگئی۔ جب اس نے ختم کلام اللہ کیا اور ہوشیار ہوگئی تو اس عمر میں بعض باتیں جو وہ بتاتی تھی، اس کے بتانے کے مطابق ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ مجھے اور میاں بابو کو اس کی پیش گوئی پر تعجب ہوتا تھا۔ اس کے بعد جب ہم پرگنہ کانتہ کولہ میں آ کر مقیم ہوئے۔ ایک دن میاں بابو نے کہا ''مریم خاتون کلام اللہ کی تلاوت بھی کرتی ہے۔ نماز روزے کی پابند ہے، نیک ہے اور بعض باتیں جو وہ بتاتی ہے درست نکلتی ہیں، آخر اس کا سبب کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا ''اللہ جانے مگر اس قدر جانتا ہوں کہ بندگی حضرت قطبی سے خلوص صدق رکھتی ہے۔''

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ہمارے مکان کے صحن میں بیٹھے ہیں اور مریم خاتون حضرت قطبی کے سامنے سر جھکائے دوزانو بیٹھی ہے اور میاں بابو ہاتھ باندھے باادب کھڑے ہیں۔ اس کے بعد حضرت قطبی نے مریم کے سر سے دامن ہٹا لیا ہے۔ اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا ہے اور اپنی انگشت مبارک سے مریم کے سر سے بال گرائے ہیں اور تراش دیے ہیں۔ اس کے بعد اس کے سر پر دامن نظر نہ آیا، البتہ اس کو

ڈھک کرفرمایا "مریم خاتون ہماری بیٹی ہے، اللہ در پردہ لاج رکھے۔ وہ ہم سے پُرخلوص عقیدت رکھتی ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "یہ کیسا مبارک دن ہے کہ آپ زبان مبارک سے فرما رہے ہیں کہ مریم خاتون ہماری بیٹی ہے۔"

الحمد اللہ شکرانہ حضرت حمدیت بجالایا اور اس کے بعد بیدار ہوگیا۔ یہ شب کو دیکھنے کے بعد اطمینان ہوگیا کہ حضرت پیر دستگیر کی شفقت مریم خاتون پر بے حد ہے۔

عقیدہ پر شک

لطیفہ نمبر ۱۱۰: ایک درویش شیخ حبیب نامی جو سر سے پیر تک برہنہ رہتا تھا، البتہ ستر پوشی کرتا تھا، گاہے گاہے میرے گھر آیا کرتا تھا۔ ہم اس کی تعظیم کرتے تھے۔

ایک دن میری بیٹی مریم خاتون نے اس سے سوال کیا۔ "جب ایک آدمی مر کر قبر میں خاک ہو جاتا ہے اور اس کا جسم پارہ پارہ ہو جاتا ہے تو جب وہ خواب میں نظر آتا ہے تو اسی جسم کے ساتھ نظر آتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟" یکا یک اس گفتگو کے دوران میاں بابو بھی آگئے۔ کہنے لگے کہ "تیرا عقیدہ پیر پر صادق نہیں ہے جو غیر کی جانب متوجہ ہے۔" مریم خاتون نے جواب دیا "میرا صدق وخلوص عقیدت صرف حضرت قطب العالم سے ہے۔ اگر میں نے فقیر سے ایک بات پوچھ لی تو کیا ہوا۔ میرے صدق میں فرق نہیں آیا۔"

بابو نے یقین نہ کیا اور بطور تنازع کے کہتا رہا۔ "تو صادق عقیدہ نہیں ہے"۔ جب اس بات پر تکرار ہوئی تو مریم خاتون نے کہا۔

"میاں بابو میں بھی صدق حضرت قطب عالم پر رکھتی ہوں۔ تم زبردستی میرا صدق بدلتے ہو۔ اگر میرے صدق عقیدہ کی تصدیق خود حضرت قطب عالم تم سے کر دیں تو مانو گے نا؟"

میاں بابو نے جواب دیا۔ اگر حضرت قطب عالم فرما دیں گے تو میری تسلی ہو جائے

گی۔ مریم خاتون نے کہا بندگی قطب عالم میرا صدق معلوم کر لیں گے۔ اس کے بعد ایک روز میاں بابو نے مریم سے کہا مجھے معاف کر دو۔ تب میاں بابو نے کہا "اس رات بندگی حضرت قطب عالم تشریف لائے اور فرمایا "میاں بابو تم یہ غلط کہتے ہو کہ مریم خاتون کا عقیدہ صادق نہیں ہے۔ مریم خاتون بچپن کے زمانہ سے ہی بغیر ہمیں دیکھے ہم سے صادق عقیدہ رکھتی ہے۔ اس کا عقیدہ اوروں کی نسبت زیادہ سچا اور پختہ ہے۔ اس کے بعد اس کے خلوص کی صداقت سے انکار نہ کرنا اور وہ جو کچھ کہے اس کو تسلیم کر لینا۔ اس طرح حضرت قطبی نے خواب میں مجھ سے فرمایا ہے۔ تو حق پر تھی میں ناحق پر، اب میری دلجمعی ہو گئی ہے۔"

مریم خاتون نے کہا "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا مگر تم یقین نہ کرتے تھے لیکن تمہیں خوب زیارت ہوئی کہ حضرت قطب العالم نے میرا صدق قبول فرمایا ہے۔

الحمد للہ علیٰ ذلک ،

غلبۂ حال

لطیفہ نمبر ۱۱۱: ایک روز میاں بابو کو حال وارد ہوا۔ بعد نماز ظہر مریم کے گھر آیا اور بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور اشعار پڑھ رہا تھا۔ مریم خاتون قریب ہی بیٹھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ بابو نے خالی ہاتھ بلند کیا اور پھر مٹھی بند کر لی، دو ساعت مٹھی بند رہی، اس کے بعد اس نے پوچھا "مریم خاتون یہاں ہے؟"

مریم خاتون نے جواب دیا "آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔" یہ سن کر خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا۔ "مریم خاتون یہاں موجود ہے۔"

مریم نے جواب دیا۔ "میں آپ کے حضور موجود ہوں۔"

اس کے بعد میاں بابو نے کہا "حضرت قطب عالم تیرے صحن میں کھڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ تیرے صحن میں

تشریف لائے ہیں اور انھوں نے ایک بہلولی دی ہے اور فرمایا ہے کہ مریم خاتون کو دے دو تا کہ اچھی طرح سنبھال کر رکھے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قطب عالم کو دی ہے اور حضرت قطب عالم نے مجھے دی ہے اور میں لایا ہوں۔ مریم خاتون کو لازم ہے کہ اس عطائے رسول ﷺ کو بحفاظت رکھے۔'' سب اس بات پر تعجب میں رہ گئے۔

غازی سالار مسعود کی منت

لطیفہ نمبر ۱۱۲: ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت غازی سالار مسعود کی زیارت کی نیت کر لو اور کہو کہ جب صحت ہو جائے گی تو میں سالار مسعود کی زیارت کو جاؤں گا۔ میں خاموش رہا۔ لوگوں نے پھر دوسری دفعہ زور دے کر کہا سالار غازی مسعود کی زیارت کی نیت کر لو۔ اس لیے کہ سالار مسعود غازی مرد بزرگ ہیں، جو کوئی نیت کرتا ہے، مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ ضرورتاً میں نے بھی نیت کر لی مگر میری کلی نیت یہ تھی کہ پہلے قطب عالم پیر دستگیر کی زیارت کو جاؤں گا۔ اس کے بعد بفضلِ خدا تھوڑی سی صحت یابی ہوئی تو حضرت سالار مسعود غازی کو خواب میں دیکھا، کہتے ہیں کہ ہماری زیارت کے لیے آؤ۔ بیدار ہو کر جو کچھ دیکھا تھا کسی کو نہ بتایا۔ اس کے چند روز بعد پھر خواب میں فرمایا ''ہمارا روضہ قریب ہے کیوں آکر زیارت نہیں کرتا۔ یہ ہے ہمارا گنبد دیکھ'' وہ گنبد مجھے نظر آ رہا تھا۔ میں بیدار ہو گیا۔ خواب کی یہ بات میں نے چند لوگوں سے بیان کی۔ انھوں نے کہا ظاہر ہے حضرت سالار مسعود تمہیں طلب کر رہے ہیں۔ فوراً جاؤ اور زیارت کرو۔ لیکن میری نیت یہ تھی کہ اوّل روضۂ مبارک پیر دستگیر کی زیارت کروں گا اور پیرزادگان کی قدمبوسی کے بعد حضرت سالار مسعود کی زیارت کو جاؤں گا۔''

ایک روز ایک مداری درویش میرے گھر آیا اور کہا ''حضرت سالار مسعود نے مجھ سے کہا ہے کہ دِتو سے کہو کہ پہلے ہماری زیارت کو آئے دیر نہ کرے۔''

میں نے اس مداری سے کہا کہ ''میری نیت ہے جب قوت و ہمت ہو جائے گی، انشاءاللہ جاؤں گا۔ انکار نہیں کرتا، اس میں میرا ہی فائدہ ہے۔''

اس نے کہا کہ ''میں نے تمہیں خبر پہنچادی ہے۔ سالار زبردست بزرگ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے کوئی نقصان پہنچ جائے۔''

غرضیکہ میں حیرانی میں پڑ گیا لیکن دل میں یہی طے کیے ہوئے تھا کہ اوّل پیر دستگیر کی زیارت اور پیرزادگان کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہو، پھر کوئی دوسرا کام ہو۔ پھر ایک رات کو حضرت قطب عالم تشریف لائے اور فرمایا ''دِتو افضل یہی ہے کہ پہلے ہماری زیارت کرے۔'' میں بیدار ہو گیا اور اس سے میری قوت وحوصلہ میں اضافہ ہوا۔

اس کے بعد پھر ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ سالار مسعود میرے گھر آئے ہیں اور میرے سر کے بالوں کو پکڑ کر غصہ سے روانہ ہوئے۔ چند قدم ہی گئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا ''تو کون ہے کہ دِتو کو سر کے بال پکڑ کر لے جاتا ہے۔'' سالار مسعود نے اس کے بال بھی پکڑ لیے اور چلنے لگے۔ جب چند قدم اور چل چکے تو ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی یہی کہا ''تو دِتو کے سر کے بال پکڑ کر لے جانے والا کون ہے؟'' سالار نے اس کے سر کے بال بھی پکڑ لیے اور ہم تینوں کو پکڑ کر چل دیے۔ خلاصی ممکن نہ تھی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مثل شہباز حضرت قطب عالم مدد کو پہنچ گئے اور جب حضرت سالار نے حضرت قطب عالم کو دیکھا تو ہمارے سر کے بال چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ہماری رستگاری کیسے ہوئی ہے۔ جب میں نے پیچھے نظر کی تو دیکھا کہ حضرت قطب عالم کھڑے ہیں۔ اسی وقت ایک اور آدمی نمودار ہوا اور کہنے لگا ''دِتو سے کیا گناہ ہوا ہے جو اس کو سر کے بال پکڑ کر لے جا رہے ہو۔'' حضرت سالار مسعود نے فرمایا ''اس نے نیت کی تھی کہ جب صحت ہو جائے گی تو میں زیارت کے لیے جاؤں گا۔ اب اپنی نیت بدل رہا ہے۔''

اس پر اس شخص نے کہا کہ ''ابھی یہ کمزور ہے جب آپ تک آنے کے قابل ہو جائے گا

تو آئے گا۔'' سالار مسعود مسکرائے اور کہا ''خوب''۔

غرض یہ سب کچھ جب حضرت سالار مسعود اور حضرت قطب عالم کی جانب سے معائنہ ہورہا تھا، میں حیران اور پریشان تھا۔

اس کے بعد ایک شب میں دیکھا کہ میں روضہ حضرت قطب عالم پر گیا ہوں اور زیارت کی ہے اور فاتحہ واخلاص پڑھی ہے؛ کچھ دیر بیٹھا ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ غلاف قبر کا کپڑا ایسا عجیب ہے کہ اس سے قبل کہیں نہ دیکھا تھا اور جس طرح کے محل روضہ مبارک میں دیکھے ایسے کہیں نہ دیکھے تھے۔ میں نے کورو، مندو، گجرات اور دِلّی کے بادشاہوں کے محلّات دیکھے تھے مگر وہ ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھے۔ اور جو مجاور یا دربان روضۂ مبارک پر بیٹھا ہوا تھا، بڑا خوفناک تھا۔ کسی کو اس سے بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ بہت لوگوں کا اژدہام تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کہ بندگی حضرت قطب عالم کی زیارت کرنا اولیٰ تر ہے۔ اس کے خوف سے میں ایسا متاثر ہوا کہ کچھ نہ کہہ سکا۔ بیدار ہوگیا، میرا دل باغ باغ ہوگیا۔

اس کے بعد پھر ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں دوسری دفعہ حضرت قطب عالم کی زیارت کے لیے گیا ہوں۔ فاتحہ واخلاص کی تلاوت کی ہے۔ دل میں خیال گزرا کہ حضرت قطب عالم کے روضۂ مبارک کی زیارت تو دو دفعہ ہوگئی ہے لیکن اپنے پیرزادگان حضرات کو میں نہیں دیکھ سکا ہوں۔ یہ کیا حالت ہے۔ جب روضۂ مبارک سے باہر آیا تو دیکھا کہ چاروں بھائی اپنے اس روایتی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ دل بے حد خوش ہوا۔ ادب سے بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ شیخ المشائخ شیخ حمید اور شیخ المشائخ شیخ احمد کے مابین علمی بحث ہو رہی ہے۔ بندگی حضرت قطب العالم بھی تشریف لائے اور پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجھ پر بے حد شفقت وکرم فرمایا۔ دل اتنا خوش ہوا کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ حضرت قطب العالم نے دریافت فرمایا ''موضوع بحث کیا ہے۔'' بندگی شیخ احمد نے فرمایا۔ حضرت قطب عالم نے دونوں باتوں کے جوابات دیے۔ اس کے بعد میں جاگ گیا۔ چند

روز بعد حضرت سالار مسعود غازی اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ برہنہ تلوار ہاتھ میں لیئے آموجود ہوئے اور فرمایا ''میں، بندگی شیخ عبدالقدوس اور ان کے صاحبزادگان سب ایک ہیں۔ تو ہم میں فرق نہ کر''۔ اس کے بعد میں بیدار ہو کر پھر پریشان ہو گیا۔ حیران تھا کہ دونوں طرف ایسی کوشش ہو رہی ہے جبکہ مجھ میں طاقت نہیں ہے کیا کروں۔

آخر بہت عجز و زاری سے بندگی حضرت قطب العالم کو شفیع ٹھہرایا گیا اور عرض کیا میرا حال آپ پر خوب روشن ہے۔ آپ نے اس حقیر کو اپنی زیارت بھی کرائی اور پیرزادگان کی قدم بوسی بھی کرادی ہے۔ اب سالار مسعود غازی کی زیارت کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں اس مشکل سے نجات پاؤں۔''

اس کے بعد حضرت قطبی کو ایک شب خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں ''تیرے کام کی تکمیل تو ہمارے در سے ہے۔'' اور میں نے دیکھا کہ وہ تیغ برہنہ (جو سالار مسعود لے کر آئے تھے) ان کے در پر پڑی ہوئی ہے۔ بیدار ہو گیا۔ چند روز بعد محمد خان نے مجھ سے کہا کہ چند بار تمہیں مسند عالی عیسیٰ خان نے بلایا۔ تم نہیں گئے۔ اب میرے ہمراہ چلو تاکہ مسند عالی سے ملاقات ہو۔ تمہاری روانگی کا انتظام میں کروں گا۔ میں نے کہا چلوں گا، اس شرط پر کہ قصبہ گنگوہ ہوتے ہوئے چلو۔ اس نے کہا کہ میری بھی یہی نیت ہے کہ زیارت حضرت قطب العالم اور پیرزادگان کی پابوسی کے بعد آگے روانہ ہوں گا۔ میرا دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے زیارت حضرت قطب العالم اور پابوسی پیرزادگان نصیب کی۔ جو کچھ کہ میں حق سبحانہ، سے چاہتا تھا وہی میری نیت پیر دستگیر کے صدقہ میں پوری ہوئی اور بندگی حضرت پیرزادگان نے اس آستان کے اس خاکروب پر ایسا لطف و کرم کیا کہ شکر کسی طور بھی ادا نہ کر سکا۔

میرے دل میں یقین ہو گیا کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ الحمد اللہ کہ روضۂ مبارک دیکھا اور پیرزادگان کی پابوسی سے مشرف ہوا تھا۔ جو مطلب تھا، حسب منشاء حاصل ہوا۔ حق سبحانہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کے مقاصد پورا کرے۔

مکتوب دیوزنّار کے سوالات کا جواب

(مکتوب دیوزنّار بجانب ملک المشائخ ابوالفتح متع اللہ تعالےٰ المسلمین)

کثیر و لامحدود حمد و ثنا اس ذات بے نیاز کے لیے ہے جو اپنے سوختگانِ آتشِ عشق اور فراق خوردہ کو شربت وصال سے سرفراز کرتی ہے اور بے حساب درود وسلام بروضۂ متبرک سید کائنات، مظہر موجودات، امام المرسلین و خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور وافر دعائیں اور کثیر تسلیمات جناب والا روشن ضمیر و حق پذیر کے حضور میں پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ بمصداق المعرفة و لو کلب عقود یعنی معرفت سگ گزیدہ تک کو مفید ہے۔ اور یہ مخصوص ہے فقراء و اہلِ معرفت کی جماعت کے لیے بوجہ وصل حق کے، کیونکہ معرفت کے اسماء انبیاء و اولیاء کے لیے مخصوص ہیں، یہ عوام الناس کا حصہ نہیں ہیں۔ جس کو ازل سے ہی معرفت و اسرار مقدر نہیں کیے گئے وہ دنیا میں ان کی تحصیل کے لیے خواہ کتنی ہی کوشش کرے، اس کے لیے ان کو پالینا ممکن ہی نہیں ہے، اس لیے کہ معرفت و اسرار بھی مقدر میں رزق ہی کی طرح تقسیم کیے گئے ہیں۔ بیت:

اسرارِ محبت راہر دل نبود قابل   درنیست بہر دریا زرنیست بہر کانے

''اسرار محبت کے قابل نہیں ہر دل، درافشاں نہیں ہر دریا، زردار نہیں ہر کان''۔

حاصل یہ کہ چونکہ حق تعالےٰ نے آپ کی ذات باصفات کو اپنی محبت، اسرار و فضل سے مشرف کر دیا ہے۔ مبارک ہو نعمتِ دینی و دنیوی مبارک ہو اور ہمیشہ مبارک ہو۔ آمین یا رب العالمین۔ ع

ہر گونہ کہ مائیم خدا می داند

''ہم جیسے بھی ہیں، خدا جانتا ہے''۔

اسرار کے منظورِ نظر اور قلوب الابصار کے مقبول دوست، جامِ عشق نوشیدہ و پوشیدہ

درپیش، اسرارِ حق کے فہیم یعنی ملک المشائخ و متقین، بحر المعانی، نعمان الثانی، قطب عالم شیخ ابوالفتح متع اللہ تعالےٰ بطول بقاءہٖ کی خدمت میں زنار دار پابوسی کے بعد عرض پرداز ہے۔ مطالعہ فرمائیں۔

تاریک شب کو روشن کرنے والے روشن ضمیر، آپ کو معلوم ہو کہ اس بندۂ کمینہ کی ہر علم پر دسترس ہے اور بصدقہ شیخ اس غلام کو ہر علم پہنچا ہے۔ چنانچہ علم قرآن، صرف و علم اصول فقہ، علم منطق و علم فرائض اور دوسرے علوم بھی۔ اور اس بندۂ حقیر کے ہر قسم کے شاگرد ہیں کیا مسلمان کیا کافر۔ جو شخص اس فقیر کے مانع ہوتا ہے وہ کفر و اسلام کو خوب جان لیتا ہے۔ اگر ملک المشائخ اس بندۂ حقیر کے چند سوالات کا جواب عنایت فرمائیں تو یہ حقیر حضور کی پابوسی کو حاضر ہوگا۔ لیکن ترسیل جواب شرط ہے۔ یہ مسائل شیخ علاء الدین، مولانا اسحٰق مفتی اور دوسرے آئمہ کو بھی چند مرتبہ لکھے جا چکے ہیں، لیکن ان میں کسی نے بھی جواب نہیں دیا۔ مسائل یہ ہیں۔

اکوان بکون ذات محقق مکون است   با غیر کون ذات باکوان مکون است

یعنی موجودات ذات حق کے وجود میں مضمر ہیں یا ان کا وجود علاوہ وجودِ ذاتِ حق ہے۔ اس عقدہ کو حل کیجئے کہ ہر وہ چیز جو موجود ہے کیا وہ ذاتِ وحدت میں مضمر ہے (یعنی اس ہی کا حصہ ہے)۔ اس کے علاوہ پانچ مسائل اور ہیں یہ کہ:

۱۔ آدم علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے بعد دو رکعت ادا کی تو اس میں قرأۃ کیا کی۔ اس لیے کہ قرآن کا نزول بعد پیدائش حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہوا، اس سے پہلے نہیں۔

۲۔ اگر مومنِ بندہ مرتا ہے تو اس کی جان (روح) کہ علّیین میں لے جاتے ہیں لیکن روح کو جسم میں ڈالنے کے وقت کہاں سے لاتے ہیں؟

۳۔ پیغمبر علیہ السلام کو شبِ معراج میں اوپر لے گئے اور ساتوں آسمانوں سے گزارا گیا۔

تصور یہ ہوا کہ خدا اوپر ہے مگر جو یہ سمجھے یا یقین کرے کافر ہے۔

۴۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے جان سے ماردوں گا۔ اگر نہ ماروں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ اس طرح یہ کہنے کے بعد وہ کیا کرے، اگر مارتا ہے تو ناحق ایک مسلمان مارا جاتا ہے اور اگر نہیں مارتا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے۔

۵۔ مچھلی کا ذبیحہ یہ ہے کہ کوئی اس کو پکڑ کر پانی سے باہر لائے۔ اس لیے کہ اس کے ہاتھ میں مچھلی کی ہلاکت ہی ذبیحہ ہے۔ کافر کی ذبح کی ہوئی بکری یا گائے حلال نہیں ہے جبکہ کافر کے ہاتھ کی پکڑی ہوئی ہلاک مچھلی حلال ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ سب پر اللہ کی امان ہو۔

دیوزنار کے اس سوال کا جواب جو کہ شیخ ابوبکر دقاق کی بیت پر ہے، حاصل سوال یہ ہے کہ موجودات بوجود حق موجود ہیں یا موجودات کا وجود غیر حق ہے۔ جواب واللہ اعلم بالصواب معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔

مصرع اوّل عرفاء وموحدین کے مذہب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ وحدت وجود کے قائل ہیں جن کے نزدیک وجود میں کثرت نہیں ہے یعنی وجود فی الحقیقت ایک ہی ہے۔ بس اس ضمن میں قطعی طور پر ان کے عقیدہ کے مطابق موجودات کا وجود عین حق کا وجود ہے۔ باعتبار ظاہر مختلف موجودات اعیان ثابتہ ہیں اور وجود واحد کا ظہور ہی پر مظہر کی حیثیت وآثار کے بموجب کثرت میں رونما ہے اور عین وحدت کثرت پذیر ہے۔ جیسے کہ شخص واحد کثرت میں نمایاں ہے یعنی آدم سے ابنائے آدم لیکن حقیقت اصل آدم واحد ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع علمائے ظاہر کے مذہب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ کثرت وجود کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک موجودات کا وجود حق کی ذات کا غیر ہے اور حضرت واجب الوجود نے کل موجودات کو ان کی ایجاد کے وقت وجود عطا فرمایا ہے اور وجود حق ان کے نزدیک قدیم ہے اور موجودات کا وجود حادث ہے۔ اور ان دونوں عقیدوں کی تفصیل طویل ہے۔

۱۔ حاصل سوال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے دو رکعت ادا کی تو قرأۃ کیا کی۔ جواب واللہ اعلم بالصواب۔ معلوم ہونا چاہیے کہ نماز میں قرأۃ کی پابندی اللہ کے فرمان فا قرؤ ماتیسر من القرآن (پس جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو) کے مطابق آئی ہے اور یہ خاصۂ نماز شریعت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ انبیاء سابق اپنی کتب و مصحف کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ چونکہ پہلے کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، ہم پر منسوخ احکام کا جاننا لازم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے ان صحائف کے مطابق عمل کیا ہو، جو ان پر نازل ہوئے۔ غور وفکر کا مقام ہے کہ منسوخ احکام کا جاننا درست نہیں۔

۲۔ حاصل سوال یہ ہے کہ موت کے بعد تو مومن کی روح کو علیّین میں لے جاتے ہیں لیکن روح کو جسم میں داخل کرتے وقت کہاں سے لاتے ہیں۔

جواب: واللہ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیے کہ اس مسئلے کا حل روح کی حقیقت جاننے پر ہے اور روح کی معرفت شریعت میں وارد نہیں ہوئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الروح قبل الروح من امر ربی و ما اوتی تم من الله الا قليلا. زاہدی میں لکھا ہے، اے محمد ﷺ کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کا حکم ہے، روح کی حقیقت کا علم میرے رب کو ہے، میں نہیں جانتا۔ بالکل اسی طرح کسی سے کوئی مشکل مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ کہے، یہ میرا کام نہیں ہے میرے استاد سے پوچھو۔ اورفی المدارک الجمهور علىٰ انه الروح الذی فی الحيوان سالوه عن حقيقة فا مرانه من امرا للّٰه تعالٰی ای مما استاثره بعلمهٖ و عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه لقد مضی النبی صلے الله عليه وسلم وما يسلم الروح و قد عجزت الاوايل عن ادراكه ای ما هيه بعد اتفاق اعماد الطويله على الخوض فيه وفيه ايضا قولهٗ تعالیٰ و ما اوتيتم من العلم الا قليلا الخطاب عام ای ايها المؤمنون و الكافرون فقد روی ان رسول اللـه صلے الله عليه وسلم لما قال لهم ذلک قالوا نحن

مختصون بهذا الخطاب ام انت معنا فيه فقال نحن وانتم لم نوت من العلم الاقليلا.

''مدارک میں ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک روح حیوان وانسان سب میں مشترک ہے اور روح کی حقیقت کے بارے میں جو سوال کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے۔ اور حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوں اور اس کے ادراک و ماہیت سے لاعلم ہوں اور اس کی حقیقت کو جاننا طویل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے اور مومنوں سے خطاب ہے کہ اے مومنو اور کافرو روح کا حکم سب مخلوق میں ہے۔ یعنی فرمایا تمہیں قلیل علم دیا گیا ہے۔ اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے روح کے بیان میں سکوت فرمایا تو کسی دوسرے بے چارہ کی کیا مجال ہے کہ دم مارے۔ البتہ عارفوں نے اپنے کشف کی رو سے کچھ بات کی ہے مگر روح کی حقیقت بیان نہیں کی''۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عالمِ روح عبادت ہے ایک عالم سے کہ جس کی طرف سے جس سے اشارہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کو عالم غیب، عالمِ امر اور عالمِ علوی کہتے ہیں۔ اس کے خلافت عالمِ شہادت ہے جو مراد ہے اس عالم سے جس میں قوت حس کو دخل ہے۔ اس کو عالم خلق، عالمِ سفلی اور عالمِ ملک کہتے ہیں۔ اور عوارف میں ہے۔ الملک الظاهر الكون والمكوت باطن الكون. مراد ہے کہ عالم ملک ظاہر مخلوق ہے اور عالم ملکوت باطن تخلیق ہے اور بعضوں کے نزدیک روح کثیر المکان ہے لیکن یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ روح زمان و مکان سے منزّہ ہے اور اس کی کیفیت اور حالات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح، اجسام کی تخلیق سے چند ہزار سال پہلے موجود تھیں۔ (کما قيل الارواح جنود منجندة فما تعارف منها ايتلف و ما تناكر منها اختلف)

پس جب روح مکان وزمان سے پاک ہے، پھر یہ سوال کرنا کہ روح کو کہاں سے لاتے ہیں نامناسب سوال ہے۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فاذا سوتیه و نفخت فیه من روحی.** اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آدمی کے جسد کے بننے کے بعد اللہ کی قدرت سے روح کا جسد سے تعلق قائم کیا جاتا ہے اور آدمی حیات پاتا ہے اور جملہ انسانی اوصاف جسد میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ روح کی کیفیت ہماری عقل میں نہیں آسکتی اس کے جسم میں داخل کرنے اور خارج کرنے کی کیفیت ہماری عقل سے باہر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ویخطر ببالی واللّٰہ اعلم ان الروح الانسانی بقدرة اللّٰہ تعالیٰ او حکمه لما توجه من عالم القدس الیٰ عالم الاجسام ظهر فی عالم الشهادة بالجسد من غیر تغیر و تبدل من حقیقه فان ظهور اللطیف فی عالم الکشف لایکون الاکشفا قوله تعالیٰ ولو جعلنا ملکا لجعلناه رجلا الایه معشر بهٰذا لسر و لهٰذا کان ظهور جبرئیل علیه السلام بصورة الرجل فاعرف فعلم من ذٰلک ان الروح الذاق لایکون بلا جسد ابدًا. یعنی اور یہ جو خیال دل میں آتا ہے وہ اللہ جانتا ہے۔ انسان کی روح کے بارے میں اپنے علم اور قدرت سے واقف ہے اور جب اللہ عالم قدس سے عالم اجسام کی طرف متوجہ ہوا تو عالم شہادت ظاہر ہوا، جسم کے ساتھ حقیقت کے تغیر اور تبدل کے بغیر۔ پس اس کا ظاہر ہونا عالم ظاہر میں لطیف ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم روح کو فرشتہ بناتے تب بھی اس کو انسان بناتے وہ فرشتہ نہ رہتا۔ مگر یہ ظاہر ہوا کہ روح ایک راز ہے اور اس لیے جبرئیل بصورت انسان ظاہر ہوئے۔ پس جانا گیا کہ روح بغیر جسد کے ہمیشہ نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ انسان دنیا میں دو حالتوں پر ہے۔ حالتِ بیداری اور حالتِ خواب۔ دونوں حالتوں میں اس کا قالب بھی ہے اور جسد بھی اور یہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ گو خواب والا قالب بیداری کے قالب سے دوسرا معلوم ہوتا ہے ورنہ عند اللہ دونوں قالب ایک ہی ہیں۔ اس لیے جو سرور یا تکلیف قالب کو ہوتی ہے اس کے آثار قالب بیداری پر بھی

رونما ہوتے ہیں اور اسی لیے قالب خواب کی حالت میں ناپا کی واقع ہو جانے پر بیداری کی حالت میں غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی دلیل دونوں حالتوں میں قالبوں کے اتحاد یا ایک ہی قالب ہونے پر صادق آتی ہے۔ عنداللہ تعالٰے اور عالمِ قبر جو دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے سب کے لیے یقینی ہے۔ **قوله تعالیٰ ومن ورائهم برزخ الايوم يبعثون سواء كان الميت محروقاً او ماكولاً اومدفوناً** (اور اس کے پیچھے عالم برزخ ہے اور یہ قیامت تک ہے، خواہ میت جلی ہوئی ہو یا کسی جانور نے کھالیا ہو یا دفن ہوئی ہو یہ سب عالمِ برزخ میں ہیں) اور یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ برزخ کا ایک مناسب قالب اس عالم کی نسبت سے ہی ہوگا۔ اہل سعادت کا عالمِ برزخ میں مرتبۂ اعلیٰ علیین میں ہوگا اور اہل شقاوت کا مقام اسفل سجین میں ہوگا اور صاحب الفصوص الحکم (محی الدین ابن عربیؒ) کے قول کے مطابق جونص یونس میں درج ہے۔

و اذا اخذه اليه سوى له مركبا غير هذا المركب من جنس الدار التى ينتقل اليه اى فاذ الحق الانسان اليه بالموت سوى له مركبا ۔یعنی پھر حق تعالٰے اس کو اپنی طرف لے لیتا ہے تو اس کے لیے اس مرکب کے سوا مرکب بناتا ہے اور یہ دوسرا مرکب اس دار کے جنس سے ہوتا ہے جس کی طرف وہ منتقل ہوا ہے، اور پھر انسان کبھی نہیں مرے گا۔ اس اخروی بدن کے اجزا متفرق نہ ہوں گے۔ اور شرح مفتاح القونوی میں ہے:

اى المركب المسوای هو المركب المثالى البرزخى اى الجسد المثانى وهو لكل من اهل الكمال بحسب در جاته و مناسبة فينعمون ولكل من اهل النقصان بحسب در كاته و نقائصه فيتعذبون و كذالك بعد الحشر "یعنی جو مرکب کہ بنائی گئی ہے وہ مرکب مثالی برزخی ہے (یعنی جسد مثالی)۔ یہ اہل کمال میں سے ہر ایک کے لیے اس کے درجات کے مطابق اور اس کی مناسبت سے ہے اور ان پر انعام ہوتا ہے اور اہل نقصان میں سے ہر ایک کے لیے اس کے نقصان و اعمال کے

مطابق ہے اور ان پر عذاب ہوتا ہے اور اسی طرح حشر کے بعد۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" النوم اخ الموت یشیر الیٰ ذلک یعنی (نیند موت کی بھائی ہے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا) لیکن اس قسم کا بیان متقدمین سے منقول نہیں ہے اور یہ بمشکل ہی قابل فہم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں عالمِ بالا میں لے جایا گیا جس سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ سمت بالا پر ہے۔ تعالیٰ اللّٰہ عن ذلک علوًا کبیراً.

جواب: واللہ اعلم الصواب۔ اس فقیر نے اس سوال کا جواب ایک خط میں وضاحت سے دیا ہے، اس کا مطالعہ کرنا بہتر ہوگا۔ لیکن یہاں اختصار سے بیان کرتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالےٰ کی ذات مطلق ہے اور لطیف سے لطیف تر اور ہر چیز پر محیط تر ہے۔ حق سبحانہ تعالےٰ کی ذات کو ہر ذرہ اور ذرات عالم سے معیت و قرب حقیقی ہے لیکن اس کا مفہوم مشکوک سا لگتا ہے اور ہماری عقل میں نہیں آتا، اور اس پر قرآن پاک دلالت کرتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا الا اللہ بشئی محیط (جان لو کہ اللہ ہر چیز پر محیط ہے)۔

اس ضمن میں معلوم ہونا چاہیے کہ عالم علوی میں تخلیقی لطافت کے اعتبار سے آثار و انوار ظہورِ حق نمودار و ظاہر ہیں۔ اس کے برعکس عالمِ سفلی میں اس کی تخلیقی کثافت کی بنا پر آثار و انوار حق ظاہر و نمودار نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان الرحمن علی العرش استویٰ اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فھم عن فھم و الیسر فی المعراج الی العالم علوی و اللہ اعلم (سمجھا جو سمجھا معراج میں عالمِ بالا کی طرف سیر، اللہ سب سے بہتر جانتا ہے)۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سنتِ الٰہی کی حکمت کاملہ اور قدرتِ بالغہ اس پر رکھی ہوئی ہو کہ ہر علم

اس عالم کی نسبت سے ہو۔ یعنی کوئی خلق عالم علوی سے عالم سفلی کی طرف نزول کی صورت میں کثافت پذیر ہو اور عالم سفلی سے عالمِ علوی کی طرف عروج کی حالت میں لطائف اختیار کرے۔ مثلاً جبرئیلؑ جو کہ ملکوتی و روحی ہیں عالمِ ناسوت میں بشری صورت پر ہوتے ہیں۔ **قوله تعالیٰ لها بشراً سویا و قوله تعالیٰ لو جعلنا ملکاً و جعلناه رجلا وللبسنا علیهم ما یلبسون** (پس جو صورت پکڑی واسطے اس کے تندرست آدمی کی۔ اور اللہ نے فرمایا اگر کرتے ہم اس کو فرشتہ البتہ کرتے ہم اس کو بصورت مرد کے اور البتہ شبہ ڈالتے ہم اوپر ان کے جو شبہ کرتے ہیں) یہ خبر اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ عروج عیسیٰ علیہ السلام جو کہ ناسوتی ہے وہ عالمِ ملکوت میں صورت نورانی سے متصف ہے، جب واپس عالم سفلی کی طرف نزول ہوگا تو صفات ناسوتی پر ہوگا۔

عالمِ کثافت سے عالم لطافت کی جانب معراج محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی یہی راز ہے یعنی یہ کہ وجود مبارک ہر منزل میں عروج کے بعد اسی منزل کی مطابقت سے لطیف ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ وجود مبارک کثافتِ کونی سے مطلق پاک ہو کر لطافت سبحانی سے متصف ہو گیا اور جسدی معراج کو روحی معراج پر یہی فضیلت ہے۔ معراج روحی انبیاء اولیاء کو ہو سکتی ہے لیکن معراج جسدی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے اس لیے جب حضور کی ذاتِ مبارک اپنے عروج میں کمال لطافت کو پہنچی تو اس نے سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے کسی کو نہ پایا۔ اے عزیز! اس میں یہی راز ہے۔

۴۔ اس سوال کا حاصل یہ شرط ہے کہ اگر فلاں شخص فلاں شخص کو قتل نہ کرے تو اس کی بیوی پر تین طلاق ہو، ایسی حالت میں کیا کرے۔ کتب فقہ اور کنز میں تحریر ہے۔ **ومن حلف معصية ينبغی ان یحنث ای نفسه ویکفر وفی الحاشية مثل ان یقول لایصلی ولا یکلم لیا ان تعتدن فلانا کافی فان قیل کیف یحنث فی ولا تعتدن مافی الباب انه لایقتل ولکن ما دام حیا یکمن البرمنه وهو قتلهٗ**

فکیف یحنث نفسه ویحب علیه الکفارة فی اٰخرا جزا حیاته. یعنی جس شخص نے کسی گناہ کا حلف اٹھایا اسے اپنی قسم توڑ دینی چاہیے اور کفارہ ادا کرے اور کنز کے حاشیہ میں ہے مثلاً یہ کہے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا اور اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا اگر اس نے زیادتی نہیں کی فلاں پر۔ پھر اگر کہا جائے تو کس طرح یہ کہنے میں اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کہ وہ فلاں پر ضرور زیادتی کرے گا۔ اس باب میں اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل نہیں کرے گا اور لیکن جب تک وہ زندہ ہے تو ممکن ہے کہ وہ اپنی قسم کو پورا کرے جو اس نے کھائی ہے کسی کے قتل کرنے کی۔ اس لیے کس طرح اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا اس پر۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اس لیے (آنث) قسم توڑنے والا ہوگا کہ قتل نہ کرے اور مر جائے تو وہ آنث ہو جائے گا اور اپنی زندگی کے آخری اوقات میں اس پر کفارہ واجب ہوگا۔

۵۔ حاصل سوال یہ ہے کہ مچھلی کا بیرون آب لانا ہی اس کے ذبیحہ کا قائم مقام ہے اور اگر کوئی کافر اس کو پانی سے باہر لائے تو کیسے حلال شمار ہوگی۔

جواب۔ واللہ اعلم بالصواب۔ از روئے عقل خون والے حیوانات کے ذبح میں حکمت یہ ہے کہ مذبوح کا حرام خون خارج ہو جائے اور مذبوح کا گوشت پاک وحلال ہو جائے۔

السمک مائی لیس بدموی فلا حاجة بذبحه و من حیث الشرع السمک حلال بلا زکوٰة کالجرا دو فی الکنز و لا یوکل مائی الا السمک غیر طان وحل بلا زکوٰة کالجرا دو اصله قوله علیه السلام احلت لنا میتتان و دمان اما المیتتان السمک والجرا دوا مالم لد مان فالکبدوا لطحال وایضا قولوا علیه السلام مانصب عنه الماء فطر و ما لفظه الماء فکلوا وماطفا فلا تاکلوا وهکذا فی البدایة.

یعنی مچھلی پانی کی مخلوق ہے پس اس کے ذبح کی حاجت نہیں اور شرع کے مطابق وہ حلال ہے بغیر ذبح کے ٹڈی کی طرح۔ اور کنز میں ہے نہیں کھائی جائے گی پانی کی مخلوق

سوائے مچھلی کے علاوہ اس مچھلی کے جو مر کر پانی پر آئی ہو اور اس طرح مچھلی بغیر ذبح کیے حلال ہے۔ اور اسی کی اصل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ حلال کی گئی ہے ہمارے لیے دو مری ہوئی مخلوق، ایک مری ہوئی مچھلی اور ایک ٹڈی ہے اور دو خون ایک جگر اور ایک تلی ہے۔ اور ایسے ہی حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ جو رہ جائے پانی سے اس کو کھاؤ اور جس مردہ کو پانی پھینک دے اسے مت کھاؤ۔

اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ مچھلی کے حلال کرنے کو ٹڈی کے حلال کرنے سے تشبیہ دی گئی ہے اور ٹڈی کے حلال کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے مچھلی کے حلال کرنے کی بھی کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی۔

اور فتاویٰ خانیہ سے روایت منقول ہے۔ **قوله عليه السلام لكل شئى و زكوٰة السمک اخراجه من الماء من او ذلک يكسره تناول السمک التى اخراجها الكا فر لانه اقيم مقام ذبحها و ذبح الكافر لايجو ز فذلک مخالف لرواية الكنز والهداية فلا يكون معتبر والله اعلم بالصواب.**

یعنی ہر چیز کے لیے ذبح ہے اور مچھلی کا ذبح کرنا اس کو پانی سے نکالنا ہے۔ اس سے یہ دلیل ختم ہو جاتی ہے کہ کافر کی پانی سے نکالی ہوئی مچھلی حلال نہیں ہے اس لیے کہ یہ بھی ذبح کا قائم مقام ہے اور کافر کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے تو یہ کنز اور ہدایہ کی روایت کے مخالف ہو گیا۔ پس یہ معتبر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شیخ حسام الدینؒ عرف اوجھر

بیان کرتے ہیں کہ شیخ حسام الدین جو کہ شیخ اوجھر کے نام سے مشہور تھے اور اپنے زمانہ کے علماء و صلحاء میں سرفہرست تھے، ۸۸۱ھ میں عہدِ سلطان بہلول لودھی میں بغداد سے دہلی پہنچے اور سلطان کے چچازاد بھائی قطب خان کی وساطت سے سلطان کے ملازمین میں

شامل ہو گئے اور محتسب کے عہدہ پر فائز ہو کر مقرب بارگاہِ سلطان ہوئے۔ جب سلطان بہلول لودھی کا انتقال ہو گیا اور سلطان سکندر لودھی اس کی جگہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو شیخ مذکور اپنی سابقہ خدمت پر بدستور مامور تھے۔

ایک دن سلطان نے از روئے لطف فرمایا جو تمہاری آرزو ہو بیان کرو تا کہ عنایاتِ خسروانہ سے سرفراز کیا جائے۔ شیخ مذکور نے دین و عدل کی خاطر درخواست کی کہ ایک جماعت میری امداد کے لیے مقرر فرما کر مجھے مملکت سے بدعات و غیر شرعی امور کو دور کرنے پر مامور کیا جائے تا کہ غیر شرعی امور اختیار کرنے والوں کو تنبیہ کر کے ملک سے غیر شرعی امور کا ازالہ کر دوں۔

سلطان نے کچھ گرز بردار اور صالح علماء ان کی معیت میں دے کر چند اونٹ کتابوں سے لدوا کر ایک فرمان شاہی غیر شرعی امور کے ازالہ کے لیے عطا کر دیا۔

شیخ مذکور بادشاہ سے رخصت ہو کر گجرات، دکھن اور مالوہ کے صوبوں میں پہنچے تو اکثر قاضیوں، مفتیوں، علماء، شرفاء اور مشائخ سے اس مضمون پر محلکے لیے کہ وہ اس کے بعد امور نامشروع کے مرتکب نہ ہوں گے اور اسی راستے سے سیر کرتے ہوئے دِلّی پہنچ گئے اور جو محلکے لوگوں سے لیے تھے، بادشاہ کے حضور پیش کر دیے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر عنایات خسروانہ سے سرفراز کیا۔

کچھ مدت بعد بادشاہ سے رخصت لے کر صوبہ لاہور اور ملتان کی طرف روانہ ہوئے تا کہ وہاں سے غیر شرعی مروجہ امور کو دور کر دیں۔ جب قصبہ پانی پت پہنچے تو اپنے ہمراہی علماء سے کہا کہ آؤ پہلے قصبہ گنگوہ چلیں جہاں شیخ عبدالقدوس کو جنھوں نے خود کو قطب عالم مشہور کیا ہوا ہے اور جو غیر شرعی امور پر عامل ہیں گانا بجانا سنتے ہیں اور مشرب وحدت وجودی کے داعی ہیں، کو ان امور سے تائب کرا کر اور محلکہ لے کر اسی راستے سے آگے چلیں گے۔

قصبہ گنگوہ متبرکہ میں پہنچ کر اس تالاب کے کنارے فروکش ہو گئے جو عبداللہ نیک مرد

کی درگاہ کے قریب ہے اور حضرت قطب العالم کی خدمت میں شرعی حکم نامہ ترک سُرودو وجد کے لیے روانہ کیا۔

حضرت قطب العالم نے قبول کیا۔ دو تین دن اسی صورت میں گزر گئے (یعنی محفلِ وجد وسُرور بند رہی) حضرت قطب العالم نے اس مدت کے دوران نہ سرود سنا اور نہ وجد فرمایا۔

قصبہ کے لوگ طعن وتشنیع کرنے لگے اور کہنے لگے کہ شیخ نے شیخ اوجھر کے خوف سے گانا سننا اور وجد کرنا ترک کر دیا ہے اور توبہ کر لی ہے۔ کچھ لوگ جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے بھی عرض کیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔

حضرت قطب العالم نے فرمایا ''ہم مسلمان ہیں مسلمان کے فرزند ہیں ہم نے حکم شرعی قبول کیا اور بجالائے۔''

پانچ چھ دن گزرنے کے بعد حضور کے صاحبزادگان نے بھی ان کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ حضور کے لیے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ بڑی مشکل ہے ہم انھیں کیا جواب دیں اور شیخ اوجھر بھی ابھی اسی منزل پر مقیم ہے۔

آپ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

ایک شب حضرت قطب عالم نماز تہجد کے لیے اٹھے تھے تو ایک کنیز قریب ہی اپنے مکان میں چکی پر آٹا پیستے ہوئے ہندی کا یہ شعر گا رہی تھی۔

وے رکھے اچھمبے کی بات   ابھرن پتھر ڈوبن پات

ان کلمات نے حضور قطب العالم پر بے حد ذوق ووجد کی کیفیت طاری کر دی۔ پانچ چھ وقت (دن) گزر گئے تھے اور اس حال پر وارد نہ ہوئے تھے۔ بے ساختہ ایسے نعرے مارے کہ جو لوگ قصبہ گنگوہ سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر تھے انھوں نے یہ بھی نعرے سنے۔ شیخ اوجھر کو کہلا کر بھیج دیا گیا کہ جلتی ہوئی لکڑی جنگل میں نہ خشک چھوڑتی ہے نہ تر،

سب کو جلا دیتی ہے۔ اب اگر تم اس کو بجھا سکتے ہو تو آؤ (یعنی آتشِ عشق فروزاں ہے اگر بجھا سکتے ہو تو آ کر بجھاؤ)

شیخ اوجھر نے دیکھا کہ رات ہے، کہلا بھیجا کہ صبح کو آؤں گا۔ صبح کی نماز ادا کر کے اس نے کسی کو بھیجا کہ دیکھو خبر لاؤ کہ شیخ کیا کر رہے ہیں۔ خبر پہنچی کہ فجر کی نماز ادا کر کے اسی کیفیت (حال) میں ہیں۔ شیخ اوجھر کو تاب نہ رہی اور ننگے پاؤں دُرہ ہاتھ میں لے کر علماء درباریوں اور گرز برداروں کے ساتھ بھاگتا ہوا آیا اور دروازہ خانقاہ عرض جاہ پر پہنچتے ہی لرزہ براندام ہو گیا اور اس کی حالت غیر ہو گئی۔ دُرہ ہاتھ سے گر گیا اور جب خانقاہ کے اندر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت قطب العالم عالمِ وجد میں ہیں۔ جا کر مجلس میں پیچھے کھڑا ہو گیا اور دم مارنے کی مجال نہ رہی۔ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ حضرت قطب العالم وجد کی حالت میں شیخ اوجھر کے قریب پہنچے اور اپنا دستِ مبارک اس کے شانے پر رکھ دیا اور بدستور وجد میں مصروف ہو گئے۔ دوبارہ پھر اپنا دستِ مبارک شیخ اوجھر کے شانے پر رکھ دیا اور رقص کرنے لگے۔ اسی طرح چھ مرتبہ ہاتھ رکھتے رہے۔ جب ساتویں مرتبہ حضرت شیخ نے اپنا ہاتھ شیخ اوجھر کے سر پر رکھا تو شیخ اوجھر نے اپنی دستار اتار کر زمین پر دے ماری اور بے اختیار نعرہ مارا اور **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفاً و ما انا من المشرکین** (تحقیق میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو واسطے اس کے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو توحید کرنے والا ہو کر، اور نہیں میں شریک کرنے والوں سے)۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، پڑھ کر حضرت شیخ کے چکر لگانے لگے۔

جب حضرت قطب العالم کو کیفیت وجد سے افاقہ ہوا، شیخ اوجھر حضرت قطب عالم کے پاؤں پر گر گیا اور عرض کیا۔ ''حضرت آج مسلمان ہوا ہوں۔ اور مسلمانی کو پہنچا ہوں اور کہتا ہوں ''**اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله**''. حضرت

قطب عالم نے سن کر فرمایا۔ ”ابھی اسلام دور ہے ایک روز نصیب ہو جائے گا۔“ اور خود اپنی عبادت گاہ میں چلے گئے۔

شیخ اوجھر واپس اپنی قیام گاہ پر آیا۔ دوستوں نے دریافت کیا ”شیخ یہ کیا ہوا تھا۔“ جواب دیا جب میں خانقاہ والا جاہ کے دروازہ پر پہنچا میں نے دیکھا کہ وہاں دو شیر منہ کھولے بیٹھے ہیں۔ میں خوفزدہ ہو کر لرزہ براندام ہو گیا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ حضرت قطب العالم رقص میں ہیں اور دونوں شیروں کے منہ اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ رکھے ہیں اور مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اس دروازہ سے گزر کر جب حضرت قطب العالم کی مجلس میں پہنچا تو عین رقص کی حالت میں ان کی نظرِ فیض اثر مجھ پر پڑی اس نظر کے پڑتے ہی خوف سے میرے ہوش و حواس رخصت ہوئے۔ جب حضرت قطب العالم نے اپنا دستِ مبارک میرے شانے پر رکھا تو گویا تمام زمین میرے شانے پر رکھ دی۔ جب دوسری مرتبہ دست مبارک میرے کاندھے پر رکھا تو گویا زمین اور پہاڑ سب میرے کاندھے پر رکھ دیے۔ تیسری مرتبہ جب ہاتھ رکھا تو گویا زمین پہاڑ اور آسمان میرے کاندھے پر رکھ دیے۔ جب چوتھی مرتبہ میرے شانے پر ہاتھ رکھا تو گویا زمین پہاڑ آسمان و کرسی میرے کاندھے پر رکھ دیے۔ پانچویں دفعہ ہاتھ رکھنے پر دوزخ نظر آئی۔ چھٹی مرتبہ میں نے بہشت کو دیکھا اور ساتویں مرتبہ میرے سر پر ہاتھ رکھا تو میں نے قطب العالم کو عرش پر وجد میں منارۂ عرش سے جست لگاتے ہوئے دیکھا۔ لاچار اپنی دستار پھینک کر ان کے پیچھے گردش کرنے لگا۔

اس کے بعد شیخ اوجھر اپنا مال و متاع شہریوں اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر کے دولت دنیا اور دنیا سے پاک ہو کر حضرت قطب عالم کے حضور میں پیش ہوئے اور کچھ مدت عبادتِ حق میں مشغول رہ کر واصلان و مقربان بارگاہِ حق میں شامل ہو گئے اور خرقۂ خلافت پایا۔ جب سکندر لودھی نے جو پہلے ہی حضرت کا معتقد و مرید تھا۔ شیخ اوجھر کا حال سنا تو اور زیادہ معتقدِ ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شجرہ خاندان سجادگان اولاد

حضرت قطب عالم شیخ مظہر الدین عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت شیخ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ حضرت شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ حضرت شیخ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ
۹۔ حضرت شیخ عماد الاسلام رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۔ حضرت شیخ غلام ضامن رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔ حضرت شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۔ حضرت شیخ درویش احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔ حضرت شیخ قمیش احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۴۔ حضرت شیخ مخدوم الملک شاہ قریش احمد رحمۃ اللہ علیہ

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

کتاب ختم شد

مرحبا۔ مرحبا۔ مرحبا

ان سبھی بزرگوں کے مزارات گنگوہ شریف ضلع سہارنپور (یو۔ پی) میں موجود ہیں۔

والسّلام

راقم ننگ اسلاف

اسیر۔۲۳

غلام ربانی نعمانی حنفی

قریش احمد عبداللہ

فدوی ابا العلم

صلے اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

حق حق حق

هو الموجود

نظام التوحید

حدوی

المعروف

ہدیہ چشتیہ صابریہ قادریہ

مصنّف

خادم الفقراء حضرت شاہ محمد پیر شاہ چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

عارفِ حق حضرت شاہ محمد نظام الدین چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ

تدوین و ترتیب جدید

حکیم نیاز احمد صابری

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔ این، سمن آباد، لاہور